# میڈیا اور سماج: میجک بُلٹ تھیوری کے تحت ملی نغموں کے اثرات کا تنقیدی مطالعہ

(Media and Society: A Critical study of the impact of national songs, in the perspective, of "The Magic Bullet Theory")

مقالہ برائے ایم فل (اُردو)

مقالہ نگار:

راحت رحمان

فیکلٹی آف لینگویجز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

جون، 2023ء

# میڈیا اور سماج: میجک بُلٹ تھیوری کے تحت ملی نغموں کے اثرات کا تنقیدی مطالعہ

(Media and Society: A Critical study of the impact of national songs, in the perspective, of "The Magic Bullet Theory")


مقالہ نگار:

**راحت رحمان**


یہ مقالہ

**ایم فل (اُردو)**

کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا


فیکلٹی آف لینگویجز

(اُردو زبان و ادب)

فیکلٹی آف لینگویجز

**نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد**


جون، 2023ء

# مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم

زیرِ دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف لینگویجز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

**مقالے کا عنوان:** میڈیا اور سماج: میجک بُلٹ تھیوری کے تحت ملی نغموں کے اثرات کا تنقیدی مطالعہ :(1947ء تا 2000ء)

**پیش کار:** راحت رحمان رجسٹریشن نمبر:

## ماسٹر آف فلاسفی

**شعبہ:** شعبۂ اردو زبان و ادب

**ڈاکٹر صائمہ نذیر** ____________________

نگران مقالہ

**پروفیسر ڈاکٹر جمیل اصغر جامی** ____________________

ڈین فیکلٹی آف لینگویجز

تاریخ: ____________

# اقرار نامہ

میں، راحت رحمان حلفیہ بیان کرتی ہوں کہ اس مقالے میں پیش کیا گیا کام میرا ذاتی ہے اور نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد کی ایم فل اردو سکالر کی حیثیت سے ڈاکٹر صائمہ نذیر کی نگرانی میں مکمل کیا گیا ہے۔ میں نے یہ کام کسی اور یونیورسٹی یا ادارے میں ڈگری کے حصول کے لیے پیش نہیں کیا ہے اور نہ آئندہ کروں گی۔

____________________

راحت رحمان

ایم فل (اُردو)

سیشن 2020ء

**نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد**

# فہرست ابواب


| عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|
| مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم | ii |
| اقرار نامہ | iii |
| فہرست ابواب | iv |
| Abstract | vii |
| اظہارِ تشکر | viii |

## باب اول: موضوعِ تحقیق کا تعارف اور بنیادی مباحث

الف: تمہید 1

i۔ موضوع کا تعارف 1

ii۔ بیانِ مسئلہ 3

iii۔ مقاصد تحقیق 3

iv۔ تحقیقی سوالات 4

v۔ نظری دائرہ کار 4

vi۔ تحقیقی طریقہ کار 6

vii۔ مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق 6

viii۔ تحدید 7

ix۔ پس منظری مطالعہ 7

x۔ تحقیق کی اہمیت 9

ب: میڈیا میجک بلٹ تھیوری 10

1۔ میڈیا میجک بُلٹ تھیوری

2۔ میڈیا میجک بُلٹ تھیوری تعارف و ارتقاء

3۔ میڈیا کے سماج اور انسانی ذہن اور رویوں پر ہونے والے اثرات

4۔ جذبہ حُب الوطنی تعارف و عناصر

باب دوم: قیام پاکستان سے 1965ء تک کے ملی نغموں میں میجک بُلٹ تھیوری کے تحت حب الوطنی کے عناصر کا تجریاتی مطالعہ 56

الف: پاکستان کے سیاسی و سماجی پس منظر کا ملی نغموں میں اظہار 58

ب: حب الوطنی کے عناصر کا ملی نغموں میں اظہار 67

ج: جذبہ شہادت خصوصی مطالعہ 77

حوالہ جات

باب سوم: 1966ء سے 1980ء تک کے ملی نغموں میں میجک بُلٹ تھیوری کے تحت حُب الوطنی کے عناصر کا تجزیاتی مطالعہ

الف: پاکستان کے سیاسی و سماجی پس منظر کا ملی نغموں میں اظہار 99

ب: حُب الوطنی کے عناصر کا ملی نغموں میں اظہار 125

ج: جذبہ شہادت خصوصی مطالعہ

۔ حوالہ جات 143

باب چہارم: 1981ء سے 2000ء تک کے ملی نغموں میں میجک بُلٹ تھیوری کے تحت حب الوطنی کے عناصر کا تجزیاتی مطالعہ

الف: پاکستان کے سیاسی و سماجی پس منظر کا ملی نغموں میں اظہار 151

ب: حب الوطنی کے عناصر کا ملی نغموں میں اظہار 162

ج: جذبہ شہادت خصوصی مطالعہ

- حوالہ جات 188

## باب پنجم: ماحصل، نتائج اور سفارشات

الف: ماحصل 190

ب: تحقیقی نتائج 208

ج: سفارشات 213

- کتابیات 215

# Abstract

“Mass Media’s “Magic Bullet Theory” has been Formulated by Harold Lasswel. This theory is also haumour as “The Hypodermic Needlo Theory”. It is a communication model, used to describe hour the originator of the media message has power to manupulate the intended audience,s perception. The audience must react in an actively passive way to particular content (news/ message).

Accroding to this theory ‘The Bullet /Needle” fired from the media , injects the message into the audience head, altering their behavior and psyche in response to the message , which is accepted by the audience, with out suspicion and resiliemce. So, the audience of media message is docile and incapable of resisting the media message.

A critical analysis has been conducted on the effects of this theory on Pakistani society. This study examines how national songs from the establishment of Pakistan until 2000, under the influence of the media's magic bullet theory, have impacted Pakistani society. Particularly, it highlights the cultivation of love for their land and armed forces among the Pakistani people. It has instilled a fervent passion for patriotism among Pakistanis. Through these national songs, the media has generated emotions of diminished love for their homeland within the people, fostering a desire for its construction and development. Both in times of war and peace, the media has instigated a spirit of sacrifice for the nation, inextricably linking it to the valor of their armed forces.

# اظہارِ تشکر

میں اللہ رب العزت کی انتہائی شکر گزار ہوں جس کے کرم سے یہ مقالہ پایہء تکمیل کو پہنچا۔ میں اپنے اساتذہ کرام بالخصوص ڈاکٹر صائمہ نذیر کی ممنون ہوں جن کی راہنمائی میں یہ مقالہ پایہء تکمیل کو پہنچا۔ تحقیقی مواد سے استفادے کا ہنر میں نے اپنے اساتذہ سے سیکھا۔ ان اساتذہ کرام کی شفقتیں اور دعائیں ہمیشہ میری ہم قدم رہیں۔

میں ڈاکٹر یوسف عالمگیرین، اور 'کمانڈر فرخ اسحاق (پاکستان نیوی ہیڈ کوارٹر کمانڈر نار تھ، اسلام آباد) کی بھی تہہ دل سے ممنون ہوں۔ جن کی وجہ سے مقالے سے متعلقہ مواد تک میری رسائی ممکن ہوئی۔

تکمیل مقالہ کے تمام مراحل سے بطریقِ احسن گزرنے میں میرے بچوں اور شوہر نے بڑی معاونت کی۔ ان کی وجہ سے میں نے ہر طرح کے نامساعد حالات میں حصول علم کے محاذ پر ثابت قدم رہنے کا حوصلہ پایا۔ میری علمی مصروفیات میں صبر کا دامن تھامے رکھا۔ بہت سا وقت اور توجہ جو ان کا حق تھا، میری علمی مصروفیات کی نذر ہوتا رہا۔ ان کی معاونت کے بغیر اس مرحلے تک پہنچنا میرے لیے ممکن نہ تھا۔

راحت رحمان

باب اول

# موضوعِ تحقیق کا تعارف اور بنیادی مباحث

## الف: تمہید

### 1۔ موضوع کا تعارف:(Introduction )

مجوزہ موضوعِ مقالہ کے تحت ملی نغموں میں "جذبہ ءحب الوطنی کا تنقیدی مطالعہ "میڈیا میجک بلٹ تھیوری" کے تناظر میں کیا جاے گا۔ یہ تھیوری، دراصل میڈیا کے براہِ راست، سرعت انگیز طاقت ور اثرات اور ان کے بے ساختہ ردِ عمل پر مبنی ہے۔ میڈیا کے ذریعے پہنچنے والا پیغام یا خبر سامعین وناظرین کے اذہان پر اثرانداز ہو کر بے ساختہ ردِ عمل کا باعث بنتا ہے۔اس تھیوری کے مطابق انسانی ذہن میڈیا سے موصول ہونے والے پیغام یا خبر کے خلاف "مزاحمتی ردِ عمل" کی صلاحیت سے یکسر محروم ہو جاتا ہے۔ یہ پیغام یا خبر سامعین کے "نیم شعوری ذہن" میں سرائیت کر جاتا ہے اور اس طرح ان کی سوچنے اور محسوس کرنے کی حس کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

میڈیا سے نشر ہونے والا پیغام یا خبر ایک STIMULI یعنی "تحرک " ہے۔یہ "تحرک " ایک MAGIC BULLETEیعنی "جادوئی گولی" کی طرح کام کرتا ہے جو انسان یعنی سامع اور ناظر کے SUB CONSCIOUS MIND نیم شعوری ذہن " میں سرائیت ہو کر طاقت ور جذبات اور ان "خاص تصورات " کے مابین (جو اس "تحرک "کے پس منظر میں متحرک ہوتے ہیں )فوری طور پر گہرا تعلق اور عمیق وابستگی پیدا کر لیتا ہے۔

" میڈیا میجک بلٹ تھیوری " کے تحت 1947ء سے 2000ء کے دوران نشر ہونے والے ملی نغموں کا تنقیدی مطالعہ کیا جائے گا۔ وہ کون سے عوامل ہیں جن کے تحت میڈیا انسانی نفسیات پر اثر انداز ہو کر، اس کی فکر میں سرعت انگیز تغیر رونما کر کے، انسان کے ردِ عمل کو متعین کرتا ہے۔اس تھیوری کے تحت میڈیا انسانی نفسیات اور رویئوں پر اس قدر عمیق اثرات مرتب کرتا ہے کہ انسان کا ردِ عمل اس کے تابع ہو جاتا ہے۔ گویا اس کے تحت انسانی ذہن ایک کٹھ پتلی ہے اور اس کی ڈوریاں میڈیا کے ہاتھ میں۔ گویا میڈیا ایک ایسا "مؤکل "

ہے جس کے ذریعے کسی بھی سماج میں بسنے والوں کی سوچ اور عمل میں من چاہی تبدیلی لانے کا کام بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ یہ تبدیلی مثبت اور منفی ہر دو قسم کی ہو سکتی ہے کیوں کہ میڈیا بلا شبہ انسانی فکر کو تبدیل کرنے کی جادوئی قوت کا حامل ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد ملک کو ایسے حالات کا سامنا رہا کہ اہلِ وطن کی دلجوئی اور اپنی ماں دھرتی سے بے لوث محبت کے اٹوٹ رشتے کو افزوں کرنے کے لیے ملی نغمے تخلیق کیے گئے۔ قوم میں جذبہ ءحب الوطنی کو انگیخت کرنے والے یہ گیت میڈیا سے نشر کیے جاتے تھے۔ جس میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن دونوں نے اہم کردار ادا کیا۔ خاص طور پر پاکستان ٹیلی ویژن ایسا نشریاتی ادارہ جو عوام الناس میں مقبول و معتبر رہا۔ اس نے ان ملی نغموں کے ذریعے اہلِ طن کے دلوں میں جذبہ ءحب الوطنی کو ابھارنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد ۶۵ء اور ۷۱ء کی جنگوں میں ان ملی نغموں کی نشریات نے قوم کے دل میں حبِ وطن کے جذبات کو انگیخت کیا۔ سامعین و ناظرین کے دلوں میں یہ نغمے ارتعاش پیدا کر کے ان کے اندر حبِ وطن و جاں نثاری کے جذبات کو مزید پختہ تر کر دیتے تھے۔ یوں میڈیا نے پاکستانی معاشرے پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ نتیجتاً نہ صرف لوگوں میں ملی جوش و خروش بڑھا بلکہ سرحدوں پر مامور سپاہیوں کا مورال بھی بلند ہوا۔

مجوزہ موضوع مقالہ کے تحت "ملی نغموں کے اثرات کا تنقیدی مطالعہ، "میجک بلٹ تھیوری" کے تحت لیا جائے گا۔ اس میں جائزہ لیا جائے گا کہ میڈیا انسانی زندگی پر کیسے اثرات مرتب کرتا ہے؟ وہ کون سے عوامل ہیں جو انسانی نفسیات کو متاثر کر کے ردِ عمل کا تعین کرتے ہیں؟ اور یہ کہ اس تھیوری کے تحت میڈیا پاکستانی معاشرے پر کس طرح اثر انداز ہوا؟

## 2۔ بیان مسئلہ: (Problem Statement)

میڈیا کا انسانی زندگی میں ضرورت سے زیادہ عمل دخل اور مکمل طور پر حاوی ہو جانا جدید دور کا المیہ ہے۔ جب کسی جھوٹی یا سچی خبر کو خوب بنا سنوار کر، مرچ مسالے سے مزین کر کے میڈیا پر بار بار نشر کیا جائے گا تو وہ انسانی ذہن کو بری طرح متاثر کرتا ہے، اسے اپنے شکنجے میں جکڑ لیتا ہے۔ انسان شعوری و لا شعوری طور پر اس موضوع کو بار بار سوچتا ہے۔ اپنی اصل زندگی کی بجائے میڈیا کی جانب سے تخلیق کردہ زندگی میں

جینا شروع کر دیتا ہے۔ اس حالت میں اگرچہ انسان بظاہر تندرست و توانا نظر آتا ہے مگر ذہنی طور پر مفلوج ہو جاتا ہے اور جو میڈیا اسے دکھاتا ہے وہ مکمل طور پر اس کے دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

گویا میڈیا جس خبر کو طول دیتا ہے اور بار بار نشر کرتا ہے وہی خبر انسانی دماغ پر گہرے اور دور رس اثرات مرتب کر جاتی ہے۔

میجک بلٹ تھیوری" ہی وہ تھیوری / نظریہ ہے جس کے تحت انسانی ذہن میڈیا کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا ہے۔ یوں میڈیا انسانی پسند و ناپسند اور قوتِ فکر و ردِ عمل کو کنٹرول کرتا ہے۔

میڈیا میجک بلٹ تھیوری" کے تحت ملی نغموں کے اثرات کا تنقیدی مطالعہ "بیانِ مسئلہ ہے۔ قبل ازیں اس تھیوری کے تحت مجوزہ موضوع پر کوئی تحقیقی و تنقیدی کام نہیں کیا گیا۔ اسی بنا پر یہ موضوع انتخاب کیا گیا ہے۔

3۔ مقاصد تحقیق:(Research objectives)

مجوزہ تحقیقی مقالے کے مقاصد درج ذیل ہیں:

1۔ میڈیا کے انسانی زندگی اور انسانی نفسیات پر اثرات کا مطالعہ کرنا۔

2۔ "میجک بلٹ تھیوری کے تحت ملی نغموں کے پاکستانی عوام پر اثرات کا مطالعہ کرنا۔

3۔ ملی نغموں میں جذبہء حب الوطنی کی صورتوں کا جائزہ لینا۔

4۔ تحقیقی سوالات:(Research Questions)

مجوزہ تحقیقی مقالے کے لیے درج ذیل سوالات مدِ نظر رہے ہیں:

1۔ میڈیا کا انسانی زندگی اور نفسیات سے کیا تعلق ہے؟

2۔ ملی نغموں میں جذبہء حب الوطنی کی مختلف صورتیں کیا ہیں؟

3۔ جذبہء حب الوطنی کے فروغ میں میڈیا کا کیا کردار ہے؟

## 5۔ نظری دائرہ کار:(Theoretical Framework)

مجوزہ تحقیقی کام میڈیا کے انسانی ذہن اور رویوں پر اثرات کے حوالے سے ہے۔اس تحقیقی منصوبے کے تحت میڈیا کے انسانی ذہن، رویے اور عمل پر ہونے والے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔اس امر کا جائزہ لیا گیا ہے کہ ملی نغموں کے ذریعے، جذبہ ءحب الوطنی کو ابھارنے میں میڈیا نے کیا کردار ادا کیا۔اس حوالے سے "میجک بلٹ تھیوری" کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔

اس نظریے کی بنیاد یہ ہے کہ میڈیا سے نشر ہونے والا مواد انسانی ذہن کو بڑی سرعت اور قوت کے ساتھ براہِ راست متاثر کرتا ہے اور بے ساختہ ردِ عمل کا باعث بنتا ہے۔گویا میڈیا سے نشر ہونے والا مواد ایسا "محرک" ہے جو انسانی حواس کو براہِ راست متاثر کرتا ہے جس کے نتیجے میں بے ساختہ ردِ عمل ظاہر ہوتا ہے ۔چوں کہ میڈیا سے آنے والے پیغام کے بارے میں سامعین و ناظرین لا علم ہوتے ہیں اس لیے میڈیا کی طرف سے آنے والا پیغام ایک "جادوئی گولی" کی طرح ان کے ذہنوں میں پیوست ہو جاتا ہے اور فوری ردِ عمل کا باعث بنتا ہے۔یہ صورتِحال "میجک بلٹ تھیوری" کہلاتی ہے۔

یہ تھیوری جنگِ عظیم اول کے بعد منظرِ عام پر آئی۔ "ہیرالڈ لیسویل"(Harold Lasswel) نے ۱۹۲۰ءمیں کتاب "پروپیگنڈہ ٹیکنیک(PROPAGANDA TECHNIQUE)" میں یہ نظریہ پیش کیا۔

"میجک بلٹ تھیوری " کو میڈیا ماہرین نے "ہائپوڈرمِک نِیڈل تھیوری ( HYPODERMIC NEEDLE THEORY)"کا نام بھی دیا۔اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1۔ میڈیا کی خبر ایک ایسا محرکStimuli ہے جو انسانی ذہن میں جادوئی گولیMagic Bullet کی طرح لگتی ہے یعنی پیوست ہو جاتی ہے۔

2۔ میڈیا انسانی ذہن اور رویے کو بیک وقت گرفت میں لے کر انسان کو اپنی تخلیق کردہ دنیا میں لے جاتا ہے جو سراسر غیر حقیقی ہے۔

3۔ زندگی اور ادب پر میڈیا کے بے جا اثرات کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

## 6۔ تحقیقی طریق کار:(Research Methodology)

مجوزہ موضوع کے تحت مطالعہ کے حوالے سے نظری،اطلاقی اور دستاویزی طریقہ ءکار اختیار کیا جائے گا۔جواستقرائی واستخراجی طریقہ ءتحقیق کے زمرے میں آئے گا۔لائبریری تحقیق کے پیشِ نظر موجود مواد کی جمع آوری، تجزیہ اوراس کی روشنی میں نتائج کااستنباط کیا گیاہے۔

اس تحقیق میں "موادی تجزیے"کا طریقہ ءکار اختیار کیا گیاہے۔اس کے تحت پہلے مواد کی جمع آوری کی جاتی ہے یعنی CONTENT جمع کیا جاتا ہے۔ مجوزہ موضوعِ تحقیق کا CONTENT یا مواد(تحدید میں شامل) ملی نغمے ہیں،جن کا"میجک بلٹ تھیوری"کے تحت تجزیاتی مطالعہ کیا گیاہے۔یہ مواد"کیفیتی طریقہ ءتحقیق"کے مطابق جمع کیا جائے گا۔"کیفیتی طریقہ ءتحقیق/ QUALITATIVE METHOD میں معلوم کی جانے والی کیفیت کا حوالہ دیاجاتا ہے یوں اس مواد کوزیادہ معتبر بنانے کرنے کوشش کی جاتی ہے۔

اس تھیوری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ۱۹۴۷ءسے ۲۰۰۰ءتک ملی نغموں کے اثرات کامطالعہ جذبہ ءحب الوطنی کے حوالے سے کیا گیاہے۔اس طریقہ ءکار کے تحت مجوزہ نظریے کااطلاق کرتے ہوئے معلوم مواد سے نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔ تحقیق کی بنیاد موضوع سے متعلق مصادر وماخذ پر رکھی گئی ہے۔بنیادی ماخذ تک رسائی کے لیے میڈیا ذرائع سے رجوع کیا گیاہے۔خاص طور پر پاکستان ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ سے استفادہ کیا گیاہے۔وکی پیڈیا،یوٹیوب اور دیگر ویب گاہوں سے بھی استفادہ کیا گیاہے۔

## 7۔ مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق:(Work Already Done)

اس حوالے سے جو تحقیقی و تنقیدی کام ہوا ہے اس میں "اردو تنقید میں پاکستانی تصورِ قومیت"، "پاکستان میں اردو غزل کے موضوعات کا تجزیاتی مطالعہ"،"پاکستانی اردو ناول میں حب الوطنی کے عناصر"، "اردو فلمی گیتوں کا تجزیاتی مطالعہ"اور"اردو مضمون نگاری میں پاکستانیت کے عناصر"جیسے موضوعات پر کام کیا گیاہے۔

8۔ تحدید:(Delimitation)

مجوزہ موضوع کے تحت دائرہء تحقیق ۱۹۴۷ء سے ۲۰۰۰ء کے دوران نشر ہونے والے ملی نغمے ہیں۔ یہ عرصہ 53 سال تک محدود ہے۔ اس عرصے کے دوران میڈیا سے نشر ہونے والے ملی نغموں کے اثرات کا تنقیدی مطالعہ "میجک بلٹ تھیوری کے تحت کیا گیا ہے۔ اس موضوع کے تحت میڈیا کے پاکستانی سماج پر ہونے والے اثرات کا مطالعہ بھی شامل ہے۔ علاوہ ازیں میڈیا کے ادب پر اثرانداز ہونے والے عوامل کا بھی مطالعہ شامل ہے اور اس کے نتیجے میں انسانی فکر، بے ساختہ ردِ عمل اور پھر شعوری عمل میں تغیر پیدا کرنے میں کون سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔

9۔ پس منظری مطالعہ:(Literature Review)

مجوزہ موضوع پر کام کرنے کے لیے جو کتب اور مقالہ جات زیرِ مطالعہ رہے ان میں "اردو تنقید میں پاکستانی تصورِ قومیت "(ڈاکٹر روبینہ شہناز، مقالہ: پی- ایچ- ڈی)، "پاکستان میں اردو غزل کے موضوعات کا تجزیاتی مطالعہ، ۱۹۶۰ء تا حال ھ "(ڈاکٹر صائمہ نذیر مقالہ: پی۔ ایچ۔ ڈی)، "پاکستانی ناول میں حب الوطنی کے عناصر "(قیصر آفتاب مقالہ: پی۔ ایچ۔ ڈی)"اردو مضمون نگاری میں پاکستانیت کے عناصر "(عبدالودود قریشی مقالہ: پی۔ ایچ۔ ڈی) اور "اردو فلمی گیتوں کا تجزیاتی مطالعہ ،ثقافتی حوالے سے "(خلیق الرحمان مقالہ: پی۔ ایچ۔ ڈی) شامل ہے۔ ان کے مطالعے سے پاکستانی قومیت اور جذبہء حب الوطنی کے حوالے سے مفید معلومات حاصل ہوئیں جو مجوزہ موضوع پر تحقیق میں معاون ثابت ہوں گی۔ اس کے علاوہ گیت نگاری کے حوالے سے بھی خلیق الرحمان کا تحقیقی کام بعنوان اردو فلمی گیتوں کا تجزیاتی مطالعہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے علاوہ ملی نغمات کے حوالے سے کتاب "یہ نغمے پاکستان کے " قابلِ ذکر ہے جس کے مئولف ابصار احمد ہیں۔ آئی ایس پی آر کے مجلے "ہلال "میں شائع ہونے والے مضامین "سبز نغمات "اور "گیت بنے ہتھیار " بھی اس حوالے سے بڑی معاونت کے حامل ہیں ان کے لکھنے والے بھی "ابصار احمد "ہیں۔

## 10۔ تحقیق کی اہمیت:(Research Gap)

مجوزہ موضوع کے تحت ملی نغموں کے حوالے سے تحقیقی و تنقیدی سطح پر اپنی نوعیت کی یہ منفرد تحقیق ہے۔ "میڈیا میجک بلٹ تھیوری" کے تحت، قبل ازیں اس موضوع پر کوئی کام نہیں کیا گیا۔ اس تھیوری کے تحت انسانی ذہن اور رویئوں کو متاثر کرنے کے علاوہ، ملی نغموں کے ذریعے اہلِ وطن میں جذبہ ءحب الوطنی کو اجاگر کرنے میں میڈیا کے کردار کا مطالعہ اور اس کے اثرات کی تفہیم و تعبیر شامل ہے۔ یہ تحقیق ایک نئے اور منفرد زاویے سے ادب میں نئے تحقیقی افق وا کرنے کا ذریعہ بنی ہے۔

اس تھیوری کا اطلاق ملی نغموں پر کیا گیا ہے اور اس کے نتیجے میں پاکستانی سماج، نفسیات اور رویئوں پر ہونے والے اثرات کا تجزیہ کر کے اصل حقائق سے واقفیت بہم پہنچائی گئی ہے۔ یوں یہ تحقیقی کام اردو ادب میں گراں قدر اضافے کا باعث ہوا ہے۔

ملی نغموں کے حوالے سے یہ تحقیق منفرد نوعیت کی حامل ہے کہ میڈیا کس طرح سماج پر اثر انداز ہو کر انسانی نفسیات، رویئے اور ردِ عمل کو متعین کرنے میں کردار ادا کرتا ہے۔

## میڈیا میجک بلٹ تھیوری، تاریخ:

پیغام رسانی ہر عہد میں اپنے اپنے انداز میں مرکزی حیثیت کی حامل رہی خواہ وہ قدیم دور ہو یا آج کے جدید ذرائع مواصلات ہوں۔ بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں میڈیا کے حوالے سے نئے نظریات متعارف ہوئے۔ میڈیا کے اثرات اور پالیسیوں کو سائنسی پہلوؤں سے جانچا گیا۔

1930ء کے وسط میں میڈیا ماہرین نے میڈیا کے اثرات اور رویئوں کے بارے میں ایک نظریہ متعارف کرایا۔ اس نظریے کی بنیاد ان واقعات پر رکھی گئی تھی جو دوسری جنگِ عظیم کے دوران منظر عام پر آئے۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران یونائیٹڈ سٹیٹس اور جرمنی دونوں میں میڈیا کے ذریعے عوام کی سوچ کو تبدیل کرنے کا کام لیا گیا۔ ان دونوں ملکوں نے میڈیا کو پہلی دفعہ باقاعدہ طور پر اپنے اپنے لوگوں کی ذہن سازی کے لیے استعمال کیا۔ اس دوران میڈیا نے عوام کے ذہنوں کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ حتیٰ کہ جرمن نازیوں نے اپنی فلم انڈسٹری کو اس مقصد کیلئے استعمال کیا اور اپنے حریف ملکوں کے خلاف پروپیگنڈہ مہم کا آغاز کیا۔ جرمن

نازیوں نے اپنی جنگی کامیابیوں اور کارناموں کے بارے میں بہت سی فلمیں بنائیں۔ان فلموں نے جرمنی کے عوام کو بہت زیادہ متاثر کیا۔اس کے بعد یونائیٹڈ سٹیٹس نے بھی میڈیا ذرائع کو بڑی کامیابی سے اپنے جنگی حریف جرمنی کے لیے پروپیگنڈہ مہم میں استعمال کیا۔یونائیڈ سٹیٹس نے اپنی فلم انڈسٹری میں 'ہولی وڈ' کے ذریعے فلمیں بنائیں۔

یہ نظریہ "میڈیا میجک بلٹ تھیوری" کے نام سے موسوم ہوا۔اس نظریئے کو میڈیا ماہرین نے "ہائپوڈرمک نیڈل تھیوری" کا نام بھی دیا۔

"میڈیا میجک بلٹ تھیوری" اس نام سے جو عام فہم مفہوم سمجھ میں آتا ہے وہ ان الفاظ سے بخوبی واضح ہوتا ہے یعنی میڈیا کی جادوئی گولی کا نظریہ۔لفظ میجک سے اس نظریے کا زود اثر ہونا اور اپنے ہدف کو حتمی طور پر نشانہ بنالینا مکمل طور پر موجود ہے۔میڈیا ماہرین نے اس نظریے کو بندوق سے نکلنے والی گولی سے مشابہت دی ہے جو اپنے ہدف کو نشانہ بناتی ہے۔ایک بات اور اہم ہے کہ بندوق جن ہاتھوں میں ہوگی، اپنے ہدف کا تعین کرنا اور پھر اسے زد پہ لینا ان کی اپنی مہارت اور صوابدید کو ظاہر کرتا ہے۔بہر حال میڈیا ماہرین نے اس نظریے کی تعریف، مندرجہ ذیل الفاظ میں اس طرح کی ہے:

The "Magic Bullet Theory" graphically asumes that the media's message is a bullet, fired from the "media gun" into the viewers head." [1]

دیگر میڈیا ماہرین نے اس نظریے کو "ہائپوڈرمک نیڈل ماڈل" کے نام سے پیش کیا۔یہ ماڈل یا نظریہ شوٹنگ پیراڈائم کا یہی تصور استعمال میں لاتا ہے۔ اس نظریے کے مطابق میڈیا اپنا پیغام براہ راست passive سامعین کے ذہنوں میں ڈالتا ہے۔اس نظریے میں بلٹ کی بجائے لفظ "نیڈل" استعمال کیا گیا ہے۔

اس نظریے کے حوالے سے مندرجہ ذیل چار نکات اہم ہیں:

1۔ فرض کر لیا گیا ہے کہ مجموعی طور پر لوگوں کو یا سامعین کو ان کی جبلت (Instinct) کے ذریعے قابو کر لیا گیا ہے اور متعلقہ پیغام سے ملنے والے تحرک یا Stimuly کے بارے میں ان کی طرف سے آنے والا ردعمل کم یا زیادہ ہو سکتا ہے۔

2۔ اس نظریے کے مطابق میڈیا کی طرف سے دیا گیا پیغام ایک گولی ہے۔

3۔ ہائپوڈرمک ماڈل بھی ہو بہو اسی شوٹنگ پیراڈائم کو استعمال کرتا ہے جو میجک بلٹ تھیوری میں استعمال ہوا ہے۔

4۔ سامعین ان میڈیا پیغامات سے اپنی بے خبری کی حالت میں فوری طور پر متاثر ہوتے ہیں۔ چونکہ سامعین اپنے معمولات زندگی میں مشغول ہوتے ہیں اور اس وقت وہ Passive سٹیٹ میں ہونے کی وجہ سے ان خبروں سے فوری اثر قبول کر لیتے ہیں۔

یعنی میڈیا بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے اس انداز سے پیغام یا خبر دیتا ہے کہ وہ سامعین کے ذہنوں میں گولی کی طرح جا لگتا ہے اور سامعین بڑی سنسنی خیزی اور حساسیت کے ساتھ اس خبر کے بارے میں اپنے ردِ عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

ان دونوں نظریات کے بانی "ہیرالڈ لیسویل" ہیں۔ انھوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "عالمی جنگ میں پروپیگنڈہ ٹکنیک" ہے۔

"Propaganda Technique InThe world War."

میڈیا میجک بلٹ تھیوری میں یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ سب عوام ایک جیسا ذہن رکھتے ہیں اور میڈیا کی طرف سے آنے والی خبر یا پیغام کے بارے میں ایک جیسا ردعمل دیتے ہیں۔

دراصل یہ نظریہ 30-1920 کے دوران سامنے آیا۔ اس دوران محققین نے جنگ عظیم اول کے دوران مختلف ممالک میں میڈیا کی طرف سے کیے جانے والے پروپیگنڈہ کے عوام پر اثرات کا مطالعہ کیا۔ انھوں نے 'Orson Well's Theater' کی نشریات کے اثرات کا مطالعہ کیا۔ اس تحقیق کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی کہ میڈیا کی طرف سے دی جانے والی خبر یا پیغام سے بے خبر عوام (اپنے معمولات زندگی میں مگن) کے ذہنوں میں براہِ راست جا لگتا ہے، بالکل اسی طرح جیسا کہ ایک گولی جو اپنے ہدف کو جا لگتی ہے۔ مگر ان دونوں کے مابین فرق یہ ہے کے یہ گولی میڈیا کی طرف سے فائر کی گئی خبر ہوتی ہے۔ اور بلاشبہ میڈیا کا اصل ہدف عوام ہی ہوتے ہیں اور میڈیا پیشگی منصوبہ بندی کے ساتھ اپنے پیغامات سامعین تک پہنچاتا ہے۔ جبکہ سامعین اپنے روزمرہ معمولات میں مگن ان پیغامات کو سنتے ہیں۔ انھیں میڈیا ماہرین کے مقاصد یا اہداف کا علم نہیں ہوتا یعنی وہ Passive State Of Mind میں ہوتے ہیں۔ اس صورت حال میں جب وہ یہ پیغامات سنتے ہیں تو ان کا ردعمل کسی بھی قسم کی پیشگی منصوبہ بندی کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ بے ساختہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض معاملات میں ان کو اس خبر کے پس منظر اور پیش منظر سے بھی آگاہی نہیں ہوتی۔

بلاشبہ یہ بھی حقیقت ہے کہ عوام کا اس بات پر یقین ہوتا ہے کہ میڈیا بہت زیادہ طاقتور ہے اور قوی اثرات بھی رکھتا ہے۔ اسی لیے بعض اوقات لوگوں میں ٹیلی ویژن یا ریڈیو وغیرہ پر نشر ہونے والے

پروگراموں کے منفی اثرات اور متشدد ویڈیو گیمز کی وجہ سے بہت سے تحفظات بھی پائے جاتے ہیں۔

"میجک بلٹ تھیوری" کو جن ماہرینِ مواصلات نے "ہائپوڈرمک نیڈل تھیوری" کا نام دیا ہے ان کے بقول یہ نظریہ، میڈیا کے ان ابتدائی نظریات میں شمار کیا جاتا ہے جن کے ماہرین نے یہ تحقیق کی کہ ماس میڈیا سامعین کو کس طرح متاثر کرتا ہے یا اس کے عوام پر کیا اثرات ہوتے ہیں؟

بیسویں صدی کے ابتدائی دو تین عشروں میں جب میڈیا کے اثرات کو دورانِ جنگ لوگوں پر پرکھا گیا اور پھر عوام کے اس حوالے سے ردِ عمل کا جائزہ لیا گیا تو اس وقت میڈیا کے عوام پر ہونے والے اثرات کا صحیح ادراک کیا گیا۔ محققین نے اس بات کا مشاہدہ کیا کہ جنگ عظیم اول میں حریفِ ممالک نے ایک دوسرے کے خلاف میڈیا کے ذریعے جو پروپیگنڈہ کیا، اس نے عوام کو کس طرح اور کس حد تک متاثر کیا اور ان کی سوچ بدلنے میں کتنا اہم کردار ادا کیا۔ ان اثرات کا جائزہ لینے کے لیے Orson Well's کی طرف سے کی جانے والی براڈکاسٹ کو سامنے رکھتے ہیں۔ 1930ء کی دہائی میں جب لوگوں کو پختہ یقین تھا کہ میڈیا کا کردار بہت مضبوط ہے اور یہ عوام پر گہرے اور قوی اثرات ڈالتا ہے۔ حتیٰ کہ والدین ٹیلی ویژن پر دکھائے جانے والے مواد اور مار دھاڑ والی ویڈیو گیمز کے اپنے بچوں پر اثرات کے بارے میں بھی بہت پریشان تھے۔ اس دوران اس نشریاتی ادارے کی طرف سے سنسنی خیز اور خوف پر مبنی سرخیاں جب سامعین و حاضرین تک پہنچتیں تو یہ اور بھی زیادہ پریشان کن ہوتا تھا کیونکہ میڈیا کے نشر کیے گئے پیغامات کے اثرات سے بچنا قریب قریب ناممکن تھا۔ خاص طور پر کم عمر افراد کے لیے یا کم باخبر افراد کے لیے۔

ماس میڈیا کے بارے میں یہ سوچ کیوں بنی؟، اس کا جائزہ لینے کے لیے دوبارہ 1927ء کے دورانیے پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اس دوران ہیرالڈ لیسویل (Harold Lasswell) نے جو ایک امریکی سیاستدان، سائنسدان اور میڈیا کا نظریہ دان تھا۔ اس نے ایک کتاب لکھی جو شائع ہوئی۔ اس کتاب کا نام

"Propaganda Technique In The World War"

تھا۔ اس میں ہیرالڈ لیسویل نے جنگ عظیم اول میں دونوں حریف طاقتوں کی طرف سے، میڈیا کے ذریعے کیے جانے والے پروپیگنڈے اور اس کے اثرات کو موضوعِ بحث بنایا۔

ہیرالڈ لیسویل اس حوالے سے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"From a propaganda point of view,it was a matchless

performance for Wilson brewed the subtle poison which

industrious men injected into the veins of a staggering people, until the smashing powers of the Allied armies knocked them into submission".[2]

مختلف میڈیا ماہرین کے علاوہ دیگر اداروں نے بھی ان فلموں کے بچوں پر اثرات کا مطالعہ کیا مثلاً The Pyne Fund Studies نے 1929-32 کے دوران جب ان اثرات کا مطالعہ کیا تو یہ بات سامنے آئی کہ میڈیا سامعین پر براہِ راست اور انتہائی طاقتور اثرات ڈالتا ہے۔ اگر چہ ان نتائج کو درست ثابت کرنے کیلئے متعلقہ ادارے کو مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اس کی وجہ ٹھوس سائنسی شواہد کا نہ ہونا تھا۔

اس پروجیکٹ کے چیئرمین "ڈبلیو ڈبلیو چارٹر" نے ان موویز کے اثرات کے حوالے سے لکھا کہ ان موویز میں بچوں کے رویوں کو بہت گہرائی سے متاثر کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔

1938ء میں "اورسن ویلز" اور "مرکری تھیئٹر نے "ایچ جی ویلز" کا لکھا ہوا ڈراما "وار آف دا ورڈز" نشر کیا۔ یہ پروگرام ایک نیوز بلیٹن کی صورت میں نشر کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے سامعین یہ سمجھ بیٹھے کی کسی عجیب وغریب مخلوق نے زمین پر حملہ کر دیا ہے۔ اس وجہ سے عوام میں خوف وہراس کی صورتِ حال پیدا ہوگئی۔ اس کے بارے میں نیو یارک ٹائمز نے یہ دعویٰ کیا کہ ان نشریات کی وجہ سے لوگوں میں بڑے وسیع پیمانے پر ہیسٹریاء کیفیت پیدا ہوئی ہے اور ہزاروں لوگ خوف زدہ ہوے ہیں۔ اا طرح کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ میڈیا بلاشبہ لوگوں پر وسیع پیمانے پر گہرے اثرات مرتب کرنے کی وجہ بنتا ہے۔

میڈیا لوگوں کو خبروں اور رونما ہونے والے مختلف واقعات سے باخبر رکھتا ہے۔ کسی بھی بحران کے دوران میڈیا کا کردار بہت اہم ہو جاتا ہے۔ اس دوران میڈیا ان مخصوص حالات میں نہ صرف عوام کو آگاہی دیتا ہے بلکہ ہدایات بھی فراہم کرتا ہے مثلاً قدرتی آفات زلزلے، طوفان، سونامی یا وبا کے دنوں میں ہر پل عوام کو تازہ ترین صورت حال کے بارے میں آگاہ کرتا ہے۔ حکومت کا بھی معاون اور مددگار بنتا ہے۔

اس نظریے کے مطابق میڈیا حکام اپنے پیغامات کو اس لیے نشر کرتے ہیں کہ وہ اپنے طے شدہ اہداف کو حاصل کرنے کے لیے، اپنے خاص پیغامات سامعین تک پہنچا کر ان سے اپنی مرضی کا ردِ عمل چاہتے ہیں۔ اس طرح لوگوں کے رویوں میں بھی بڑے پیمانے پر تبدیلی رونما ہوتی ہے کیونکہ وہ ان موصول ہونے والے پیغامات کے پس منظر اور پیش منظر سے آگاہ نہیں ہوتے۔

میجک بلٹ تھیوری کا شمار پروپیگنڈہ تھیوریز میں ہوتا ہے۔ لفظ "پروپیگنڈہ" کی تعریف کرتے ہوئے

1948ء میں Doob نے کہا کہ پروپیگنڈہ کی حتمی تعریف کرنا مشکل ہے کیونکہ یہ مختلف ادوار اور ثقافتوں میں لوگوں کے رویوں سے بھی منسلک ہوتا ہے۔ تاہم Jowett اور O'DONNELL نے Doob کے بیان پر تنقید کی اور کہا:

"He defined Propaganda as the deliberate and systematic attempt to shape perceptions, manipulate cognitions and direct behaviour to achieve a response that furthers the desired intent of the propagandist".[3]

پروپیگنڈہ کا مقصد عوامی رائے کو کنٹرول کرنا اور ان کے رویوں کو تشکیل دینا ہوتا ہے تاکہ وہ اپنی مرضی کا ردِ عمل حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔ کچھ ماہرین کے مطابق پروپیگنڈہ کرنے والوں کا مقصد عوام کے نظریات کو متاثر کرنا ہوتا ہے۔ اس مضمون کے مطابق:

"Advertising is a form of propaganda it is used by structural establishments to influence their audience".[4]

میجک بلٹ تھیوری، ایک مواصلاتی تھیوری ہے۔ اسے ہائپوڈرمک نیڈل تھیوری بھی کہا جاتا ہے۔ اسے ماس میڈیا کی قدیم ترین تھیوریز میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسے "Mother Of All Media Theories" کہا گیا ہے۔ 1930ء سے میں دوسری جنگ عظیم، جرمنی اور یونائیٹڈ سٹیٹس نے میڈیا کو پروپیگنڈہ کے لیے استعمال کیا اور اس طرح لوگوں کو متاثر کیا گیا۔ 2008ء میں "Fourie" نے یہ سوال اٹھایا کہ میڈیا نیڈلز اور بلٹز (خبریں یا پیغامات) جو تصورات، رویوں اور اقدار پر مبنی ہوتے ہیں، براہِ راست لوگوں کے ذہنوں میں ٹیکے یا گولی کی صورت میں لگتے ہیں اور سرائیت کر جاتے ہیں۔ یہ عوام کے ذہنوں پر فوری اور تا دیر رہنے والا اثر ڈالتے ہیں۔

میجک بلٹ تھیوری کے تحت دیا جانے والا پیغام سامعین کے اندر تبدیلی کی وجہ بنتا ہے۔ "سٹینلے۔ بی" نے 2009 میں کہا کہ:

"It can penetrate most people defewes and condition them to act inways useful to propagandist[5].

جنگِ عظیم اول کے دوران "ہیرالڈ لیسویل نے کہا کہ لوگوں کو ان پروپیگنڈہ خبروں، پیغامات کے

ذریعے شکار بنایا گیا اور اس طرح بڑے پیمانے پر لوگوں کو نشانہ بنایا گیا اور لوگوں کے رویئے کو بڑے پیمانے پر تبدیل کیا گیا۔

گروسبرگ (Grossberg et al) 2006 کے بقول میڈیا پیغامات سامعین کی بہت بڑی تعداد پر ناقابل مزاحمت اثرات ڈالتے ہیں۔ ان اثرات کے حوالے سے ایک مشہور واقعہ 'ایچ۔جی۔ویلز' کے ناول "وار آف دی ورلڈز" کی ریڈیو نشریات کا ہے کہ ناردرن نیوجرسی پر خلائی مخلوق (Martins) نے حملہ کر دیا ہے۔ جب یہ خبر دی گئی تو لوگ بہت بری طرح خوف زدہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ شہر سے نقل مکانی کر گئے۔ میڈیا جب اس طرح لوگوں کی زندگی کو فکشن یا خبروں کے ذریعے متاثر کرتا ہے تو لوگوں کو اس کے بدلے کوئی معاوضہ یا صلہ نہیں دیا جاتا۔ لوگ فقط میڈیا کے اہداف کو پورا کرنے کا ایک ذریعہ بنتے ہیں۔

1940ء میں لیزرز فیلڈ Lazersfeld نے Franklin -D میں انتخابات کی ایک مہم کا مشاہدہ کیا اور اس مشاہدہ کو اس نے "People's Choice" کا نام دیا۔ اس انتخابات کی مہم میں میڈیا کے اثرات کا جائزہ لیا گیا اور لیزرز فیلڈ اس نتیجے پر پہنچا کہ ضروری نہیں کہ میڈیا ہی لوگوں کی سوچ اور رد عمل کو کنٹرول کرے بلکہ خبروں کی بجائے عوام الناس کی ذاتی رائے زیادہ اثر رکھتی ہے۔

میجک بلٹ تھیوری اکیسویں صدی سے کوئی مطابقت یا اثرورسوخ رکھتی ہے یا نہیں؟ میجک بلٹ تھیوری پر اس حوالے سے میڈیا کو ماہرین اور محققین نے اپنی راء کا اظہار کیا۔ جیسا کہ "جووٹ Jowett" اور "او-ڈونل O'DONNELL" نے 2012ء میں کہا کہ میجک بلٹ تھیوری اپنی جدید شکل میں مختلف میڈیا کارپوریشن کی Unintentional Advertisements میں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ اشتہارات سامعین میں میڈیا کا پیغام پیدا کرتے ہیں (جو بظاہر پوشیدہ ہوتا ہے) اور پھر سامعین اس پیغام پر بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کیا رد عمل دیتے ہیں جو ان کے رویئوں میں تبدیلی کو تحریک دیتا ہے۔ اسے ماہرین نے "Stimuly" کہا ہے۔

"جووٹ اور او-ڈونل" نے میڈیا میجک بلٹ تھیوری کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ارادتاً ترتیب دی گئی ان اپیلوں، بیانات اور علامتوں کا ایک سلسلہ ہوتا ہے جو پیغام دینے والے کے اپنے نظریات کے مطابق ہوتا ہے اور یہ پیغام پھر ان نظریات کے مطابق، اسی زاویے سے وصول کنندہ (Receiver) کو متاثر کرتا ہے اور یہ پیغام خاص انداز سے عمل کرتا ہے اور اس طرح سامعین کے ذہنوں میں ایک خاص میموری کو قائم رکھتا ہے۔ یعنی یہ کہا جا سکتا ہے کہ میڈیا پیغامات، اشتہارات اور خبریں پروپیگنڈہ کی ایک صورت ہے تاکہ سامعین کو ایک خاص نقطہ ء نظر سے متاثر کیا جا سکے۔

"سکالرز آن لائن جرنلز" میں ایک مضمون (Exoo,1994,page:258) میں "Exoo" کے بیانات کے مطابق جن پر بعد میں "جووٹ اور او۔ڈونل نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ایڈورٹائزرز اپنے گاہکوں کو آئیڈیاز اور اپیلیں وغیرہ اس طرح فروخت کرتے ہیں کہ ان کو بعض اوقات روحانیت، عقائد اور مذہب سے جوڑ دیتے ہیں۔اس طرح سامعین کا ردعمل زیادہ شدید ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حب الوطنی کو بھی پروپیگنڈہ کیا جا سکتا ہے۔

(Even,1974,Cited in Exoo,1994, Page:281) میں اس حوالے سے کہا گیا:

"There is self-inadequacy rendered by advertiser;human-kind, once thought of as spiritual being,God made, was abridged hardly viable, without products to cure its woeful inadequacies.[6]

تاہم میجک بلٹ تھیوری یہ تجویز پیش کرتی ہے کہ پیغامات پروپیگنڈے کے ساتھ انجیکٹ کیے جاتے ہیں اور ان کے خلاف سامعین مزاحمتی ردِعمل نہیں اپنا سکتے کیونکہ وہ اس وقت passive state of mind میں ہوتے ہیں۔

مثال کے طور پر میک اپ سے متعلقہ اشیاء کی تشہیر کے دوران اپنی پروڈکٹس کو اس طرح بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے کہ صارفین کا ذہن خود بخود اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس چیز کو خریدنے کے لیے بہت بیقرار اور مشتاق ہو جاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اشتہار کے ذریعے اس کے ذہن میں یہ بلٹ فائر کی گئی ہے کہ وہ اس کے استعمال سے زیادہ پرکشش اور خوبصورت نظر آئے گا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اشتہارات ایک دھوکا ہے جو لوگوں کو دیا جاتا ہے۔ان کے ذریعے ان کے اندر متعلقہ شے کے لیے خواہش پیدا کی جاتی ہے۔

اشتہارات کے اپنے سامعین یا عوام کے رویئوں پر اثرات کے بارے میں "باران Baran" نے 2012 میں امریکہ کے بارے میں کہا کہ اکیسویں صدی کی امریکی ثقافت "Culture of add preak" بن چکی ہے۔ جس میں صارفین میڈیا کے محتاج ہو گئے ہیں۔ امریکہ میں میڈیا اس قدر طاقتور اثرات کا حامل ہے کہ لوگ سخت محنت کر کے کماتے ہیں اور پھر یہ محنت کی کمائی ان چیزوں کی خریداری پر لگا دیتے ہیں جن کی میڈیا کے ذریعے تشہیر کی گئی جن کی انھیں ضرورت نہیں ہوتی۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے "میک لوہانMcLuhan" نے کہا:

........"that advertisers is a form of deception and use discrete ways to carry out their research,in form of demographic and psycho-demografic analyses of exact target market. Further explained that many thausands of unsurpassed proficient minds have made it a profession to get into collective people mind,to get inside to exploit, control and to manipulat[7]".

تنقید: ناقدین نے میجک بلٹ تھیوری پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ میڈیا کے سامعین پر اثرات کا تعلق انسانی فطرت کے بارے میں مفروضات پر مبنی ہے۔ اس کی بنیاد تحقیق سے حاصل ہونے والی Empirical Findings پر نہیں ہے۔ یہ تصور Notion ثابت کرتا ہے کہ میڈیا کی طرف سے فائر کیے گئے بلٹ یعنی پیغامات یا خبریں جو بلٹ کی طرح فائر کیے جاتے ہیں یا انجیکٹ کئے جاتے ہیں، ان کے مقابل سامعین کا ردِ عمل بے ساختہ ہوتا ہے اور وہ اس معاملے میں بے بس ہوتے ہیں۔ اس میں یہ بھی فرض کر لیا جاتا ہے کہ اس پیغام کے لیے تمام سامعین کا ردِ عمل یکساں ہوتا ہے۔ یہ رد عمل انفرادی اختلافات کی وجہ سے مختلف بھی ہو سکتا ہے اور محدود بھی۔ مثال کے طور پر ذہانت اور تعلیم ان پیغامات کے اثرات کو کم کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ سماجی طبقات اور مذہبی وسیاسی وابستگیاں بھی انھیں متاثر کر سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں ذاتی تعلقات مثلاً اعزہ واقربا، حلقہء احباب وغیرہ۔

صاحب مضمون کے مطابق:

"Magic Bullet Theory was perceived as an oversimplification effect of media,as such that Grossberg.et.al.,(2006)stated that" different people responded differently to the same messages and that some people may be more vulnerable to the influence of media message "also the same injection (hypodermic needle)

does not have a static effect whatsoever on every individual.[8]

پس Metaphorically یہ کہا جا سکتا ہے کہ میجک بلٹ شاٹ مختلف سامعین سے، مختلف پیغامات کے لیے مختلف رد عمل ظاہر کرا سکتا ہے۔

اس اثر کے نتیجے میں عوام کا جو رد عمل سامنے آتا ہے وہ بے ساختہ اور عجلت میں ہوتا ہے۔ماہرین کے مشاہدے میں یہ بات بھی آئی ہے کہ ایک پیغام کے بارے لوگوں کے رد عمل میں بہت یکسانیت بھی پائی گئی ہے۔

جبکہ بعض ناقدین نے اس تھیوری پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ تھیوری اس وقت ظاہر ہوئی جب میڈیا بھی ابھی نیا تھا۔اس کا اتنا زیادہ چلن نہیں تھا،اس لیے مغربی معاشروں میں اس کے اطلاق کی ضرورت بھی زیادہ تھی۔انھوں نے عوام پر اشتہارات کے مابعد اثرات پر کا بھی مشاہدہ کیا۔

ماہرین نے کہا کہ یہ نظریہ مابعد اثرات کے مطالعہ کے ساتھ اس بات پر بھی توجہ مرکوز کرتا ہے کہ عوام پر اثرات کے حوالے سے اس کی مطابقت کیا ہے۔

یہ بلاشبہ حقیقت ہے کہ اشتہارات پروپیگنڈہ Tool ہی کی ایک شکل ہے۔ اشتہارات کو مختلف آرگنائزیشنز اور ادارے، سٹیک ہولڈرز اور گاہکوں کے "Buying Behaviour" یعنی خریداری رجحان کو متاثر کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

**میجک بلٹ تھیوری اور اس کی ساخت:**

اس تھیوری کا شمار چونکہ پروپیگنڈہ تھیوریز میں ہوتا ہے۔اس سلسلے میں سب سے بڑا مرحلہ اور چیلنج پروپیگنڈہ کی صاف اور واضح تعریف ہے۔

اس بارے "DOOB ڈوب" نے بڑے محتاط انداز میں کہا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ لفظ "پروپیگنڈہ" کی ایک حتمی تعریف کی جائے۔کیوں کہ اس کا تعلق مختلف ادوار اور مختلف ثقافتوں کے حامل لوگوں کے رویوں سے ہے جو کہ ایک بہت پیچیدہ عمل ہے۔ تاہم اس کے باوجود "جووٹ" اور "او'ڈونل" نے اس پر تنقید کی اور "پروپیگنڈہ" کی تعریف اس طرح کی کہ یہ ایک منظم اور باضابطہ کوشش ہے کہ یہ لوگوں کے تصورات، نظریات اور براہِ راست رد عمل اور رویوں کو تشکیل دیتا ہے اور ہدایات دیتا ہے تاکہ ایسا رد عمل حاصل کیا جاسکے جو ایک پروپیگنڈسٹ کے مقاصد کو مزید پورا کر سکے۔

پروپیگنڈہ سے دی جانے والی معلومات کا بنیادی مقصد ہی دراصل لوگوں کی رائے اور ان کی سوچ میں تبدیلی لانے کے ساتھ ساتھ ان کے رویوں میں من چاہا بدلاؤ لانا ہوتا ہے۔
پس پروپیگنڈہ کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی جاتی ہے:

"The basic information delivered by propaganda tends to control public opinion and shape their behavioural patterns".[9]

پروپیگنڈہ ماہرین کے مطابق پیغام تخلیق کرنے کا مقصد عوام کی رائے اور سوچ کو متاثر کرنا ہوتا ہے۔اس لیے کہا جاتا ہے کہ اشتہارات بھی پروپیگنڈہ ہی کی ایک شکل ہوتے ہیں اور Structural Establishments اپنے سامعین کو متاثر کرنے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔

## میجک بلٹ تھیوری کا نظریاتی دائرہ کار:

میجک بلٹ تھیوری یا ہائپوڈرمک نیڈل تھیوری کے بارے میں عام طور پر یہ بات مسلمہ ہے کہ (میڈیا ماہرین کے مطابق) یہ ماس میڈیا کی سب سے قدیم تھیوری ہے۔اسی لیے اسے "Mother Of All Theories" بھی کہا جاتا ہے۔

اس تھیوری نے 1930ء میں دوسری جنگ عظیم میں جرمنی اور یونائیٹڈ سٹیٹس دونوں ملکوں میں عوامی سوچ کو بہت زیادہ متاثر کیا۔اس تمام قصے کے پس منظر میں۔میڈیا ماہرین کی آراء اور تجاویز شامل ہیں۔۔

سال 2008ء میں "Fourie" نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ اس تھیوری میں میڈیا کے پیغامات یعنی Bullets اور Needles جو دراصل کسی خیال، رویے اور قدر پر مشتمل ہوتا ہے جو انسانی ذہن میں تبدیلی لاتا ہے۔یہ تبدیلی اس پیغام کے مطابق ہوتی ہے اور اس طرح انسان کی سوچ اس پیغام کے حق میں بدل جاتی ہے۔میجک بلٹ تھیوری میں بھی سامعین کے رویئے کو اس پیغام کے مطابق بدلنے کی بھرپور قوت موجود ہے۔اس سلسلے میں سامعین بے خبر اور بے بس یعنی Passive ہوتے ہیں اور وہ میڈیا پیغامات کے خلاف مزاحمت نہیں کر سکتے۔

میڈیا ماہرین میں سے Stanley -B نے میجک بلٹ تھیوری کے اثر و رسوخ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ

"The Magic Bullet Theory, cause changes in audience

behaviour towards the message. Audience are passive and they can't resist the media message.It can penetrate most people defences and condition them to act in ways useful to propagandist".[10]

ہیر الڈ لیسویل نے دوسری جنگ عظیم کے دوران کہا تھا کہ سامعین ان پروپیگنڈہ پیغامات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جس میں یہ سامعین کے رویوں کو بہت واضح طور پر متاثر کرتا ہے۔

اس تھیوری پر تحقیق سے حاصل ہونے والے نتائج نے یہ بات ثابت کی کہ یہ اثرات ناقابل مزاحمت ہوتے ہیں اور بہت گہرے اثرات رکھتے ہیں۔ 2006ء میں Grossberg et al نے تحقیق کر کے جو نتائج مرتب کیے ان میں کہا کہ سامعین کی بہت بڑی تعداد پر میڈیا کے پیغامات کے ناقابلِ مزاحمت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

میڈیا کے عوام پر اثرات کا مشہور واقعہ جو میجک بلٹ تھیوری کی بنیاد بنا وہ یہ تھا کہ ناول "War Of The World s" جس کے مصنف "ایچ-جی ویلز H.G.Wells" ہیں، اس کی ریڈیو پر نشریات کے دوران یہ افواہ پھیلا دی گئی کہ شمالی نیو جرسی میں خلائی مخلوق "Martins" نے حملہ کر دیا ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ نیو جرسی کی عوام میں بہت زیادہ خوف و ہراس پھیل گیا۔ یہاں تک کہ لوگ بڑے پیمانے پر شہر بدر ہو گئے۔ نیو جرسی میں ہونے والے اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح پروپیگنڈہ کرنے والے (Propagandists) نے میجک بلٹ تھیوری کو آپریٹ کر کے اپنے اہداف اور مقاصد کو حاصل کیا۔ مگر سامعین جو میڈیا پر اندھا اعتماد کرتے ہیں، انھوں نے ایک فرضی اور خود ساختہ صورت حال کو حقیقت سمجھ کر رد عمل کیا۔ قابلِ رحم پہلو یہ ہے کہ انھیں اس ساری صورتحال میں کسی بھی طور پر سراہا نہیں گیا اور نہ ہی اس صورت حال کا اعتراف کیا گیا جو اس پروپیگنڈے کے نتیجے میں پیدا ہوئی یا جس اذیت اور آزمائش سے یہ سامعین دوچار ہوئے۔

جب کہ اس نظریے کے برعکس عوام پر میڈیا کے اثرات کا مطالعہ کرنے کیلئے " لیزرز فیلڈ Lazersfeld" نے 1940ء میں "فرینکلن-ڈی Franklin D." کی انتخابی مہم کے دوران اس نظریے کے حوالے سے منصوبہ سازی کی۔ لیزرز فیلڈ نے اس انتخابی مہم کے دوران "People's Choice" کے نام سے میڈیا کے اثرات کا مطالعہ کرنے کیلئے کام کیا تا کہ میڈیا پیغامات کے اثرات بارے حقائق اکٹھے کر کے درست

نتیجے پر پہنچا جائے۔ اس تحقیق کے نتیجے میں حاصل ہونے والے شواہد کی بنا پر لیزرز فیلڈ نے اس بات کو رد کر دیا کہ میجک بلٹ تھیوری سے فائر کیے گئے پیغام اور متعلقہ سامعین Interpersonally زیادہ متاثر ہوتے ہیں بہ نسبت کسی دوسرے پیغام کے۔

## میجک بلٹ تھیوری کی اکیسویں صدی سے مطابقت:

اس تھیوری کے حوالے سے یہ بات اہم ہے کہ کیا اس تھیوری کو اکیسویں صدی کے اس جدید دور میں بھی کوئی عملی حیثیت حاصل ہے یا نہیں؟ میڈیا ماہرین نے اس امر کا بھی جائزہ لیا ہے کہ میجک بلٹ تھیوری اکیسویں صدی میں جب میڈیا بہت زیادہ ترقی یافتہ ہو چکا ہے، اس کی کیا اہمیت ہے اور یہ کہ آیا اس جدید دور میں بھی یہ تھیوری اپنے اثرات کے حوالے سے بھی مستند تھیوری ہے یا نہیں؟

میڈیا ماہرین اس حوالے سے کہتے ہیں کہ ہم آج کے دور میں بھی میجک بلٹ تھیوری کی جدید شکل دیکھ سکتے ہیں کہ جب کسی کارپوریشن کی غیر ارادی تشہیری مہم کے حوالے سے سامعین کے ذہنوں میں ایک پیغام تخلیق کیا جاتا ہے اور سامعین کسی قسم کی ہچکچاہٹ کے بغیر اس پیغام کے متعلق اپنا ردعمل ظاہر کریں۔ جو ان کے اندر پیدا ہوئے والی اس بے ساختہ تبدیلی کو ظاہر کرتا ہے جو اس پیغام نے ان کے رویئے میں پیدا کی۔
جووٹ اور او-ڈونل نے میجک میڈیا بلٹ تھیوری کے جدید دور میں اثرات کی وضاحت کرتے ہوئے اس طرح تعریف کی ہے:

> "A series of symbols,appeal and information deliberately designed to influence receiver Of the message to act in same specific impulse either negative or positive way or only retain a memory."[11]

جووٹ اور او'ڈونل نے یہ تعریف ایک تشہیری مہم کی ہے۔ ان کی اس تعریف کی روشنی میں اشتہارات، اپیلوں، بیانات اور علامتوں کا ایک ایسا سلسلہ ہوتے ہیں۔ جو اس پیغام کے وصول کنندہ پر اثرانداز ہونے کے لیے ہوتا ہے۔ اور یہ اثرات ان کے اپنے مقاصد کے مطابق ہوتا ہے۔ سامعین کے ذہنوں میں اس پیغام کی یاد رکھتے ہوئے، ان سے بے خبری میں یعنی Passive Way میں عمل کرانا ہوتا ہے۔ اس لیے ماہرین کہتے ہیں کہ اشتہارات بھی پروپیگنڈے کی ایک قسم ہیں۔ مختلف کارپوریشن اور ادارے یا آرگنائزیشنز ان سامعین کو اپنے اہداف اور مقاصد پورے کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

مگر اس حوالے سے کچھ متضاد آرا بھی ماہرین نے دی ہیں۔ جیسا کہ،EXOO نے اس پر تنقید کرتے ہوئے ایک متنازع بیان دیا ہے، یہ 1994 ء میں انھوں نے اپنے مضمون میں اظہار کیا۔ اس کے مطابق اشتہارات حتمی طور پر پروپیگنڈہ کی ایک قسم ہیں۔EXOO کے اس متنازع بیان پر، جووٹ اور او'ڈونل نے 2012ء میں تحقیق کی اور عوام پر اشتہاری مہموں کے اثرات کا تجزیہ کیا۔[12]

یہ بات قابل بحث ہے کہ لوگوں تک میڈیا کے ذریعے پہنچائے جانے والے پیغامات کے اثرات جو سامعین پر یقیناً ہوتے ہیں۔ ان کی بنیاد وہ مفروضات ہیں جو انسانی فطرت کے بارے میں فرض کر لیے جاتے ہیں۔ مگر انھیں تحقیق کی کسوٹی پر پرکھا نہیں گیا کہ واقع ہی ایسا ہوتا ہے۔ یہ NOTION ثابت کرتا ہے کہ سامعین میڈیا سے فائر کیے گئے پیغام کے خلاف مزاحمت کرنے کے معاملے میں بے بس ہوتے ہیں۔ مزاحمت کرنا ان کے اختیارات سے باہر ہوتا ہے۔ اس طرح فرض کر لیا گیا ہے کہ متعلقہ پیغام کے بارے میں سامعین کا ردعمل یکساں ہوتا ہے۔ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ میڈیا کا اثر سامعین پر ان کے انفرادی اختلافات کے حوالے سے محدود ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ذہانت، تعلیم، قابلیت یا مالی حالات وغیرہ۔ علاوہ ازیں سیاسی، مذہبی اور خاندانی اثر رسوخ اس ردعمل میں تغیر لاتے ہیں۔

"باران"(Baran 2012,P.363) کے مطابق تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تھیوری کو، میڈیا کے ایک Over Simplification Effect کے طور پر Perceive کیا گیا ہے۔ جیسا کہ "گروسبرگ۔ ای۔ ٹی، اے ایل نے 2006ء میں اس پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہا کہ مختلف لوگ ایک ہی پیغام کے بارے میں اپنا مختلف ردعمل دیتے ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ میڈیا پیغامات کے بارے میں زیادہ حساسیت پائی جاتی ہو۔ اس طرح ایک بلٹ یا انجیکشن کا مختلف لوگوں پر مختلف اثر ہوتا ہے۔ ایک انجیکش کچھ کو صحت یاب بھی کر سکتا ہے اور کچھ کو نہیں بھی۔

اس صورتحال کے بارے میں ماہرین میڈیا نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

> "Metaphorically speaking Magic Bullet shot,still leaves room for different reactions to a different message to different audience.Just like how someone shot in the head may die but another may live to tell the tale[13]".

## میڈیا کے سماج، انسانی ذہن اور رویئوں پر اثرات:

انسانی تاریخ بتاتی ہے کہ اس دنیا میں آنے کے بعد، انسان کی جو بنیادی ضروریات تھیں انھی حاصل کرنے کے لیے انسان نے تگ و دو شروع کر دی۔ ان میں تین طرح کی ضروریات شامل تھیں۔ جن میں سب سے پہلی ضرورت تھی:

1-بھوک، یعنی پیٹ کیسے بھرنا ہے؟

2-رہنے کے لیے کوئی ٹھکانہ یعنی سر چھپانے کے لیے چھت۔

3-ستر پوشی یعنی تن ڈھانپنے کے لیے کیا کیا جائے؟

انسان نے بہت ابتدائی ایام میں اپنی بھوک مٹانے کے لیے جو بھی میسر تھا اس سے کام چلایا۔ جنگلی پھل پھول کھا کر اس نے گزارا کیا۔ درختوں کے پتوں وغیرہ سے اس نے تن ڈھانپنے کی کوشش کی۔ رہنے سہنے کے لیے درختوں پر بسیرا کیا یا پھر اس نے غاروں اور کچھاروں میں پناہ لی۔ اس طرح انسانوں نے ابتدا میں اپنی اپنی خوراک، پوشاک اور مسکن کا انتظام تن تنہا یعنی اکیلے اکیلے رہ کر کیا کیوں کہ آپس میں کوئی میل جول نہ تھا۔ اس طرح ان کے درمیان کسی قسم کے ترحم یا ہمدردی کے جذبات بھی نہیں پائے جاتے تھے۔۔ بالفاظ دیگر انسانی وجود تو روئے زمین پر تھا مگر انسانی زندگی بالکل بے معنی تھی۔

انسان نے پھر اپنی کھانے پینے کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایک قدم آگے بڑھایا اور چھوٹے موٹے جانوروں کا شکار کرنا شروع کیا۔ اس طرح خوراک کے نئے ذرائع استعمال کرنے لگا۔ دوسری طرف موسمی سختیوں اور خونخوار جنگلی جانوروں کے حملوں سے بچنے کے لیے اس نے غاروں میں پناہ ڈھونڈی۔ تن ڈھانپنے کے لیے اس نے نئے ذرائع دریافت کیے۔ اس طرح ان ضروریات خاص طور پر رہائش گاہ کے لیے انھیں ایک دوسرے کی ضرورت پڑی کیونکہ ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کے بغیر یہ سب حاصل کرنا ناممکن تو نہیں مگر بہت مشکل تھا۔ یعنی اب انسان کو سماج کی ضرورت پڑی۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ بہتر زندگی اکیلے اکیلے رہ کر گزارنا ممکن ہی نہیں تھا۔ یعنی ایک ایسا گروہ وجود میں آیا جو مل جل کر ان ضروریات کو ممکن بنا سکے۔ زندگی گزارنے کے لیے انسان کو ایک دوسرے کی ضرورت پڑی، یوں انسان ایک دوسرے کے قریب آیا۔ اس وجہ سے ان کے درمیان ایک دوسرے سے تعاون کرنے، ہمدردی کرنے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کے جذبات پیدا ہوئے۔ اس ہمدردی اور احساس کے جذبے کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کی مدد کرنے لگا اور اس نے مل جل کر اکٹھے رہنا شروع کر دیا۔ پھر اس نے پتھروں سے آگ پیدا کی، جانوروں کی کھال سے

اپنے لیے پوشاک کا انتظام کیا اور اسے لباس کے طور پر پہننا شروع کر دیا۔ اپنی حفاظت کیلئے لکڑی اور پتھروں سے ہتھیار بنا لیے۔

مختصر یہ کہ انسان نے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنا شروع کر دیا۔ اس باہمی میل جول کے قائم ہونے سے انسانی سماج کی بنیاد پڑی۔ یہ باہمی میل جول اور اس طرح اکٹھا رہنا اب اس کی ضرورت بن گیا۔ اکٹھ میں رہ کر ہی اس کی زندگی بہتری کی طرف بڑھی۔ سماج کے ذریعے اس نے زندگی گزارنے کے مختلف وسائل استعمال کیے۔ یوں 'سماج' وجود میں آیا۔

## سماج کا معنی و مفہوم:۔

جہاں تک لفظ سماج کا تعلق ہے، یہ لفظ سنسکرت کے دو لفظوں سے مل کر بنا۔ ان میں سے ایک لفظ 'سم' اور دوسرا لفظ 'آج' ہے۔ 'سم' کا معنی ہے اکٹھ یا ایک ساتھ اور 'آج' کے معنی ہیں رہنا۔ اس طرح سماج کے لغوی معنی ایک ساتھ مل جل کر رہنے کے ہیں۔ اس معنی کی روشنی میں جہاں افراد ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں، وہیں سماج وجود میں آ جاتا ہے۔ سماج کیا ہے؟ سماجیات کے ماہرین نے اس وسیع تر معنی و مفہوم رکھنے والے موضوع کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے:

"جارج سمل George Simmel" جو ماہر سماجیات ہیں انھوں نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:

"سماج ان لوگوں کا گروہ ہے جو آپس میں باطنی طور پر ایک دوسرے سے وابستہ ہوں۔"

"فئر چائلڈ" سماج کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

"سماج انسانوں کا ایسا گروہ ہے جو اپنے بہت سے ضروری مقاصد جن میں لازمی طور سے خود کی حفاظت یا پیٹ بھرنا اور کپڑا ہے کے لیے ایک ہوتا ہے۔"[14]

"مورس جنز برگ Morris Gins Berg" کے مطابق:

"سماج، انسان کا وہ گروہ ہے جو کچھ تعلقات یا رشتوں، اخلاق کے کچھ طریقوں کے ذریعے یکجا ہے۔ جو انھیں ان لوگوں سے الگ رکھتے ہیں جو ان رشتوں سے وابستہ نہیں ہوتے اور اخلاقی طور پر ان سے الگ ہوتے ہیں۔"[15]

"میک لیور Meclivar" کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ "سماج، سماجی رشتوں کا ایک جال ہے۔"[16]

ان درج بالا تعریفوں کی روشنی میں گویا "سماج" افراد کا ایک ایسا گروہ ہے یا جماعت ہے جس میں شامل تمام افراد اپنی اپنی روایات اور اصولوں کی ڈور سے بندھے ہوتے ہیں۔ گویا سماج افراد کا ایک مجموعہ ہے۔ جب ہم کسی سماج کے بارے میں سوچتے ہیں تو افراد اور ان کی بہتری اور فلاح کا تصور ابھر کر آتا ہے

کیونکہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ افراد کی حالت ابتر ہو اور یہ کہا جائے کہ سماج بہتر ہے۔ سماج کو بہتر ہونا چاہیے تا کہ افراد کی حالت بہتر ہو۔ سماج کو بہتر بنانے کی سعی اور کوشش کا مقصد افراد کی آزادانہ نشو و نما اور غیر مشروط ترقی ہوتی ہے۔ ایک فرد کی آزادی، ایک انصاف پرور سماج کی تشکیل کے بغیر ناممکن ہے۔ سماج میں لچک موجود ہوتی ہے۔ سماج ہمیشہ وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھلتا رہتا ہے، متغیر ہوتا رہتا ہے۔

"آزاد دائرہ المعارف، وکی پیڈیا کے مطابق "لفظ 'سماج' کا معنی و مفہوم اور تعریف اس طرح ہے:-

آزاد دائرہ المعارف' کے مطابق یہ سنسکرت کے دو لفظوں 'سم' اور 'اج' سے مرکب ہے۔ اس کا معنی ہے ایک ساتھ یا مل جل کر رہنا۔[17]

"آن لائن، قومی انگریزی اردو لغت، ادارہ فروغ قومی زبان اسلام آباد" کے مطابق سماج کا معنی ہے، گروہ، مشترک ہونے کی حالت، مشترکہ ملکیت، خوشی، ذمہ داری وغیرہ، مشترک کردار، معاہدہ، شناخت، سماجی میل جول، عمرانی رابطہ، جماعت، دوسروں کے ساتھ مشترکہ زندگی یا ایک ہی جگہ رہنے یا ایک ہی قسم کے احکام و قوانین کے تحت ہونے کے باعث لوگوں کی جماعت سازی، ایسے لوگوں کی جماعت جن کے مفادات مشترک ہوں۔ رشتوں اور روابط کے ذریعے باہم منسلک اور ایک ہی علاقے کے باشندے۔ اس لیے کوئی بھی ایسی جماعت یا گروہ جس کے اراکین ایک ساتھ مل کر رہتے ہیں، جن میں خاص طور پر خانقاہوں کے پادری یا راہب، آبادی، محلہ، برادری، قوم، فرقہ، ملت، جمعیت وغیرہ۔[18]

اس طرح یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ کوئی انسانوں یا افراد کا گروہ اس وقت تک مکمل انسان نہیں کہلا سکتا جب تک کہ اسے اپنے وجود کی بقا کے لیے تمام تر "معیاری" اور "مناسب ماحول" میسر نہ آجائے۔

چونکہ فطری طور پر یہ معیاری اور مناسب ماحول انسان کو میسر نہیں ہے اس لیے اس مقصد کے حصول کیلئے انسان نے خود محنت کی، کوشش کی۔ وہ اپنی اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب رہا اور یہ اس کی اضافی صفات بن گئیں۔ اور لوگوں کے جس گروہ میں یہ صفات موجود ہوں اسے "سماج" کا نام دیا گیا۔[19]

مضمون نگار نے اپنے مضمون میں کہا کہ انسانوں کا گروہ یا مجموعہ سماج کہلاتا ہے۔ گروہ اور انسانوں کا اجتماع یا جماعت، سادہ سے پیچیدہ کی طرف بتدریج بڑھتے رہے ہیں اور یہ تمام تگ و دو انسان کی معیاری اور مناسب ماحول کے لیے تھیں۔ اس طرح یہ دونوں تقابلی صفات بھی بنتی چلی گئیں۔ اس معیاری اور مناسب ماحول کے فرد کی انفرادی زندگی میں بھی کچھ معنی ہوتے ہیں اور پورے سماج کی مجموعی زندگی میں بھی یہ دونوں الفاظ اپنے معنی رکھتے ہیں اور انھی کی وجہ سے ہر سماج میں ترقی کا عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

جنگ اخبار کی ویب سائٹ پر 'تعلیم' کے تحت دیے گئے ایک مضمون کے مطابق جو 2,جون 2019 کو لکھا گیا۔ اس مضمون کا عنوان "عمرانیات کی تعلیم اور سماجی شعور" ہے۔ اس مضمون میں صاحب مضمون کا کہنا ہے کہ معروف یونانی فلسفی ارسطو نے انسان کے بارے میں کہا تھا کہ انسان فطری طور پر سماجی جانور ہے، جو معاشرے کے بغیر گزر بسر نہیں کر سکتا۔ ارسطو کے الفاظ میں:

"انسان فطری طور پر سماجی جانور ہے۔ جس کا گزارا معاشرے کے بغیر نہیں ہو سکتا اگر کوئی خود کو معاشرے سے بیگانہ رکھتا ہے، وہ یا تو حیوان ہے یا پھر دیوتا۔"[20]

اسی طرح فرانسیسی فلسفی 'روسو' نے انسان کو فطرتاً آزاد منش قرار دیتے ہوئے اپنے عمرانی معاہدے میں فرد کی انفرادیت کو ترجیح دیتے ہوئے کہا: "فطرت نے اسے آزاد پیدا کیا لیکن معاشرے نے اسے زنجیروں میں جکڑ دیا"[21]

عمرانیات میں سماج کا سائنسی بنیادوں پر مطالعہ کیا جاتا ہے۔ کسی بھی سماج یا معاشرے کے خط و خال کیا ہوتے ہیں اور اس کے عروج و زوال میں کون سے نفسیاتی، بشریاتی، معاشی، سیاسی اور مذہبی عوامل شامل ہوتے ہیں۔

جدید دور میں میڈیا اور ابلاغ عامہ کسی بھی معاشرے کا انتہائی اہم، طاقتور اور با اثر عنصر ہے۔ موجودہ عہد میں ابلاغ عامہ کا شعبہ بہت زیادہ ترقی کر گیا ہے۔ اس شعبے میں موجودہ عہد کے مطابق بہت سی تبدیلیاں آ چکی ہیں۔ نئے نظریات سامنے آئے اور نئے نئے رجحانات کو راہ ملی۔ ابلاغ عامہ کے ذریعے لوگوں کی رنگ و نسل، جنس، عقیدوں، علاقائی تعصبات اور انفرادی اختلافات کو متاثر کیا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے لوگوں کو منفی اور مثبت دونوں طرح کا شعور دینے میں ابلاغ عامہ کے ذرائع مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ میڈیا کسی معاشرے کے لوگوں کے ذہنوں پر اپنا اثر ڈالتا ہے اور پھر ان کی سوچ کو اپنے مطابق کر کے، لوگوں کے رویئوں اور عمل کو ہدف بناتا ہے۔ اپنے پہلے سے طے شدہ اہداف کو حاصل کرنا میڈیا کا اصل مقصد ہوتا ہے اور چونکہ عوام اس صورتحال سے بے خبر ہوتے ہیں اس لیے وہ بڑی آسانی اور معصومیت سے اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یعنی میڈیا کسی معاشرے کے لوگوں کے ذہنوں کو متاثر کر کے، ان کے رویئوں کو اپنے زیر اثر کر لیتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ عوام کے باہمی اور اجتماعی ماحول کو بھی متاثر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ اپنے معاشرے کے لوگوں میں تعلیمی و تحقیقی شعور بھی پیدا کر سکتا ہے جو کہ معاشرے کو ترقی کی راہ پر گامزن کر دیتا ہے اور اسی طرح بیک وقت اپنے معاشرے کو کسی تخریبی اور بے راہ رو کر دینے والی سرگرمیوں اور رجحانات میں بھی

ملوث کر سکتا ہے۔یعنی میڈیا اتنا طاقتور اور اتنے گہرے اثر ورسوخ کا حامل ہے کہ اس سے قومیں اور معاشرے بنائے اور برباد کئے جاسکتے ہیں۔

اس طرح اگر معاشرے میں ذرائع ابلاغ کا مثبت پہلو مد نظر رکھیں تو یہ اپنے لوگوں کو جدید رجحانات سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ایسا تعلیمی و تحقیقی ماحول فراہم کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے جو عوام کی صلاحیتوں کو نکھار کر انھیں اس لائق بنا دیتا ہے کہ وہ اپنے معاشرے میں اپنی پیشہ ورانہ فرائض اور ذمہ داریاں بہتر طریقے سے ادا کر سکیں اور اپنے لوگوں کو مثبت ماحول دے سکیں۔

## جذبہ حب الوطنی: معانی و مفہوم:-

وطن سے محبت کا جذبہ، اپنی مٹی سے لگاؤ یا پیار اس جگہ بسنے والوں کے دل میں فطری طور پر پیدا ہو جاتا ہے۔انسا دنیا بھر میں سکونت اختیار کرے مگر وہ اپنی مٹی، اپنے دیس سے اپنی محبت کو دل سے نہیں نکال پاتا۔ اگر جذبہ ءحب الوطنی کے معنی اور مفہوم کو دیکھا جائے تو" آزاد دائرہ المعارف" کے مطابق اس کا مفہوم اس طرح ہے کہ یہ لفظ یعنی 'حب الوطنی' دو لفظوں کا مجموعہ ہے۔اس سے مراد ہے کسی شخص کی اپنے وطن سے محبت۔ کسی جگہ کا رہنے والا اس جگہ سے ثقافتی، فکری اور نظری طور پر جڑا ہوتا ہے اور اپنے ملک کی بقاء اور تحفظ کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے کے جذبے سے لیس ہو تا ہے۔،حب الوطنی کا ایک جزو نظریہ بھی ہے۔ جس کی بنیاد پر ایک ملک قائم ہوتا ہے۔ مثلاً ایک پاکستانی اگر اپنے ملک سے محبت کرتا ہے تو وہ اس نظریے کی بنیاد پر کرتا ہے کہ

"پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے۔جو دو قومی نظریے پر بنا ہے۔پاکستان کے قیام کا مقصد ہم مسلمانوں کو اپنی سرزمین پر اختیار دینا، اپنی ثقافت کی حفاظت کرنا اور آزادی سے بلاخوف وخطر مذہبی کام سرانجام دینا ہے۔"[22]

"ریختہ ڈکشنری، آن لائن" کے مطابق "حب الوطن" دو الفاظ کا مرکب ہے 'حب' اور 'وطن'۔یہ اسم واحد ہے۔۔اس کے متبادل الفاظ وطن پرستی، وطن دوستی، وطن سے محبت اور اپنے ملک سے عقیدت ہے۔ وطن سے محبت ہر انسان کے اندر فطری طور پر موجود ہوتی ہے۔ اپنی سرزمین اور وہ جگہ جہاں انسان پیدا ہوا، پلا بڑھا ہو، اسے وہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تر ہوتی ہے۔ اپنی جنم بھومی، اس مٹی سے پیار اور محبت کرنا، اس انسان کا فطری عمل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے پیارے مذہب اسلام نے بھی اس فطری عمل کو برقرار رکھا۔۔اسی لیے قرآن مجید میں اللہ ربّ العزّت نے جانوں کی محبت کو، وطن کی محبت سے ملا دیا۔یعنی ایک انسان جس طرح اپنی جان سے محبت کرتا ہے، اسی طرح وہ اپنے وطن سے بھی محبت کرتا ہے۔ قرآن مجید میں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ:

"اور اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنی جانوں کو قتل کر ڈالو! یا اپنے گھروں یعنی وطن سے نکل جاؤ۔ تو اسے ان میں سے بہت ہی کم لوگ بجالاتے اور اگر یہ وہی کریں، جس کی انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً یہی ان کے لیے بہتر اور بہت زیادہ مضبوطی والا ہو۔"[23]

یعنی وطن سے محبت کا جذبہ فطری طور پر انسان کے دل میں موجود ہوتا ہے۔ یہ اس حد تک گہرا ہوتا ہے کہ انسان اس سے دستبردار ہونے کو انتہائی ناپسند کرتا ہے۔ یہ محبت یقیناً فطری محبت ہے۔ اسی وجہ سے وہ مہاجرین صحابہ رضوان اللہ، جو اپنے وطن کو الوداع کہہ کر مدینہ شریف لے گئے۔ اللہ کریم نے ان کے اس ایثار کو بہت زیادہ سراہا اور تعریف بیان کی۔

اللہ ربّ العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"ترجمہ: (فیء کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں۔ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں۔ اور اللہ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی سچے لوگ ہیں۔"[23]

چونکہ ہر انسان اپنی سر زمین سے تہذیبی، لسانی، فکری اور حتیٰ کہ مذہبی حوالوں سے بھی جڑا ہوا ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے اندر اپنی زمین یا ملک سے بے ساختہ ہمدردی اور پیار کا جذبہ موجزن ہوتا ہے۔ اس جذبے کی وجہ سے وہ اپنی سر زمین سے وفادار ہوتا ہے اور اس کے دل میں وطن کی سلامتی اور مفاد کا جوش و جذبہ موجود رہتا ہے۔ وطن سے محبت اور ہمدردی کا یہی جذبہ اس اپنے وطن کے اچھے برے حالات میں قربانی اور وطن کی خدمت کی طرف مائل رکھتا ہے۔ یہ وہ بے لوث جذبات ہیں جو کسی قوم کے افراد میں قومی تفاخر کی خصوصیات پیدا کرتے ہیں۔ کسی خطے میں بسنے والے افراد ایک قوم کی حیثیت سے اپنے تہذیبی، فکری اور لسانی ورثے امین ہوتے ہیں۔ وہ اپنی اقدار وروایات سے منسلک ہوتے ہیں۔ جب بھی انھی ان کا وجود خطرے میں نظر آتا ہے تو وہ اس کا تحفظ اپنی جان و مال پر کھیل کر کرتے ہیں۔ یہی جذبہ اور رویہ ان کی اپنی قوم اور وطن سے محبت کا مظہر بن جاتا ہے۔

قیام پاکستان اور پھر اس کے بعد اس نوزائیدہ مملکت کو درپیش سنگین مسائل نے قوم کے ہر فرد میں

اپنی سر زمین سے وابستگی کو مزید گہرا کر دیا۔ اس دوران میں وطن سے محبت اور ارض پاکستان سے روحانی وابستگی کے جذبات نے بھی بہت شدت اختیار کی۔ اس طرح سوہنی دھرتی کا تصور ابھر کر سامنے آیا۔ اپنے شہروں، قصبوں سے جذباتی وابستگی کا ایک گہرا اور اٹوٹ رشتہ اور احساس پاکستان میں بسنے والوں میں پیدا ہوا۔ اپنی سر زمین سے محبت، معاشرے کے سب سے حساس طبقہ یعنی طبقۂ شعراء میں اس طرح نظر آئی کہ انھوں نے نظریاتی تعصب سے بالاتر ہو کر ارض پاک سے محبت اور اس مٹی کی خوشبو کو جبلی طور پر محسوس کیا اور اپنے جذبہ ٔ حب الوطنی کو اپنے گرد وپیش کے شعری اظہار سے منسلک کر دیا۔ یوں زمین سے اٹھنے والی محبت کی خوشبو کو اردو ادب خاص طور پر شاعری میں بھی شامل کر دیا۔ یہ خوشبو اس طرح رچ بس گئی کہ ہر قاری اور سامع کے دل وروح کو معطر کرنے لگی۔

# حوالہ جات


1۔ (Wikipedia.org) Sunday 23/01/ 22

2۔ (lessonbucket.com)Dated:30/01/22

3۔ Scholar's online Journals(The Hague University of Applied Science by Dr .Bruce Mutsvairo)and Books

4۔ ایضاً

5۔ Stanley.B

6۔ Cited in exoo, 1994 even, 1974 p.281

7۔ (Cited in Exoo,1994, page:279)

8۔ ایضاً، ص279

10۔ مضمون ڈاکٹر "بروس مٹسوائرو Bruce Mutsvairo

11۔ (Stanley B. 2009) /ukesseys.com/esseys/

12۔ ایضاً

13۔ ایضاً

14۔ شاہد حسین ڈار، ادب سماج اور کلچر

15۔ شاہد حسین ڈار، ادب، سماج اور کلچر، اردو ریسرچ جرنل ، جنوری 2020

16۔ ایضاً

17۔ ایضاً

18۔ ایضاً

19۔ آن لائن، قومی انگریزی اردو لغت، ادارہ فروغ قومی زبان اسلام آباد"

20۔ (niazamana.com) مضمون نگار: ارشد نذیر، مضمون: سماج کیا ہے؟، 13, جنوری 2017ء

21۔ "jang.com.pk"

22۔ (jang.com.pk

23۔ 'آزاد دائرہ المعارف، ویکیپیڈیا۔

24۔ سورہ النساء، آیت نمبر:66)

25۔ سورہ الحشر آیت نمبر:8

# قیام پاکستان سے 1965ء تک کے ملی نغموں میں میجک بُلٹ تھیوری کے تحت حب الوطنی کے عناصر کا تجزیاتی مطالعہ

## ملی نغمے کی تعریف:

اردو شعراء نے دیگر موضوعات کے علاوہ اپنے ملک اور قوم سے محبت اور وابستگی کو شاعری کا موضوع بنایا۔ چونکہ ان کی شاعری میں ملک اور ملت سے محبت، تعریف و توصیف یا اپنی قوم کی زبوں حالی کو موضوع بنایا گیا اسی لیے شاعری کو قومی و ملی شاعری کہا گیا۔ شعراء نے حب الوطنی کے جذبے کے تحت جو شاعری تخلیق کی اسے "ملی نغمہ" کا نام دیا گیا۔ قومی یا ملی جذبے کی تعریف درج ذیل ہے:

"اردو لغت" کے مطابق "ملی" کا لفظ ملت سے منسوب ہے"

[1] اور نغمے سے مراد "وہ آواز جو گلے یا کسی آلہ موسیقی سے باقاعدہ جنم لے اور ترنم کے ساتھ نکلے اور موسیقی کی بندش کی طرز پر گائے گئے الفاظ یا بول موسیقی کے لیے ڈھالے ہوئے بول"[2]

اردو لغت میں ملی نغمے کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی گئی ہے:

"جبکہ "ملی نغمے" سے مراد" قوم و ملک سے والہانہ جذبات پر مبنی نغمہ۔ وہ نغمہ جس میں قوم کی تعریف، ترقی اور تحفظ وغیرہ کے جذبات کا اظہار ہو۔"[3]

گویا وہ شاعری جو ملک و ملت کے ساتھ والہانہ جذبات پر مبنی ہو اور اس میں اپنے ملک، قوم اور ملت کی محبت، تعریف، ترقی اور تحفظ و بقا کا ذکر ہو "ملی نغمہ" کہا جائے گا۔ اس تناظر میں وہ تمام شاعری، جسے قومی و ملی شاعری کہا جاتا ہے وہ اردو کی شعری صنف "ملی نغمہ" کے زمرے میں آتی ہے۔

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے، وطن کا قیام، اس کی سالمیت اور بقا اسلام کے ساتھ براہِ راست منسلک ہے اور اسلام ایک آفاقی اور عالمگیر دین اور ضابطۂ حیات ہے۔ اس لئے اردو شاعری میں جہاں بھی اسلام اور پاکستان سے محبت اور خیر خواہی کا ذکر ہو گا اسے دو قومی ملی نغمہ ہی تسلیم کیا جائے گا چونکہ ملی نغمے کا موضوع

حب الوطنی ہے اس لئے یہ ایک الگ صنف کے طور پر مقبول ہے۔ ملی نغمے کو گیت کی ذیلی صنف میں بھی شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا تعلق بھی گائیکی سے ہے۔ مگر گیت اور "ملی نغمے" میں بنیادی فرق موضوع کا ہے۔ ملی نغمہ اگرچہ موسیقی اور گائیکی سے متعلق ہے مگر اس کا موضوع اسے گیت سے الگ کرتا ہے۔ گیت کی تعریف وزیر آغا کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

"گیت عورت کے جسم کی پکار ہے، اس لئے اس میں نہ صرف جذبات کی فراوانی ہے بلکہ یہ کسی مثالی یا تخلیاتی محبوب کے بجائے گوشت پوست کے بت کو اپنی نگاہ کا مرکز بناتا ہے۔"

نسیم احمد اردو گیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"صنف کے لحاظ سے گیت بھی موضوعات کا تنوع رکھتا ہے۔ اس لئے نظم کی طرح اسے بھی کسی خاص موضوع تک محدود نہیں رکھا جاسکتا۔"

شمیم احمد نے وزیر آغا کی بات کی توثیق بھی کی ہے وہ لکھتے ہیں:

"۔۔۔۔ اصلاً گیت کا مزاج ان کیفیات کا آئینہ دار ہے، ملی نغمہ، ایسی صنف شعر ہے جس میں باقی موضوعاتی اصناف شاعری کی طرح ہئیتی تنوع بھی پایا جاتا ہے۔ مگر اس کا بنیادی وصف، موضوع ہے۔

یعنی "گیت" اور "ملی نغمہ" میں یہ فرق ہے کہ "گیت" عورت کا مرد سے محبت سے اظہار ہے جبکہ "ملی نغمہ" سے مراد ساز اور سازندوں سے بھرپور ترانہ ہے جو خاص مذہب (اسلام) اور سرزمین (پاکستان) سے تعلق رکھنے والی قوم وملت کا اپنے ملک وملت سے بے لوث محبت کا ایسا والہانہ اظہار ہے، جو آلاتِ موسیقی کے ساتھ پڑھا یا گایا جائے"

بیسویں صدی میں نہ صرف دو عالمی جنگیں لڑی گئیں بلکہ اس صدی میں کئی ممالک نے سامراجی جبر واستبداد سے آزادی بھی حاصل کی۔ اپنی سرزمین سے محبت کا جذبہ اس وقت اور زیادہ شدت اختیار کر جاتا ہے جب اس میں رہتے ہوئے خوف کے سائے ہر طرف لہراتے ہوں، یہ خوف اس قدر شدید ہو جائے کہ اپنی شناخت بھی خطرے سے دوچار ہو جائے اور انسان آزادی کے لیے ترس جائے۔ ان حالات میں زندہ قوموں کا زندہ رہنا ایک کڑی آزمائش بن جاتا ہے۔ انہیں اپنے جداگانہ قومی تشخص کی حفاظت کے لیے اقدامات کرنا

پڑتے ہیں۔ اس لیے بیسویں صدی کی قومی و وطنی شاعری کا زیادہ تر تعلق آزادی کے لیے ہونے والی تحریکوں اور استعماریت کے خلاف مزاحمت سے ہے۔ اس صدی میں وطنی قومیت کو فروغ حاصل ہوا۔

اردو ادب میں قومی و ملی شاعری کے نقوش بہت پرانے ہیں۔ کیونکہ شاعری معاشرے کی عکاس ہوتی ہے اور جو کچھ معاشرے میں ہو رہا ہو اسی کا عکس اس دوران تخلیق ہونے والی شاعری میں نظر آتا ہے۔ جنگِ آزادی 1857ء سے قبل اردو شاعری عاشقانہ مضامین کی رنگین داستان نظر آتی ہے۔ مگر اس میں بھی ایسے مضامین شامل رہے جو قومی شعور کی عکاسی کرتے ہیں۔ اردو شاعری میں قومی و ملی رجحان کا آغاز "دکن" سے ہوا۔ قلی قطب شاہ نے قریباً ہر موضوع پر شعر کہے۔

اگرچہ 1857ء کی جنگ سے پہلے ہندوستانی معاشرہ انحطاط کا شکار تھا۔ مگر تہذیبی و ثقافتی اقدار سانس لے رہی تھیں۔ گویا 1857ء کی جنگ آزادی ہندوستانی تہذیب و ثقافت کو غیر ہندوستانیوں سے بچانے کی مشترکہ کوشش تھی۔ اس لیے اس میں مذاہب اور عقائد سے بالاتر ہو کر حصہ لیا گیا۔ اس میں قومی اتحاد کا عملی ثبوت پیش کیا گیا۔ اس جنگ میں اگرچہ شکست ہوئی، انگریز نے اسے غدر کا نام دیا۔ مگر اس میں قومی یگانگت کا بھرپور جذبہ سامنے آیا۔ امراء کا اگر ذاتی مفاد تھا تو انہوں نے شمولیت اختیار کی۔ بنیادی طور پر یہ جنگ ہندوستانی عوام نے لڑی۔ ہندوستانی اشرافیہ اس جنگ سے خائف تھی۔ پسِ پردہ انہیں انگریزوں کی پشت پناہی حاصل تھی۔ بعض ہندوستانی وڈیروں نے انگریز کو خوش کرنے کے لیے اپنے ہی ہم وطنوں سے سوقیانہ سلوک کیا اور بعد میں انہیں بڑی بڑی جاگیروں سے بھی نوازا گیا۔ ان لوگوں نے قومی مفاد اور وقار کا سودا کیا۔ ہر شہر اور علاقے میں کئی میر جعفر اور میر صادق نکلے۔ ہندوستان میں انگریز سامراج کے قبضے اور مجاہدین اور ہندوستانی قوم کی ہار بنیادی طور پر انھی غداروں کی کارگزاری کی وجہ سے ہوئی۔ آخری مغل فرمانروا، بہادر شاہ ظفر نے مجاہدین کا ساتھ دیا مگر نتائج کے حوالے سے پُر امید نہ تھے۔ یہی صورت حال لکھنؤ میں واجد علی شاہ کو درپیش تھی۔

یہ جنگ قومی غیرت، وطن سے محبت، مذہبی فرض اور سیاسی بیداری کی جنگ تھی۔ جس میں شکست تو ہوئی مگر عوام میں سیاسی و سماجی شعور کی بیداری، حب الوطنی کے عناصر اور مذہبی عقیدت کا احساس پہلے کی نسبت زیادہ شدید ہو گیا۔ بقول علی جواد زیدی:

"بظاہر آخری نتائج کے اعتبار سے ہم یہ جنگ ہار گئے لیکن اس نقطے سے ایک نئی فتح بھی شروع ہوئی۔ اس جنگ نے سارے ملک کو اِس سرے سے اُس سرے تک چونکا دیا اور عوام و خواص میں نیا قومی اور وطنی احساس پیدا کر دیا۔"[1]

اس جنگ کے بعد جو سیاسی منظر نامہ سامنے آیا۔ اس سے دو طرح کے سیاسی پہلو واضح ہوتے ہیں:

1۔ ہندوستان کی تمام اقوام نے یہ جنگ فقط جذبہ حب الوطنی کے تحت لڑی۔ تمام مذاہب اور اقوام نے باہمی فرقہ وارانہ تعصبات کو پسِ پشت ڈال دیا۔

2۔ جن لوگوں نے یہ جنگ لڑی، ان کے لیے محرک قومی حمیت و غیرت تھا۔ اقتدار کی ہوس نہیں تھی۔ بلکہ وہ ہندوستانی تہذیب و ثقافت اور اپنے عقائد کو زندہ اور آزاد رکھنا چاہتے تھے۔

اس منظر نامے میں برصغیر کے وہ بادشاہ جنہیں عوام کی اور مجاہدین کی سرپرستی اور رہنمائی کرنا تھی وہ خود انگریز سے ہمدردی کی آس میں بیٹھے تھے۔ جنگ آزادی میں شکست کے بعد کا دور جبر و استبداد کا ایک نیا باب ہے۔ ایسے حالات میں طبقہ شعراء نے اس المناک داستان کو شعری قالب میں ڈھالا۔ چند سالوں تک شعراء جنگِ آزادی کے قصوں، وارداتوں اور مظالم کی حکایتوں پر شعری ادب میں نوحہ گر رہے۔ مگر جلد ہی ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا۔

مذہبی اور اصلاحی تحریکیں شروع ہوئیں۔ جن کے ذریعے برصغیر کے عوام قنوطیت بھرے دور سے اس امید کی طرف گامزن ہوئے۔ ان حالات میں سر سید اور ان کے رفقاء کا کردار جاندار رہا۔ سر سید ایک روشن خیال اور بیدار مغز شخصیت تھے۔ وہ دور بین نگاہوں سے آنے والے وقت کا منظر نامہ بھانپ گئے تھے۔ اشتیاق حسین قریشی کہتے ہیں کہ سر سید احمد خان کو یقین تھا کہ بغاوت ایک غلطی تھی۔ کیونکہ مستحکم حکومت برطانیہ کو ایسے طریقوں سے متزلزل نہیں کیا جا سکتا۔ گویا سر سید احمد خان نے "رسالہ اسباب بغاوت ہند" لکھ کر تلافی کی کوشش کی۔ یہ کوششیں جاری رہیں۔ حالی، اکبر اور شبلی جیسے اکابرین ملی قومی حب الوطنی پر مبنی شاعری کی۔

## الف۔ پاکستان کے سیاسی و سماجی پس منظر کا ملی نغموں پر اظہار:۔

ملتِ اسلامیہ میں وطن عزیز کی اہمیت ایک بنیادی ستون کی سی ہے۔ یہ اتحاد و اتفاق کی قوت سے طاقتور ہے۔ یہی اتحاد ملت کے استحکام کی علامت ہے۔ اس ستون کو کوئی گزند پہنچنے کا مطلب پوری ملت اسلامیہ کا نقصان ہے۔ جب اتحاد کی قوت سے اس ستون کا دفاع کیا جائے گا تو ملتِ اسلامیہ کی عمارت بھی مضبوط ہو گی۔ وطن سے اٹوٹ وابستگی کا اظہار شعراء اور ادباء نے اپنی تخلیقات میں کیا یہ سانحہ ایسا نہیں تھا کہ اس کی خون ریزیاں اور الم ناکیاں بھلا دی جائیں بلکہ یہ ہجرت کر کے آنے والوں کی سانسوں میں رچ بس گئیں۔ الگ وطن تو حاصل کر لیا گیا مگر یہاں پیش آنے والے حالات اور نبرد آزما صورت حال کا سامنا کرنا،

الگ وطن سے وابستہ آرزوؤں کا نامکمل رہنا، ماضی کی طرف پلٹ کر دیکھنا، ان تمام کیفیات نے خاص طور پر شعراء کے طبقے کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت کی شاعری میں وطن سے وابستگی کا جذبہ بھی سامنے آتا ہے۔ وطن سے محبت کا جذبہ انسان کے دل میں بے پناہ محبت اور جوش وولولہ پیدا کرتا ہے۔ یہ جذبہ اپنے ہم وطنوں کی خدمت کرنے اور ان کے دکھ درد کو نہ صرف محسوس کراتا ہے بلکہ اس کو بانٹنے کی ترغیب بھی پیدا کرتا ہے۔ اسی بنا پر وطن عزیز کے لیے یا ہم وطنوں کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ اسی جذبہ حب اوطنی کی وجہ سے وطن کی ترقی وخوشحالی کے لیے سخت جدوجہد کی جاتی ہے۔ اور بوقت ضرورت وطن کی عزت اور بقا کے لیے جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ جان دے کر اپنے وطن کی آبرو کا تحفظ کیا جاتا ہے۔ ان تمام جذبات کی عکاسی قومی نغمات کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ شعراء نے وطن کی محبت میں گیتوں اور نغمات کی صورت میں جو انمول خزینہ ادب کو عطا کیا ہے وہ یقیناً ادبی و قومی سرمایہ ہے۔ ان نغمات میں اہل وطن کی وطن سے بے لوث محبت کا والہانہ اظہار موجود ہے۔ اپنے آباء کی بے مثال قربانیوں اور کارناموں کی یاد تازہ رکھنے کے لیے یہ نغمات مختلف مواقع پر جب آواز کی صورت میں ڈھل گئے توامر ہوگئے۔ عوام کی غیرت اور عظمت قومی کی علامت بن گئی۔

دراصل پاکستانی قوم کا جداگانہ تشخص اپنے وطن سے بے لوث محبت وعقیدت کے جذبوں سے گندھا ہوا ہے۔ پاکستانی قومیت کی تشکیل میں مختلف نظریات اور آئیڈیاز شامل ہیں۔ مثلاً سر سید احمد خان کی جدید تعلیم کے حصول کے لیے جدوجہد، علامہ محمد اقبال کے ملی نظریات، قائداعظم محمد علی جناح کی لبرل قیادت اور ترقی پسند۔۔۔ نظریات سب شامل ہے۔ اس سے وطن کے ساتھ جذبہ حب الوطنی کے مختلف پہلو مختلف انداز میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس میں وطن سے محبت، اپنی پاکستانی اسلامی روایات و اقدار سے وابستگی اور اردو ترقی پسندانہ فکر بھی مگر قیام پاکستان سے لے کر حالیہ ادوار تک جن سیاسی و معاشی حالات سے پاکستانی قوم کا سابقہ رہا ہے۔ اس کی وجہ سے پاکستانی قومیت کو جذبہ حب الوطنی کا بلا مبالغہ نام دیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے ادب اور تنقید میں پاکستانی قومیت اور جذبہ عقیدت و محبت کا شدت سے اظہار کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے تنازعات نے بھی جنم لیا۔ فکری اشتراک بھی موجود ہے، مگر اس سب کا تعلق پاکستان اور اہل پاکستان سے ہے۔

تقسیم ہند اپنے ساتھ جن سانحات کو لائی تاریخ اس کی شاہد ہے۔ اس عظیم سانحے نے زندگی کے ہر شعبے پر اثرات مرتسم کیے۔ سانحے کے پاکستانی ادب پر بھی گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ حتیٰ کہ پاکستانی ادب کا اولین موضوع ہی فسادات و سانحات، ہجرت قرار پایا کہ یہ سانحات ایسے نہ تھے کہ جنہیں فقط ایک تماشائی

کی حیثیت سے دیکھا جاتا۔

> "یہ محض ایک سیاسی حادثہ نہ تھا ایک عمرانی انقلاب کا پیش خیمہ تھا۔ ہمارے تماشائی اس کے تماشائی نہیں تھے۔ اس طوفان سے ہو کر گزرے تھے۔ لاکھوں انسان، زمین، خاندان اور صدیوں کی روایات چھوڑ کر نقل مکانی کر رہے تھے۔"[2]

ان المناک سانحات نے انسانی قدروں کو بہت بری طرح پامال کیا۔ اس کے ادب پر گہرے اثرات آئے۔ پاکستان کا شاید ہی کوئی ادیب یا شاعر ہو جس نے ان واقعات کے حوالے سے حالات کی عکاسی اپنی شاعری یا دیگر اصنافِ ادب میں نہ کی ہو۔ فسادات سرحد کے دونوں طرف ہوئے۔ سب سے بڑا کشت و خون پنجاب میں ہوا۔ تقسیم کا اعلان ہوتے ہی ایسے اندوہناک واقعات رونما ہوئے جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ عورت ایک کمزور فریق تھی لہذا اس کی تباہی و پامالی سب سے زیادہ ہوئی۔ امرتا پریتم نے بڑے گہرے دکھ اور کرب سے بصورت اشعار یوں اظہار کیا۔

"اَج آکھاں وارث شاہ نوں کتے قبراں وچوں بول
تے اج کتابِ عشق دا کوئی اگلا ورقا پھول
اک روئی سی دھی پنجاب دی تو لکھ لکھ مارے وین
اج کئی دھیاں روندیاں تینوں وارث شاہ نوں کیہن
اٹھ دردمنداں دیا دردیا اٹھ تک اپنا پنجاب
اج بیلے لاشاں وِچھیاں تے لہو دی بھری چناب
اج سارے کیدو بن گئے حسن و عشق دے چور
اج کتھوں لیاییٔے لبھ کے، وارث شاہ ہک ہور۔"

اسی دور میں جب حالی اور آزاد نے نیچرل شاعری کے مشاعروں کی بنیاد ڈالی۔ تو اس وقت مناظر فطرت کے علاوہ جو موضوعات قابل ذکر رہے ان میں حب الوطنی، محبت و صروت، محنت و کاوش، امن و بھائی چارہ اور اخلاق و معاشرت بھی قابل ذکر رہے۔ شاعری کا مقصد نئی نسل کے طالب علم کو زندگی گزارنے، نئی ذمہ داریوں اور اس کے تقاضوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار کرنا تھا۔ اس وقت یہ منظومات کسی خاص اصلاحی تحریک کے زیر اثر نہیں لکھی گئی تاہم اس دور کی شاعری کے وہ ابتدائی نقوش موجود ہیں جو بعد ازاں اصلاحی تحریکوں کی پیروی میں اور بھی واضح ہو گئے۔

پاکستان کے قیام کے بعد شعراء نے وطن کی محبت سے سرشار ہو کر جو نغمے اور اشعار تخلیق کیے۔ وہ پاکستانی معاشرے اور قوم کی دلی امنگوں کی بہترین ترجمانی کرتے ہیں۔ قیام پاکستان کے وقت اور اس کے بعد مختلف شعراء نے قومی اور ملی نغمے اور ترانے یا گیت تحریر کیے۔ ان شعراء میں مسلم اور غیر مسلم شعراء شامل ہیں۔ جگن ناتھ آزاد، میانوالی شہر کے رہنے والے تھے اور تقسیم کے بعد پاکستان سے ہندوستان جانے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ وہ اسی خطہ زمین سے پیار کرنے والے تھے۔ انھوں نے بھی دیگر شعراء کی طرح پاکستان کی محبت میں ملی نغمہ لکھا۔ اس نغمے کے بول مندرجہ ذیل ہیں:

"اے سرزمین پاک
ذرے ذرے تیرے ہیں آج ستاروں سے تابناک
روشن ہے کہکشاں سے کہیں آج میری خاک"

اردو شاعری کا یہ دور جب اس میں شعراء نے قومی و ملی نغمہ نگاری کو عروج بخشا خاص طور پر قیام پاکستان کے بعد۔ یہ عہد بڑا احساس، ولولہ انگیز اور امید و نشاط کی سُروں میں رچا بسا ہے۔ اگر قوم نے خاک و خون کا سمندر عبور کر کے ایک الگ مادر وطن کو پاکستان کی صورت میں حاصل کیا تھا۔ ملی نغمہ نگاری ایک ایسا موضوع تھا جس کی وسعت بکھراں تھی۔ اس میں شعراء نے زندگی کے ہر پہلو کے علاوہ دیگر بہت سی جہتوں کا بھی احاطہ کیا گیا۔

> "اردو شاعری میں قومی و ملی نغمہ نگاری ایک ایسا موضوع ہے جس کو وساطت کے لحاظ سے صحرا یا سمندر سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اس میں شعراء نے سیاسی، سماجی، معاشی، اخلاقی، مذہبی اور نفسیاتی پہلوؤں سمیت زندگی کی دیگر بہت سی جہات کا احاطہ کیا ہوا ہے۔"[3]

ان ملی نغموں میں پاکستان کا سیاسی و سماجی منظر نامہ عکس ریز ہے۔ 1947ء کو پاکستان کو آزادی ملی۔ کسی بھی قوم کے ادب میں اس کے عظیم اور بہادر جنگجو سپوتوں کے قصے رزمیہ ادب کا حصہ بنتے ہیں۔ دنیا کی ہر تہذیب میں اس کی روایت ملتی ہے۔

دنیا کی دیگر زبانوں کی طرح اردو شاعری میں بھی رزمیہ ادب کی روایت ملتی ہے۔ شان الحق حقی لکھتے ہیں:

> "آپ آسانی سے دنیا کی کسی اور زبان کا نام نہیں لے سکتے جس میں اتنا بڑا ذخیرہ ایسی نظم کا موجود ہو جس میں جوش، غیرت، حریت پسندی کے جذبات اور سیاسی مقاصد

کے شعور سے اس حد تک جلو ہو۔"

آزادی کے بعد کا ادب بشمول شاعری کے اپنے اندر پاکستان کی سماجی، سیاسی، معاشی اور عسکری صورتِ حال کی بہترین عکاسی کرتا ہے۔ اس میں پاکستان کا اس وقت کا منظر نامہ بھرپور انداز سے آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ دراصل متحدہ ہندوستان دو الگ الگ ریاستوں میں تو تقسیم ہو گیا مگر عیار برطانوی سامراج جاتے جاتے دونوں آزاد مملکتوں کے درمیان جو خونی لکیر کھینچ کر گئے اس نے آج تک دونوں ملکوں کو مسلسل جنگوں اور عداوتوں میں مبتلا کیا ہوا ہے۔

"انگریزوں نے "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی حکمت عملی کے تحت آزادی کے جام شیریں میں زہر کی تلخی گھول دی۔ املاک کی غیر مساوی تقسیم، حد بندی کمیشن کی صریح دھاندلی اور مختلف ریاستوں کے مسائل کو ادھورا چھوڑ کر دونوں ملکوں کی عوام کو ایک دوسرے کے خلاف کر دیا۔ اُن کا اصل مقصد یہ تھا کہ دونوں ریاستیں ہمیشہ کے لیے سامراجی حکمرانوں کی مرہون منت رہیں۔"[5]

ایک ہی خطے میں سالوں اکھٹا رہنے کے باوجود ہندو مسلم دونوں کے مابین مشترکہ تہذیبی ورثے کی پنپ نہ ہو سکی۔ نظریے اور عقیدے کا اختلاف آخر تک قائم رہا۔ قیام پاکستان کے بعد یہ مسائل بھی دو انتہاؤں کے درمیان منقسم ہو گئے۔ تقسیم کے بعد بھی آزادی حاصل کرتے ہی قتل و خونریزی، انسانی قدروں کی پامالی اور ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان خونچکاں سانحات نے آزادی کا مزا کرکرا کر کے رکھ دیا۔ ان سانحات کا تذکرہ اس موقع پر اردو شعراء نے بھی کیا۔ کہیں آزادی کے حصول کی خوشی چھلکی تو کہیں صدمات کے زیر اثر تلخ و ترش لہجے نے جنم لیا۔ قیام پاکستان کے وقت سے ہی تنازعات جنم لے چکے تھے۔ جن کے تحت پاکستان کا آئندہ دنوں میں سیاسی اور عسکری منظر نامہ واضح طور پر جھلک رہا تھا۔ دونوں ممالک کے درمیان مستقل بنیادوں پر تنازعات کو بھانپا جا سکتا تھا۔ تقسیم افواج کا مسئلے میں ان تنازعات کی داغ بیل پڑ چکی تھی جب ماؤنٹ بیٹن نے مشترکہ فوج کی تجویز دی لیکن قائداعظم نے اس سے اتفاق نہ کیا۔

"دو الگ الگ ریاستوں کی ایک مشترکہ فوج انتہائی عجیب ہو سکتی تھی۔ اس لیے فوج کی تقسیم کا عمل شروع ہوا۔ آپس میں تحائف تقسیم کیے گئے۔ اور دوستی برقرار رکھنے کے عہد و پیما کیے گئے۔ ہندو اور سکھ فوجیوں نے مسلمان فوجیوں کی الوداعی ضیافتیں دیں۔ ہندوستانی فوج کے نئے سربراہ نے اپنے پاکستانی ہم منصب کو چاندی کی ٹرافی پیش کی۔ اور کہا کہ ہم ایک دوسرے سے دوستوں کی طرح ملتے رہے گے۔"[6]

چوں کہ ہندوؤں نے ہمیشہ اس خطے پر حکمرانی کا خواب دیکھا اس لیے انھوں نے مملکت پاکستان آزاد وجود کو تسلیم نہ کیا۔ وہ پاکستان کے وجود کے سخت مخالف تھے۔ لہٰذا تقسیم کے وقت بہت جذباتیت ہے انتقام پاکستان ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کا خون بہا کر لیا۔ لاشوں سے بھری گاڑیاں جب پاکستانی حدود میں داخل ہوتیں تو ان لاشوں کے خون کی بو پاکستان کی فضاؤں میں چار سو پھیل جاتی۔

ان خون آلود واقعات کو شاعر کا حساس دل الفاظ کا جامہ پہنا کر ملی نغموں اور قومی گیتوں کی صورت ڈھالتا رہا۔ یہ خون آلود واقعات شعراء کی تخلیقات میں ڈھل کر ادبی اثاثے اور ورثے کی شکل میں محفوظ ہو گئے تا کہ اپنی آنے والی پاکستانی نسلوں تک اس ورثے کو منتقل کیا جائے اور ان حقائق سے آگاہی حاصل ہو تا کہ وہ سچے محب وطن بن سکیں اور اپنے وطن کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے اسے ایک ناقابل تسخیر قلعے میں بدل دیں۔ پروفیسر متین الرحمان مرتضیٰ اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

> "وطن عزیز کی آزادی کا منظر نامہ اس اعتبار سے قومی امانت ہے کہ اس کے ذریعے آنے والی نسلوں کو علم ہو گا کہ جو آزادی انہیں میسر ہے اس کے حصول کی کیا قیمت ادا کی گئی۔"[7]

ان نامساعد حالات میں قائد اعظم نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے عہدہ سنبھالا اور نوابزادہ لیاقت علی خان کی سربراہی میں وزراء کی کونسل کا اعلان کیا۔ وطن عزیز پاکستان کو پیش آنے والے اہم ترین تنازعات میں تنازع کشمیر ایک بنیادی تنازع ہے۔ یہ تنازع قیام پاکستان کے ساتھ ہی شروع ہوا اور آج تک جاری ہے۔ دیگر تنازعات تو دونوں مملکتوں کے درمیان طے پائے مگر کشمیر کا مسئلہ حل نہ کیا جا سکا۔ تقسیم کے وقت پاکستان جو ایک نوزائیدہ مملکت تھا کہ اس بٹوارے میں عسکری حوالے سے پاکستان کے حصے میں فقط جوش جذبہ اور ولولہ ہی آیا۔ سامان حرب دیگر اسلحہ وغیرہ کی صورت ناگفتہ بہ تھی۔ مقصد عیاں تھا کہ پاکستان کو دفاعی لحاظ سے کمزور بنایا جائے۔ تا کہ جلد ہی اس کا وجود آزاد وطن کی حیثیت سے ختم ہو جائے۔

دوسری طرف کشمیر اور سرحدی علاقوں میں کشیدگی کی آڑ میں پاکستان کے حصے کے سامانِ حرب کی فراہمی بھی روک دی گئی۔ معمولی سامان کے ساتھ پاکستان کو کم نفری دی گئی۔ اہم عہدوں پر انگریزی قابض تھے۔

فروری 1948ء کشمیر تنازع باقاعدہ جنگ کی صورت اختیار کر گیا۔ جنگی کارروائی مارچ 1948ء تک جاری رہی۔ پاکستان نے اپنے کمزور معاشی اور فوجی حالات کے باوجود بڑی زیرکی اور شجاعت سے یہ جنگ

لڑی۔

دوسرا اہم تنازع پانی کی تقسیم کا تھا۔ دیگر ناانصافیوں کے ساتھ ساتھ دریائی پانی کی تقسیم بھی متنازع کر دی گئی۔ کچھ عرصہ بھارت نے تین دریاؤں کے پانی پر پاکستان کے حق کو تسلیم کیے رکھا لیکن جلد ہی بھارت کی حکومت سے وعدہ خلافی کی۔ پاکستان کے حصے میں آنے والے دو دریاؤں پر بند باندھ کر پانی روک لیا گیا۔ پاکستان میں پانی کی اس گھمبیر صورت حال کو بھی پاکستانی شعراء اور ذرائع مواصلات کے ذریعے اجاگر کیا گیا ہے۔

"تاہم اب قومی سطح پر اس مسئلے کو اجاگر کرنے اور حل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس گھمبیر صورت حال میں پاکستانی شعراء اور میڈیا اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔ اور عوام کے جذبات کو ابھارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وطن کی محبت کے اظہار کے لیے ضروری ہے کہ ملک کو درپیش مسائل کو اجاگر کیا جائے۔"[8]

وطن عزیز پاکستان کو آزادی ملتے ہی اگلے سال 25 فروری 1948ء میں اردو کو پاکستان کی قومی زبان کا درجہ دیا گیا۔ جبار مرزا نے اپنی کتاب "پاکستان 75 برس" میں اس حوالے سے لکھا ہے:

"1973ء کے آئین کی شق 251 میں لکھا ہے کہ پاکستان کی قومی زبان اردو ہو گی اور اسے پندرہ برسوں میں سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔"[9]

قومی زبان اردو کو جب سرکاری زبان کا درجہ دینے کا اعلان کیا گیا تو اس امر میں بھی کٹھن مراحل کو طے کرنا ابھی باقی تھا۔ مگر یہ نوزائیدہ مملکت پاکستان کے وجود میں آنے کی خوشی کے ساتھ ساتھ اردو بطور مملکت پاکستان کی سرکاری زبان ہونے پر بھی عوام میں خوش کن ردِ عمل کے ساتھ ساتھ اس سے متعصبانہ جذبات بھی سامنے آئے۔ قومی زبان کو بھی شعراء نے شاعری کا موضوع بنایا حتیٰ کے آزادی کے بعد ابتدائی دور میں بننے والی فلموں میں بھی اردو سے قومی لگاؤ کا اظہار ہوا۔

اس دورانیے میں "ہماری زبان" کے نام سے فلم بنائی گئی۔ اس فلم میں ایک نغمہ شامل کیا گیا۔ جو "نذیر بیگم" کی آواز میں ریکارڈ کیا گیا۔ اس گیت کے بول تھے۔ "ہماری زبان اردو، پیاری زبان اردو"

تنازع کشمیر ہماری سیاسی و سماجی تاریخ کا ایک پہلو ہے۔ تقسیم کے بعد یہاں کے سکھ راجا نے کشمیر میں بسنے والے عوام کی مرضی کے خلاف اس ریاست کا بھارت سے الحاق کر دیا۔ مہاراجا کشمیر کے اس اقدام کے بعد کشمیری عوام اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ عیار ہندو اس تمام صورت حال پر نظریں جمائے ہوئے

تھا۔ بھارت نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور کشمیری عوام کے آزادی کے جذبے کو بغاوت کا نام دے کر کشمیر میں اپنی فوج داخل کر دی۔ کشمیری مہاراجا کے بھارت سے الحاق کے بعد قبائلی جنگجو بھی کشمیری عوام کے ساتھ مل گئے تھے جب بھارت نے اپنی فوج کشمیر میں داخل کی تو قبائلی جنگجوؤں نے جہلم کے راستے سری نگر پہنچنا شروع کر دیا۔ اس صورتِ حال نے بھارت کے کشمیر پر قبضے کی راہ ہموار کر دی۔

مہاراجا کشمیر کو "جمو" بلا کر بھارت کے ساتھ الحاق کے معاہدے پر دستخط کروا لیے گئے۔ بعد ازاں بھارت سوچی سمجھی سازش کے تحت کشمیر کا مقدمہ یکم جنوری 1948ء کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں لے گیا۔ اگر یوں کہا جائے کہ یہ اقدام پاکستان کے خلاف بھارت کی سازشوں کا باقاعدہ آغاز تھا تو بے جا نہ ہو گا۔

بھارت نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے اپنی درخواست میں چار مطالبات پیش کیے۔ ان میں سب سے پہلا تھا کہ کشمیر میں فوری جنگ بند کی جائے اور دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ ریاست "جموں و کشمیر" سے دونوں ممالک کی افواج اور قبائلی جنگجوؤں کے گروپ نکل جائیں۔ تیسرا مطالبہ یہ تھا کہ مخلوط حکومت بنائی جائے جس میں مختلف جماعتوں کو نمائندگی دی جائے۔ چوتھا مطالبہ امن ہونے پر ریاست میں آزادانہ و غیر جانبدارانہ رائے شماری کا تھا۔

مگر بھارت نے اگست 1949 تک کوئی مثبت پیش رفت نہ کی اور نہ ہی اپنے نمائندے مشترکہ کمیٹی کے لیے بھیجے۔ یوں مسئلہ کشمیر ایک مستقل تنازع کی صورت میں تا حال کشیدگی کا باعث ہے۔ مملکت خداداد پاکستان کا وجود میں آنا ایک معجزہ ہے۔ تاریخ کی ایک عظیم ہجرت تھی جو بے لوث جذبوں اور تشنہ آرزوؤں کی تکمیل اور مہاجرین کی آنکھوں میں بسے خواب کی تعبیر ایک آزاد و نوازئیدہ وطن پاکستان کے لیے کی گئی۔ یہی ارض پاک ان کی امنگوں کی آماج گاہ اور یہی دھرتی ان کی پناہ گاہ تھی۔

ریڈیو اخبارات کا کردار ہر قدم پر اجاگر ہوا۔ چودہ اور پندرہ اگست کی درمیانی رات جب دنیا کے نقشے پر ایک نوازئیدہ نظریاتی مملکت کے قیام کی خوشخبری ملک چکی تھی۔ اسی اثنا میں قریباً نصف شب یعنی بارہ بجتے ہی "ریڈیو پاکستان لاہور" سے اردو میں غلام مصطفیٰ ہمدانی کی آواز سامعین کی سماعت تک پہنچتی ہے اور دل شکنوں کو یہ نوید سنائی گئی کہ یہ "ریڈیو پاکستان" ہے۔ اس حوالے سے ابصار احمد نے اپنے مضمون میں لکھا ہے:

"ٹھیک بارہ بجتے ہی ریڈیو پاکستان لاہور سے اردو میں غلام مصطفیٰ ہمدانی کی آواز گونجتی ہے۔ ہم ریڈیو پاکستان سے بول رہے ہیں، جن پاکستانی سامع نے یہ آواز سنی اس کی آنکھیں چھلک گئیں کیونکہ کچھ لمحات قبل اس کی غلامانہ شناخت تھی۔ اب نصف شب وہ آزاد مسلم ریاست کا شہری بن چکا تھا"۔[10]

یہ آواز ہجرت کے سانحے سے نڈھال عوام کے دلوں پر مرہم بن کر لگی اور وطن عزیز کے ہر گلی کوچے سے پاکسان کا مطلب کیا، لاالہ الا اللہ کا نعرہ گونجنے لگا۔

ابھی ریڈیو پاکستان لاہور کی صدائے بازگشت ساعتوں کو محظوظ کر ہی رہی تھی کہ اتنے میں ریڈیو پاکستان پشاور سے ایک قومی نغمہ پاک فضاؤں میں اپنی سریلی دھن بکھیرنے لگا۔ پشاور ریڈیو کے سٹیشن ڈائریکٹر جن کا نام سجاد سرور نیازی تھا انھوں نے دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر یہ نغمہ گایا۔

اس نغمے کے تخلیق کرنے والے "احمد ندیم قاسمی" تھے اس قومی نغمے کے بول درج ذیل ہیں:

"پاکستان بنانے والو! پاکستان مبارک ہو

قومی شان بڑھانے والو! پاکستان مبارک ہو

یہ نغمہ اس وقت جب نئ مملکت حاصل ہوگئی تھی۔ نہ صرف تخلیق کاروں کی محبت اور خوشی کا عکس تھا بلکہ پاکستانی عوام کی نئ امنگوں اور آرزوؤں کا پیامبر بھی تھا۔ لکھاری طبقے، خاص طور پر شعراء (جو کسی معاشرے کا حساس ترین طبقہ شمار کیے جاتے ہیں) نے اپنے وطن سے بے لوث محبت اور عقیدت کا اظہار کیا، اس کی مثال نہیں ملتی۔ پاکستان کے ہر فرد کے جذبات کو ملی نغموں اور گیتوں میں بھرپور طور پر اجاگر کیا گیا۔ ملک کی شان، عزت اور وقار کو بڑھانے میں عوامی جوش و ملی جذبات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

یوں "احمد ندیم قاسمی" کا تخلیق کردہ یہ نغمہ "ریڈیو پاکستان پشاور" سے نشر ہونے والا پہلا قومی نغمہ ہے۔ جس میں اہل وطن کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے والے غیور پاکستانیوں کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ علاوہ ازیں وطن عزیز سے محبت کے جذبات کی عکاسی اس نغمے سے بھرپور انداز سے ہوتی ہے۔

پاکستان کے نشریاتی اداروں میں ریڈیو ہی اس وقت ایک متحرک اور فعال نشریاتی ذریعہ تھا۔ وطنِ عزیز کے مختلف شہروں سے ریڈیو کے محکمے نے اپنی خدمات جس ملی جذبے سے پیش کیں وہ تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ ان نشریات نے عوام کے جذبے کو بڑھایا اور ان میں وطن سے بے لوث محبت کے جذبات پیدا کیے۔

پشاور ریڈیو سے بہت سے سریلے قومی نغمات نشر کیے گئے۔ ان نغمات کے صداکاروں میں ریڈیو پشاور کے سٹیشن ڈائریکٹر سجاد سرور نیازی کے علاوہ اور بہت سے صداکاروں نے اپنا قومی فرض نبھایا اور عوام کے دلوں میں نئ ملی امنگوں اور جذبوں کی شمع روشن رکھی۔ ان ملی نغمات کے گانے والوں میں بادشاہ گوہر جان، سبز علی، خورشید انور، مقصود انور اور کشور سلطان کا نام شامل ہے۔ جنہیں اس ابتدائی دور کے قومی نغمات گانے والوں کی فہرست میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

ریڈیو پاکستان لاہور جو چودہ اور پندرہ اگست کی درمیانی شب ہی سے وطن عزیز پاکستان کی آزادی کی نشریات کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ یہ ابتداء تھی۔ نوازئیدہ وطن کے دیگر شعبوں کی طرح یہاں بھی نشریات کے لیے سہولیتں میسر نہ تھیں۔ نغمات وغیرہ ریکارڈ کرنے کے لیے متعلقہ سہولتیں موجود نہ تھیں۔ اس لئے ہر طرح کے اعلان کے لیے اور نغمات وطن کے لیے صداکاروں اور گلوکاروں کو براہ راست اپنی آواز عوام کی سماعتوں تک پہنچانے کا اہتمام کرنا پڑا۔

اس ابتدائی دور میں بہت سے نغمات جو مختلف محب وطن پاکستانیوں نے تخلیق کیے ریکارڈ نہ ہونے کی وجہ سے نشر ہونے والے قومی گیتوں کی فہرست میں شامل نہ ہو سکے۔ براہِ راست نشر ہونے والے بیشتر نغمے اور ترانے ارض پاکستان کی فضاؤں ہی میں تحلیل ہو کر رہ گے۔ ان میں سے جو مقبول قومی نغمے جن گراموفون پر ریکارڈ کر لیا گیا وہ نہ صرف محفوظ ہیں بلکہ آج پاکستان کی تاریخ میں حب الوطنی کی سند بن کر فنی شاہ پاروں کا مرتبہ حاصل کر چکے ہیں۔

ریڈیو لاہور میں ریکارڈنگ کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے "منور سلطانہ اور دلشاد بیگم" نے جو ملی نغمہ سامعین کی نذر کیا وہ امر ہو گیا۔ منور سلطانہ ریڈیو پاکستان لاہور سے یہ نغمہ گانے کے لیے بڑے قومی جوش کے ساتھ تیار تھیں۔ اس دوران ہنگامے بھی عروج پر تھے۔ وہ اپنے والد کے ساتھ نصف شب ریڈیو لاہور آئیں۔ پھر انھوں نے جس پر سوز اور پر جوش آواز میں نغمہ گایا اور وہ ریڈیو سے نشر ہوا۔ تو ہر پاکستانی کا دل فرطِ جذبات سے بھر آیا اور اس نغمے کو ہر دل کی آواز اور نوازئیدہ مملکت کے ساتھ اپنے عزم و محبت کا اظہار سمجھا گیا۔ اس نغمے کے بول درج ذیل ہیں:۔

چاند روشن چمکتا ستارہ رہے
سب سے اونچا یہ جھنڈا ہمارا رہے
اس جھنڈے پر اب قوم کی لاج ہے
اس جھنڈے پہ سب کی نظر آج ہے
جان سے کیوں نہ یہ ہم کو پیارا رہے

اس نغمے کے تخلیق کار "شوکت تھانوی" تھے اس کی موسیقی ترتیب دینے والے " قادر فریدی" تھے۔ یہ نغمہ پاکستان کے قومی پرچم کی آن بان اور شان کا مظہر ہے۔ اس نغمے کو عشرے بیت گئے مگر آج بھی جب یہ ریڈیو ،ٹیلی ویژن پر نشر کیا جاتا ہے تو اہل وطن کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی اور دل حب الوطنی کے بے لوث

جذبات سے بھر جاتے ہیں۔

یہ قومی نغمات انقلابی شاعری جو جذبہ حریت، قائدین وطن اور اہل وطن کو خراج تحسین کے موضوعات پر مبنی ہے۔اس دور میں پشاور کے ایک صداکار جن کا نام "غلام حیدر" ہے

بحوالہ ابصار احمد: مضمون، سبز گیت

غلام حیدر نے ریڈیو پاکستان پشاور سے جو نغمے گائے۔ریڈیو پاکستان پشاور سے نشر ہونے والے ان نغمات کے گراموفون ریکارڈ بھی تیار کیے گئے۔"غلام حیدر" نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے جو نغمات ریکارد کروائے ان میں مولانا" ظفر علی خان "کا تخلیق کردہ نغمہ شامل ہے جس کے بول یہ ہیں:۔

وحدت کا ترانہ شوق سے گا

کثرت سے نہ ڈر، تیرا ہے خدا

مولانا ظفر علی خان ہی کا تخلیق کردہ ایک اور نغمہ جس میں پاکستان کے قیام سے پہلے برصغیر میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔اس نغمے کے بول درج ذیل ہیں۔

اٹھایا مسلمانوں نے مسلم لیگ کا پرچم

لہرایا پھر مسلمانوں نے مسلم لیگ کا پرچم

اس کے علاوہ گلوکار "غلام حیدر" کو جو اہم ترین نغمہ گانے کا اعزاز نصیب ہوا۔وہ نغمہ پاکستانی قومی نغمات میں کلیدی نغمے کی حیثیت رکھتا ہے۔اس نغمے کو تخلیق کرنے کی سعادت شاعر "اصغر سودائی" کے حصے میں آئی۔یہ نغمہ درج ذیل ہے:

پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ

میاں بشیر احمد کا لکھا نغمہ:۔

"بٹ کے رہے گا ہندوستان۔۔۔لے کے رہیں گے پاکستان"

کو گانے کا اعزاز بھی اسی گلوکار کے حصے میں آیا۔"ریڈیو پاکستان لاہور" نے اس ابتدائی دور میں جو قومی نغمات ریکارڈ کروائے ان کی تعداد ساٹھ کی دہائی تک پچاس سے زیادہ نہ تھی۔اس کی وجہ ریکارڈنگ کی سہولتوں کا میسر نہ ہونا تھا۔

'ریڈیو پاکستان لاہور" سے ایک اور گلوکارہ "ستارہ بیگم" کو یہ شرف حاصل ہوا کہ انھوں نے پاکستان کے پہلے "یوم آزادی" پر دو نغمات ریکارڈ کرائے جو ریڈیو پاکستان لاہور سے سامعین کی سماعتوں کی نذر ہوئے۔

وہ درج ذیل ہیں:

1۔ مبارک آزادی، مبارک آزادی۔۔۔اے پاکستانیو! ہو مبارک آزادی

2۔ جسے ہو دیکھنا جنت کا نظارہ۔۔ فردوس کا نقشہ ہے پاکستان ہمارا

پاکستان کے مختلف ریڈیو اسٹیشنوں سے جو نغمات اس دوران نشر کیے گئے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ابصار احمد نے اپنی کتاب میں کیا ہے:

"تو اس وقت یہاں تین ریڈیو اسٹیشنز لاہور، ڈھاکہ اور پشاور موجود تھے۔ جنھوں نے قیام ہی کی شب قومی نغمات براہ راست پیش کیے جن میں پہلا نغمہ منور سلطانہ نے ایوب رحمانی کی پیش کش میں نذر عوام کیا، مولانا ظفر علی خان کے تحریر کردہ اس نغمے کے بول بھی خوب اور موقع کی مناسبت سے تھے۔

"توحید کے ترانے کی تانیں اڑائے جا

مطرب تمام رات یہی نغمہ گائے جا"

"۔۔۔ابتداء میں ریڈیو پاکستان کے پاس ریکارڈنگ کی سہولیات نہیں تھیں۔اسی لیے پیشتر ترانے ارض پاک کی فضا میں ہی تحلیل ہو کر امر ہو گئے۔"[11]

1947ء سے 1965 تک کے قومی نغمات اور ملی گیتوں میں پاکستان کے قیام کے بعد کے دور تک کا سیاسی منظر نامہ ہمارے سامنے آ جاتا ہے۔ یہ ملی نغمے پاکستانی سماج اور معاشرے کے جذبوں اور قومی امنگوں کے ترجمان ہیں۔ ان نغمات کو الفاظ کا روپ دینے والے محبِ وطن پاکستانی شعراء ہیں۔ جنہوں نے ہجرت کے سانحے کو اپنی حساسیت اور حب الوطنی کے جذبے کے تحت لفظ کے قالب میں ڈھال کر نغمے کشید کیے۔ ان نغموں میں ہر پاکستانی کا دل دھڑکتا محسوس ہوتا ہے۔ یہ قومی نغمات مختلف موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں۔ کبھی ان میں جذبہ آزادی کی گونج سنائی دیتی ہے تو کبھی اپنے قائدین سے بے پناہ عقیدت اور محبت کا اظہار سامنے آتا ہے۔ کبھی سبز ہلالی پرچم تو کبھی سرزمین پاک سے محبت کا رنگ غالب آتا ہے۔ کبھی اہلیان وطن ان نغموں کے مخاطب بنتے ہیں۔

اس ابتدائی دور میں نغمات کے موضوعات میں زیادہ تر مٹی سے محبت، دعائیہ کلمات، قائد اعظم، راہبرانِ قوم اور سبز ہلالی پرچم وغیرہ ہی ہیں۔

قیام پاکستان سے 1965ء تک ان نغمات میں حب الوطنی کے عناصر کا تجزیاتی جائزہ لیں تو یہ عناصر درج ذیل موضوعات کی صورت سامنے آتے ہیں جو قومی نغمات کی صورت میں پاکستانی ملی شاعری کا حصہ بنتے

ہیں۔

1۔ قومی زبان

2۔ قومی پرچم / سبز ہلالی پرچم

3۔ قومی ترانہ پاکستان

4۔ قائداعظم ووفاتِ قائد

5۔ مختلف قائدین

6۔ کلام اقبال

7۔ دعائیہ نغمے

8۔ پاکستان کے مختلف شہروں کے نام

9۔ بوڑھوں، بچوں اور کسانوں کے نام

10۔ جنگ ستمبر سے پہلے مختلف شخصیات و قائدین کے نام

11۔ جمہوریت، امید، آزادی

12۔ پاکستانی فلموں میں شامل قومی نغمات (قیام پاکستان سے 1965ءمابعد جنگ)

الگ وطن میں مسلمانوں کی قومی زبان کے اردو انتخاب ہوا کہ یہ پاکستان کی سرکاری زبان ہو گی۔ قومی زبان اردو پر شعراء نے نغمات تحریر کیے۔ اور ان نغمات کو مختلف صداکاروں نے اپنے سروں سے نوازا۔ یہ الگ قضیہ ہے کہ پچھتر برس گزرنے کے بعد بھی ملک میں اردو زبان کو نافذ نہ کیا جا سکا۔

اردو زبان کے پاکستان میں بطور سرکاری زبان نفاذ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"8 جولائی 1972ء کو یعنی 1973ء کے آئین سے پہلے کراچی کے لسانی فساد میں اردو پر کے نام پر کئی لوگ گولیوں کا نشانہ بنے، فوج طلب کرنی پڑی تھی، کرفیو لگا۔۔۔ قبرستان میں ایک احاطے میں بنی قبروں پر لکھا ہے شہدائے اردو۔ افواج پاکستان نے تو 1970ء کی دہائی میں ہی فوجی پریڈ کے انگریزی caustia اردو میں بدل دیے تھے "رائیٹ لفٹ" کی بجائے دائیں بائیں (چَپ راست) ہو گیا تھا۔۔۔"[12]

## ب۔ حب الوطنی کے عناصر کا ملی نغموں میں اظہار:۔

وطن سے محبت ہر ذی شعور انسان کے دل میں اپنی ماں دھرتی کے لیے فطری طور پر موجود ہوتی ہے۔ یہ وہ ارفع جذبہ ہے جو ہر وقت اپنے وطن کے دفاع کے انسان کو تیار رکھتا ہے۔ وطن کی سالمیت کا تقاضا ہو یا قومی اتحاد کا وطن سے بے لوث پیار ہی درکار ہوتا ہے۔

جب وطن عزیز کی بات ہو تو قطع نظر عمر، جنس اور مذہب اور عقیدے کے ہر فرد قوم اپنی جگہ فولادی جذبے اور عزم سے ڈٹا کھڑا ہے۔ یہ وہ احساس ہے جو افراد کو اپنی پاک دھرتی کی خوشحالی کے لیے کام کرنے پر اکساتا ہے۔ حب الوطنی ہی تمام عمر وطن کے مفاد کو اپنے ذاتی فائدے پر ترجیح دینے کے مضبوط جذبے کو بیدار کرتی ہے۔ حب وطن کا جذبہ ہی ملک کے عوام کو آپس میں اتحاد کی اٹوٹ زنجیر سے باندھے رکھتا ہے۔ انھیں اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ اتحاد اس ماں دھرتی کی بہتری کے لیے ہے۔ اور اس بہتری کا انہیں شدت سے احساس ہوتا ہے۔ حب الوطنی کی تعریف درج ذیل ہے:

آزاد دائرہ المعارف۔

"حب الوطنی سے مراد کسی شخص کی اپنے وطن کے لیے محبت ہے۔ ایک محب وطن شخص اپنے ملک و قوم سے ثقافتی و فکری طور پر جڑا ہوتا ہے اور اپنے ملک و قوم کی باکے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کو ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ حب الوطنی کا ایک جزو نظریہ بھی ہوتا ہے۔ جس کی بنیاد پر ایک ملک قائم ہوتا ہے۔ مثلاً ایک پاکستانی شخص اگر اپنے ملک سے محبت کرتا ہے تو اس نظریے کی بنیاد پر کہ:

پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے، جو دو قومی نظریے پر بنا ہے، پاکستان کے قیام کا مقصد ہم مسلمانوں کو اپنی سر زمین پر اختیار دینا، اپنی ثقافت کی حفاظت کرنا اور آزادی سے بلاخوف و خطر مذہبی کام سرانجام دینا۔"

ریختہ ڈکشنری:۔

ریختہ ڈکشنری کے مطابق یہ عربی زبان کا لفظ ہے، اسم، مونث، واحد ہے، اس کے متبادل الفاظ ،وطن، دوستی، وطن پرستی، وطن سے محبت اور اس کے علاوہ اپنے ملک سے عقیدت کے ہیں۔

اس ملک میں بسنے والے ہر پاکستانی کو اپنا وطن پیارا ہے اور اس کی مٹی سے اپنی جان سے بڑھ کر پیار ہے۔ اپنے وطن، اپنی ماں دھرتی سے محبت کرنا فطرت کا تقاضا ہے۔ یوں یہ ایک فطری عمل ہے ہمارے پیارے مذہب اسلام نے بھی اس فطری عمل کو برقرار رکھا، اور اسے بڑی اہمیت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جان کی محبت کو وطن کی محبت سے ملا دیا ہے۔یعنی جسے انسان اپنی جان سے محبت کرتا ہے۔ جس طرح اسے اپنا آپ عزیز ہوتا ہے بالکل اسی طرح وہ اپنے وطن سے بھی بے لوث محبت کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔:ترجمہ

"اور اگر ہم اس پر فرض کر دیتے ہیں کہ اپنی جانوں کو قتل کر ڈالو یا اپنے گھروں (وطن) سے نکل جاؤ۔ تو اسے ان میں سے بہت ہی کم لوگ بجالاتے اور اگر یہ وہی کریں جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے۔ تو یقیناً یہی ان کے لیے بہتر ہے۔ اور بہت زیادہ مضبوطی والا ہو۔"(النساء:66)

درج بالا آیات حب الوطنی کے اس بے لوث جذبے کی اہمیت کو واضح طور پر اجاگر کرتی ہے۔ کہ انسان کے دل میں اپنے وطن سے محبت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ انسان ترک وطن کر کے دوسری جگہ جانا پسند نہیں کرتا۔ اگر حالات اسے مجبور ہی کر دیں تو نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ایسا کرنا پڑتا ہے۔ حب وطن ایک فطری جذبہ ہے اسی لیے وہ مہاجر صحابہ کرام جو اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ گئے اللہ نے ان کی اس قربانی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:(ترجمہ)

"(فئی کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے نکال دیے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں۔"

(سورۃ الحشر:08)

انسان اپنے وطن میں ایک محفوظ زندگی گزارتا ہے۔ اس کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے ملک میں امن اور سکون ہو۔ جان و مال کی حفاظت ہو۔ اس حوالے سے حدیث مبارکہ ہے۔

ترجمہ: "تم میں سے جس نے بھی صبح کی اس حال میں کہ وہ اپنے گھر یا قوم میں امن سے ہو اور جسمانی لحاظ سے بالکل تندرست ہو اور دن بھر کی روزی اس کے پاس موجود ہو تو گویا اس کے لیے پوری دنیا سمیٹ دی گئی۔"

(ترمذی شریف:2346)

حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں:۔

ترجمہ:"رسول اللہ ﷺ سفر سے جب مدینہ کی طرف لوٹتے اور مدینہ کے بالائی علاقوں پر نظر پڑتی تو اپنی اونٹنی کو تیز کر دیتے، کوئی دوسرا جانور ہوتا تو اسے بھی ایڑ

لگاتے۔(جلدی پہنچنے کے لیے)

(صحیح بخاری، حدیث 1802)

ترجمہ:۔"اللہ کی قسم (اے مکہ) بے شک تو سب سے بہترین اللہ کی زمین ہے اور اللہ کے ہاں سب سے محبوب ترین ہے۔ اگر تیری قوم مجھے تجھ سے نہیں نکالتی، میں کبھی نہیں نکلتا۔"

رواہ الترمذی:3925

حب الوطنی کا تقاضا ہے کہ اہل وطن یوم آزادی پر اس نعمت کا شکر ادا کریں۔ ملک پر قرآن سنت کا نفاذ کر کے اور اسلامی طرز زندگی اپنالیں۔ حقیقی معنی میں یہ ایک فلاحی ریاست بنے۔ اس سے بڑھ کر اور محبت کیا ہو سکتی ہے۔

یہ وطن سے محبت ہی ہے کہ ہم ملکی قوانین کی پاسداری کرتے ہیں۔ ملکی ترقی و خوشحالی اور بقا کے لیے ہر وقت دعا گو رہتے ہیں۔ ملکی عوام اس وطن عزیز کی حفاظت اور نگہبانی پر مامور افواجِ وطن کے لیے دل سے دعا کرتے ہیں۔ جو ملکی سرحدوں پر جان ہتھیلی پر لیے دفاع وطن کا فرض انجام دیتے ہیں۔

ہر پاکستانی کی اپنے وطن سے محبت ایک فطری جذبہ ہے، وطن سے محبت اپنی سر زمین سے محبت کرنا، اس سے قلبی لگاؤ ہونا اور دیرینہ تعلق فطری امر ہے۔ وطن سے محبت فطری، طبعی اور بلا تکلف ہوتی ہے۔ پاکستانی افراد ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند مشکل حالات کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اس سر زمین کے تحفظ کے لیے تن من دھن سب نچھاور کر دیتے ہیں۔ یہ محبت کا ہی اظہار ہے، مسلمانوں نے اس خطہ ارضی پر صدیوں حکمرانی کی۔ خون جگر سے اس کی آبیاری کی اور جب اس کی آغوش میں پروان چڑھے، برطانوی سامراج سے چھٹکارے کے لیے عظیم تحریک اور قائداعظم کی قیادت میں، شاعر مشرق کے خواب کو تعبیر عطا کی۔

لفظ وطن جس قدر دل کو لبھاتا ہے اس کا مفہوم بھی نہ صرف پیارا ہے بلکہ اپنے اندر بہت زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ انسان تو ایک طرف چرند، پرند اور تمام حیوان اپنے اپنے مسکن سے فطری و قلبی لگاؤ رکھتے ہیں۔ وطن کی خاک کا ذرہ ذرہ اہل وطن کے دل میں دیوتا کی سی عظمت رکھتا ہے۔ وطن سے محبت وطن سے دوری کی صورت میں اور بھی دوچند ہو جاتی ہے۔ اس کی یادیں قلب و ذہن پر اس طرح نقش ہوتی ہیں کہ انسان کہیں بھی چلا جائے تادم آخر اسے رہ رہ کر تڑپاتی ہیں۔ جس جگہ انسان پیدا ہوتا ہے پلتا بڑھتا اور بلوغت کے

زینے طے کرتا ہے۔ اس جگہ یعنی اپنے گھر کا چپہ چپہ اس کے ذہن میں نقش ہو جاتا ہے۔ اس کا محل وقوع طول وعرض، نقشہ اس کے دل میں اس طرح رچ بس جاتا ہے کہ وہ کتنا بڑا ہو جائے، دنیا میں کہیں بھی چلا جائے اسے ہر پل اپنے اصل وطن کی یاد آتی ہیں اس کا دل اس زمین کا دیدار کرنے کے بعد قدم اپنی دھرتی کے پاک مٹی کو محسوس کرنے کے لیے مچلتے ہیں۔

وطن سے محبت اہل پاکستان کی زندگی کا اولین مقصد ہے۔ وہ اس کے بدلے کسی انعام کے خواہاں نہیں بلکہ اس کی بہبود اور خوشحالی اور بقا کے لیے ذاتی اغراض اور فائدوں کو نثار کر دیتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وطن کی محبت ان کے خون میں اس طرح شامل ہو جاتی ہے کہ وقت پڑنے پر اس کی خاطر اپنی جان پر کھیل جاتا ہے۔ یہ پاکیزہ جذبہ اہل وطن کو فطرت کی طرف سے ایک خاصیت کے طور پر ودیعت کیا گیا ہے۔ کہ جن حالات میں جس طرح عصمتیں، جانیں، مال و دولت، جاو حشمت لٹا کر یہ حاصل کیا گیا۔ وہ کسی عام خطے کے لوگوں کی قسمت میں نہیں ہو سکتا تھا۔

ہمارا دین ایمان اور عقیدہ ہمیں اس جذبہ میں پختہ کر دیتے ہیں۔ اسی لیے وطن سے محبت کے بے لوث جذبے کو ایمان کا جزو بھی کہہ دیا گیا۔ اقبال کے مطابق:

ے "حب وطن از سنبل وریحان خوشتر"

ہم سب پاکستانیوں کا پیارا دیس یہ پاک دھرتی پاکستان ہے۔ اس میں مسلمان، ہندو، سکھ، عیسائی، پارسی، سب اقلیتیں جو اس میں بستی ہیں۔ وطن سے دل و جان سے پیار کرتے ہیں۔ جب بھی پاکستان دشمنوں نے اپنے ضمیر بیچ کر وطن سے غداری کی تو اہل وطن نے ہر محاذ پر اپنے وطن کا دفاع کیا۔ خواہ عالمانہ نشستیں ہوں یا بڑے میدانوں کے معرکے۔ پاکستانی کسی طرح بھی ایسی چالبازیوں کو برداشت نہیں کرتے۔ وطن سے محبت یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس ماں دھرتی جو ہم پر حقوق میں ہمارا اولین فریضہ ان کی ادائیگی ہو۔

آج اگر اہل وطن کھلی آزاد فضا میں سانس لے سکتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے آزادی کے لیے اپنا لہو بہایا، جانوں اور عصمتوں کے نذرانے پیش کیے۔ دشمن سے نبرد آزما رہے۔ آخر طویل ترین جدوجہد کے بعد یہ خطہ پاک ہمیں حاصل ہوا۔ ہر پاکستانی اپنے وطن کا سپاہی ہے۔ اس کی عفت و عصمت کا نگہبان ہے، وطن سے اس قدر محبت ہے کہ اس کی شان و شکوہ اور تحفظ و بقا پر اپنی جان وارنے کے لیے ہم وقت تیار ہے۔

پاکستانی اپنے وطن سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔ اس کے چپے چپے سے محبت ہے۔ اس ملک کی طرف کوئی میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ اس وطن عزیز کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جانے کی سکت ہی نہیں ہوتی۔

پاکستان کا وجود میں آنا 20ویں صدی کا اہم ترین واقعہ ہے۔ اس صدی نے مقبوضہ قوموں میں آزادی حب الوطنی کے جذبات کو جگایا۔ جو قیام پاکستان کی وجہ بنا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر فخر الحق نوری یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

"بیسویں صدی تحریک حریت اور حصول آزاد کی صدی ہے۔۔۔ آزادی کا جادو ان لوگوں پر بھی چل گیا جو ظالم حکمرانوں کے خلاف اور آزادی کے حق میں اپنی زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہیں کرتے تھے۔"[13]

قیام پاکستان سے قبل اور بعد میں اردو شعراء نے وطن سے محبت کے انمول گیت لکھے۔ ان ترانوں اور ملی نغموں، گیتوں کو میڈیا نے بہت زیادہ اہمیت دی اور ہر طرح کے ذرائع مثلاً اخبار ورسائل، جرائد ریڈیو اور ٹی وی اور نجی محافل کے علاوہ جلسے جلوسوں میں پیش کیا گیا۔ یوں آزادی کی تڑپ اور وطن سے محبت عوام الناس کی سانسوں میں رچ بس گئی تھی۔ شعراء نے اپنے ان گیتوں کے ذریعے عوام کو سیاسی، سماجی، قومی اور وطنی آگہی عطا کی۔ ان گیتوں اور نغموں میں وطن کی محبت اور اسے ناقابل تسخیر بنانے کی تڑپ موجود ہے۔ ان گیتوں میں وطنیت اور پاکستانی قومیت پر فخر اور محبت کا جذبہ عروج پر ہے۔ عوام کو ان گیتوں اور نغموں کے ذریعے یکجہتی، ایثار اور حب وطن کی ترغیب ملتی ہے۔ یوں شعراء نے اپنے قلم کو استعمال کیا اور اتحاد و یگانگت اور حب وطن کے جذبات ان کے سینوں میں بیدار کیے۔

قیام وطن کے لیے برصغیر کے مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد کے شانہ بشانہ ادبا و شعراء بھی کھڑے رہے۔ اس طبقے نے اپنے خون جگر سے وطن کی محبت میں دلوں کو گرما دینے والے اور ملی جوش کو مہمیز دینے والے ایسے گیت اور نغمے تخلیق کیے جو ہر بچے بوڑھے اور جوان، مردوزن کے دلوں کی دھڑکن اور جذبات ملی و قومی کے نمائندہ ہیں۔

پاکستان، مملکت خداداد کو یہ مقدس نام تجویز کرنے والے چودھری رحمت علی ہیں۔ انگلستان کی کیمبرج یونیورسٹی کے مسلم طالب علم چودھری رحمت علی اور۔۔۔ کے ساتھی جداگانہ مسلم ریاست کے بڑے حامیوں میں سے تھے۔ انہوں نے اس نوازئیدہ ریاست کا نام تجویز کیا۔ چودھری رحمت علی نے یہ نام خود ایجاد کیا۔

"انہوں نے اس مجوزہ نئی ریاست کا نام ایجاد کیا اور اس کو مسلم اکثریت کے صوبوں کے نام کا پہلا حرف لیا اور بلوچستان سے انہوں نے ستان لیا، اس طرح اس نئی ریاست کا نام "پاکستان" وضع ہوا۔"[14]

حتیٰ کہ آزادی سے شروع کی جانے والی تحریک بھی "تحریک آزادی پاکستان" کے نام سے موسوم ہوئی۔ شعراء نے اس کے نام سے نغمے تخلیق کیے جو زبانِ زد عام ہوئے۔ اور بچے گلی گلی اپنی معصوم سروں میں یہ بول الاپتے تھے۔ "لے کے رہے گے پاکستان بن کے رہے گا پاکستان" اور ان بولوں نے باقاعدہ آزادی اور حب الوطنی کے جذبات ابھارنے والے نعروں کی شکل اختیار کر لی تھی۔

1947ء سے 1965ء تک کا دور پاکستانی عوام کے ذہنی، شخصی، تمدنی، سیاسی، سماجی اور قومی شعور کی پختگی کا ایک طویل منظر نامہ پیش کرتا ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں ملی و قومی شاعری کرنے والے شعراء کی طرف سے وطن عزیز کو پیش کیا گیا خراج عقیدت ملی و قومی نغموں اور گیتوں کی صورت میں اردو ادب کا ایک زریں باب اور نایاب ملی خزینہ ہے۔ شعراء نے حصول آزادی کے لیے ہر طرح کی مشکلات اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اور پھر کہیں جا کر ان کے نغموں کے ہر بول نے عوام کے دلوں میں سرایت کیا۔ اور ان کے ذہنوں میں حب وطن اور وطن کے تحفظ و یگانگت کا عمیق جذبہ پیدا کیا۔ شعراء کے خون سے یہ کھیتی سیر اب ہوئی۔ آزادی کا سفر 1947ء کو جا کر تمام ہوا۔ اور خون آزادی کی تڑپ پیدا کرنے میں شعراء کا کردار مثالی ہے۔ ہماری قومی تاریخ میں 1947ء کے بعد سے کئی موڑ آئے، قوم نے بہت دفعہ اپنے وطن کی پاک دھرتی کو لہو رنگ ہوتے ہوئے دیکھا۔ یہ لہو کبھی اپنی جان ہتھیلی پر پیش وطن کی حفاظت اور محبت میں پیش کر دینے کے رویے میں ظاہر ہوا تو کبھی جگر کا لہو جلا کر خوبصورت نغمات تخلیق کرنے کی صورت میں ظاہر ہو۔

اس دوران جو ملی شاعری ملی و قومی نغمے تخلیق ہوئے وہ اپنی دھنوں سے آج بھی وطن کی فضاؤں کو مسرور کر دیتے ہیں اور اہل وطن کے دلوں میں قوم و وطن سے اٹوٹ محبت اور وابستگی کے جذبات پیدا کرتے ہیں۔ اس حوالے سے قومی نغمے پاکستانی تاریخ میں نقشِ دوام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان نغموں کے ذریعے اہل وطن کے دلوں میں حب وطن کے چراغ جلتے ہیں اور ان کی فکر قومی سلامتی و یگانگت کی راہیں تلاش کرنے کی طرف محو پرواز ہوتی ہے۔

برصغیر کی تاریخ میں ایک الگ اور آزاد وطن کے لیے جدوجہد مسلمانوں کا یاک قابل فخر اور بے مثال کارنامہ ہے۔ تحریک پاکستان کا دورانیہ جلی حروف سے لکھنے کے لائ ہے۔ خاص طور پر 1940 سے 1947 تک جب یہ مطالبہ شدت اختیار کر گیا اور پھر دنیا کے نقشے پر ایک نیا ملک "پاکستان کا نام کنندہ ہوا۔ پاکستان جو 1930 تک محض ایک خواب تھا۔ 1940 میں برصغیر کے مسلمانوں کا مطع نظر بن گیا اور 1947 میں ایک حقیقت بن کر سامنے آیا۔

برصغیر کے مسلمانوں ے دل میں آزادی کی جوت جگانے، ملی جوش وجذبہ پیدا کرنے میں دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ قومی وملی نغموں اور گیتوں نے بھی اہم کردار ادا کیا۔

تحریک پاکستان کی جدوجہد سے لے کر آزادی اور اس کے بعد تاحال مسلمانوں کے دل میں آزادی کی جوت جگانے اور اپنے پیارے وطن سے بے لوث محبت کا جذبہ جگانے میں اس وقت میڈیا / اخبارات نے کلیدی کردار ادا کیا۔ ان اخبارات نے نہ صرف اپنے اپنے اداریوں، مضامین اور خبروں کے ذریعے عوام میں آزادی کی روح پھونکی، بلکہ ان گیتوں، ترانوں، نظموں کو بھی شائع کیا گیا۔ جو پاکستان کی تحریک کے دوران جلسوں کی رونق بڑھاتے تھے۔ اس کے علاوہ اپنے قائد بے مثال محمد علی جناح کے حضور نذرانہ عقیدت کے طور پر بھی پیش کیے جاتے تھے۔

جیسے ہی ماہ آزادی یعنی اگست کا آغاز ہوتا ہے۔ ملک میں ہر طرف خوشی وشادمانی عوام کے لبوں پر قومی نغمے اور گیت کی شکل میں نمایاں ہوتی ہے۔

1947ء سے لے کر تاحال ملی و قومی ترانوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو چکا ہے۔ جو ایک نسل سے دوسری نسل میں اسی ملی و قومی جوش، جذبے اور قومی غیرت وحمیت سے منتقل ہو رہا ہے۔

اس دوران بہت سے شعراء نے حب وطن سے سرشار ہو کر نغمے تخلیق کیے اور میڈیا کے ذریعے عوام الناس کی سماعتوں سے ٹکرائے۔ ملی نغمے اور گیت فقط کیف و سرشاری کا ذریعہ نہیں ہوتے بلکہ یہ روح تک کو سرشار اور سیراب کرتے ہیں۔ کیوں کہ لکھنے والا اور پڑھنے یا گانے والا جذبہ ملی سے معمور ہو کر لکھتا ہے۔ یہ نغمے سراسر اپنے وطن سے محبت وعقیدت کے عکاس ہیں۔

- شوکت تھانوی:۔ کا لکھا ہوا نغمہ "چاند روشن چمکتا ستارہ رہے" یہ ملی نغمہ زر قانے گایا۔
- سیف زلفی:۔ جھنڈے کے موضوع پر ایک اور ملی نغمہ "ہمارا پرچم یہ پیارا پرچم" یہ نغمہ ناہید اختر نے گایا۔ نوٹ: یہ ملی نغمہ سرکاری سطح پر ہونے والے مقابلے میں پہلی پوزیشن پر آیا تھا۔
- ساقی جاوید کا خوب صورت نغمہ "اے وطن پیارے وطن، پاک وطن، پاک وطنِ جو جذبہ حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہے۔ یہ نغمہ استاد امانت علی خان نے گایا۔
- منظور احمد:۔ ٹی وی کے معروف نغمہ نگار شاعر ہیں۔ انہوں نے ریڈیو اور فلم کے لیے 100 سے زائد نغمات لکھے۔ جس میں سے بیشتر مقبول عام ہیں۔ ان کے قلم سے ہی تخلیق ہوا یادگار ملی نغمہ نگار، "روشن میری آنکھوں میں وفا کے جو دیے ہیں، نور جہاں نے اسے گایا۔

- کلیم عثمانی:۔پاکستان کے معروف شعراء میں شامل انہوں نے 1955ء میں فلم "انتخاب، کے گیت لکھے اس کے علاوہ معروف ملی نغمہ " یہ وطن تمہارا ہے۔۔اس جادوئی نغمے میں وطن کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیاہے۔اسے گایامہدی حسن نے ہے۔

صہبااختر:۔ ریڈیو پاکستان کے لیے باقاعدگی سے لکھتے تھے۔مشہور نغمہ "میں بھی پاکستان ہوں تو بھی پاکستان ہے۔محمد علی شہکی نے گایا۔

مَسرور انور: ملی نغمہ ہم زندہ قوم ہیں لکھا۔ محسن جاوید، امجد حسین اور بینجمن سسٹرز نے گیا۔یوں ملی نغموں کو ایک ہی حیثیت سے روشناس کرایا۔

جمیل الدین عالی:۔ بہت سے مشہور ملی نغموں کے خالق ہیں۔جلیل الدین عالی نے 25 کے قریب معروف ترین اور مقبول ترین قومی نغمے لکھے۔جن میں۔

1۔ میراانعام پاکستان

2۔ جگ جگ جیے میراپیاراوطن

3۔ جیوے جیوے پاکستان

4۔ اے وطن کے سجیلے جوانو

5۔ سوہنی دھرتی وغیرہ شامل ہیں۔

میراانعام پاکستان نصرت فتح علی خان نے گایا۔

بشیر فاروق:۔ یہ دیس ہمارا ہے۔افشاں احمد اور نسیم بیگ نے گایا۔۔

حمایت علی شاعر۔ ان کے قلم کا شاہ کار تاریخی ملی نغمہ " جاگ اٹھا ہے ساراوطن " آج بھی مقبولیت کے افق پر ہے۔مسعود رانااور شوکت علی نے گایا۔

اپنے وطن کی مٹی محبت سے لبریز یہ ملی نغمے زندہ قوموں کی بیدار روح کے عکاس ہوتے ہیں۔ان کے ذریعے عوام میں عزم وہمت کی وہ داستانیں رقم ہوئیں جو ہماری پاکستانی تاریخ کا سرمایہ ہیں۔

(روزنامہ دنیاE.PAPER)ان ملی نغموں میں وطن سے محبت اور اتحاد کا پیغام پوشیدہ ہے۔

قومی نغمات میں ہماری حب الوطنی کی تاریخ، عوام کی اپنے وطن کے ساتھ بے لوث عقیدت اور محبت کی انمول داستان بیان کرتی ہے۔یہ پرچم ہماراعزم عالی شان ہے۔ہماری عظتوں اور رفعتوں کا امین ہے۔ پرچم کو پاکستانی قوم کی لاج قرار دینے والے اور اس کے ہلال روشن ستارے کو صدا قائم دائم رہنے کی دعا دینے

والے "شوکت علی تھانوی" کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے سبز ہلالی پرچم کے بارے میں نغمہ لکھا" چاند روشن چمکتا ستارہ رہے"۔ اس نغمے کو موسیقی کی دھنوں سے سجانے والے "قادر فریدی" ہیں۔(بحوالہ ابصار احمد، مضمون سبز گیت، مشمولہ ہلال) یہ نغمہ لاہور ریڈیو اسٹیشن سے طویل عرصہ سامعین کو اپنی سروں سے گرماتا رہا۔

ریڈیو اسٹیشن لاہور ہی سے اقبال بیگم لاہوری نے پنجابی زبان میں لکھا نغمہ جس کا موضوع قومی پرچم تھا گایا۔ اس نغمے کے بول درج ذیل ہیں۔

"چن تارا پاکستان دا
رہے چنڈا اچا مان دا"

مختلف شعراء کی وطن سے محبت سے عکاس نظموں میں بھی پرچم اور اس پر بنے چاند اور تارے کا ذکر ہوا ہے۔ مثلاً اسرار الحق مجاز کی قیام پاکستان سے پہلے لکھی گئی ایک نظم کے اشعار ہیں:۔

آزادی کی دھن پہ کس نے آج ہمیں للکارا
خیبر کے گردوں پر چمکا ایک ہلال، اک تارا
سبز ہلالی پرچم لے کر نکلا لشکر سارا

ملکہ ترنم نور جہاں نے بھی جھنڈے پر پنجابی نغمہ گایا۔ اس کے بول درج ذیل ہیں۔

"ساڈا چنڈا اے ساڈا ایمان"

کسی بھی قوم کا پرچم آزاد قوم کے لیے بیش قیمت اور مقدس سرمایے کی حیثیت رکھتا ہے۔ قومی پرچم کسی قوم کی شان و شوکت اور آزادی کی پہچان ہوتا ہے۔

قومی پرچم اور قومی نشانوں کی روایت مصریوں سے پڑی اور پھر روم سے ہوتی ہوئی دنیا بھر میں پھیل گئی۔ اسلامی تاریخ میں اس کی ابتدا ہجرت مدینہ سے ہوئی۔ جب حضرت محمد ﷺ نے پہلا پرچم اپنے عمامہ مبارک کو بنایا اور اسے نیزے سے باندھ کر حضرت بریدہ رضی اللہ بن خصیب" کو عطا کیا۔ عہد نبوی ﷺ عام طور پر پرچم دو قسم کے ہوتے تھے۔ ان کے باقاعدہ نام تھے۔

> "حضرت محمد ﷺ کے عہد میں مسلمانوں کے عموماً دو قسم کے پرچم ہوتے تھے۔ جن میں ایک نام "رایہ "یعنی بڑا پرچم اور دوسرا "نوا" یعنی چھوٹا پرچم تھے۔ یونس کمال لودھی کے بقول بڑا پرچم یعنی "رایہ "نمرہ قسم کے مستطیل کپڑے کا بنا ہوتا تھا۔ نمرہ

اس کپڑے کو کہا جاتا تھا جس پر سیاہ اور سفید متوازی دھاریاں ہوتی تھیں"۔[15]

پاکستان کے قومی پرچم کی تشکیل کے لیے جو کمیٹی بنائی گئی اس میں قائد اعظم، خان لیاقت علی خان اور سردار عبد الرب نشتر شامل تھے۔

قومی پرچم کا نمونہ قائد اعظم اور کمیٹی اراکین کی راہنمائی میں "امیر اللہ قدوائی" نے مرتب کیا۔ ٹیلر ماسٹر الطاف حسین اور افضال حسین کو یہ اعزاز ملا کہ انہوں نے پاکستان کا سب سے پہلا "ہلالی پرچم" تیار کیا۔ پاکستانی پرچم کے سبز حصے میں موجود چاند "ہلال" اور ستارہ پانچ کونوں والا ہوتا ہے۔ "ہلال "ترقی" اور تارا" روشنی اور علم کو ظاہر کرتا ہے۔

پاکستانی پرچم کا ڈیزائن منظوری کے لیے دستور ساز اسمبلی میں 11 اگست 1947ء کو پیش کیا گیا۔ جسے قائد اعظم کی صدارت میں اسی دن دستور ساز اسمبلی سے منظور کر لیا گیا اور پاکستان کا قومی پرچم 14 اگست 1947ء کو رات بارہ بج کر پانچ 12:05 منٹ پر لہرایا گیا۔ تحریک پاکستان کی نامور مذہبی شخصیت علامہ شبیر عثمانی کو قومی پرچم لہرانے کا اعزاز حاصل ہوا۔

پاکستانی سبز ہلالی پرچم جب ہواؤں کے دوش پر لہراتا ہے تو اہل وطن کے قومی و ملی جذبات میں جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستانی شعراء نے سبز ہلالی پرچم کی شان میں ملی نغمے اور گیت لکھے۔ جو پرچم کی شان و شوکت میں اضافہ کرتے ہیں۔

پاکستانی پرچم وطن کی عظمت و سلامتی کی علامت ہے۔ شعراء کے دلوں کی دھڑکن اور ان کے تخیل کو مہمیز لگانے والا ہلال اور تارا ہمیشہ سریلے نغموں کا باعث بنا۔ اصغر سودائی "نے پاکستانی پرچم کے بارے میں جو نظم / گیت لکھا اس کے بول درج ذیل ہیں:۔

سبز ہلالی پرچم سے ہے شانِ وطن اور آن وطن
یہ پرچم ایمانِ وطن، ایقانِ وطن، عرفانِ وطن
اس پرچم کو اونچا رکھنا قومی فرض ہمارا
میرے وطن کا سبز ہے پرچم جس پر چاند ستارا

(بحوالہ اجلا اجلا، پیارا پیارا امیدوں کا تارا ہے، قومی نظمیں)

یہ سبز ہلالی پرچم دنیا بھر میں اپنے حسن و جمال اور ڈیزائن کی بنا پر بھی بے مثال ہے۔ اہل وطن کو اسی سے عقیدت اور دلی لگاؤ ہے۔ پاکستانی پرچم نہ صرف وطن عزیز بلکہ پوری ملت اسلامیہ کی توقیر کا علمبردار ہے۔

پاکستانی شعراء نے اس پرچم کے جمال اور اس کی محبت میں خونِ جگر سے عدیم المثال نغمے تحریر کیے۔
"ساقی جاوید" نے پاکستانی پرچم کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا:۔

چاند سے اجلا ، جان سے پیارا، پرچم پاکستان کا
جگمگ، جگمگ، روشن روشن ایک ورق قرآن کا
پرچم پاکستان کا
ہاتھ یہ ہر معصوم بہن کا ، ہر ماں کا یہ آنچل ہے
ماتھوں کا یہ اجلا جھومر، آنکھوں کا یہ کاجل ہے
آرزوؤں کا روشن تارا، کھلتا پھول ارمان کا
پرچم پاکستان کا

(قومی نظمیں)

ابتدائی نغموں میں سبز ہلالی پرچم سے عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے جو نغمات لکھے گئے اور مختلف گلوکاروں کی آوازوں میں اہل وطن کی سماعتوں کی نذر ہوئے۔ ان میں درج ذیل نغمہ جو منور سلطانہ، اقبال بیگم اور دیگر کی آواز میں ریکارڈ کیا گیا اس کے بول ہیں (حوالہ: ابصار احمد، یہ نغمے پاکستان کے)

"یہ پرچم ہماری رفعتوں کا نشان"

حافظ عطا محمد قوال کی آواز میں ریکارڈ ہونے والا ایک اور گیت جو سبز ہلالی پرچم کی سربلندی اور عظمت کی خواہش ہے اس کے بول ہیں:۔

"رہے سدا سر بلند پرچم"

انہی جذبات کا ترجمان ایک اور نغمہ:

"سبز پرچم ہمارا، رہے اونچا سدا"

اس نغمے کو اپنی سریلی آواز سے امر کرنے والے گلوکار کا نام "دائم حسین" تھا۔

65ء کی جنگ سے پہلے پاکستان کے ابتدائی سالوں میں سبز ہلالی پرچم خاص طور پر وطن کی عقیدت و محبت کا مرکز و محور رہا۔ اس پرچم کے ساتھ قوم کی بے لوث محبت اور پیار ہر گزرنے والے دن کے ساتھ مزید بڑھتا رہا ہے۔

شعراء پرچم اور وطن کی محبت میں سرشار نغمات تخلیق کرتے رہے اور وطن کے خوش گلو، صداکار

ان نغمات کو اپنی آواز کے ترنم اور شیرینی سے نوازتے رہے۔

"آزادی کا سبز پھریرا" یہ نغمہ خورشید انور سبز علی اور ساتھیوں کی آواز میں ریکارڈ کیا گیا۔

بنگالی زبان میں بھی سبز ہلالی پرچم پر نغمے لکھے اور گائے گئے یہ گیت قومی یک جہتی کے بہترین عکاس ہیں۔ "ڈھاکہ ریڈیو کورس" نے درج ذیل نغمہ پیش کیا۔ جو اردو زبان میں ہے۔ اس نغمے میں سبز پرچم کو اپنا قومی نشان کہہ کر خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

دلوں کو حب الوطنی کے جذبے سے معمور کرنے والا قومی امنگوں اور ولولوں کو جوش دلانے والا ابتدائی دنوں کا نغمہ "چاند روشن چمکتا ستارہ رہے" پاکستانی فلموں میں بھی شامل کیا گیا۔ پاکستان کے قیام سے 1955ء تک بننے والی فلموں میں یہ نغمہ فلم "شیر پاکستان" میں شامل کیا گیا اور اس نغمے کو "دلشاد بیگم اور ادر فریدی نے گایا۔

1956ء سے 1965ء جنگ سے پہلے لکھے جانے والے نغمات میں وہ نغمے جنہیں عوام میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ قومی پرچم کے گیت جن بے مثال گلوکاروں کی آوازوں میں امر ہوئے ان کے نام سلیم رضا اور احمد رشدی میں ان نغموں کے بول درج ذیل ہیں:۔

1۔ "ساتھیو! سبز پرچم اڑاتے چلو!

2۔ "پرچم حیات نو کا اڑاتے ہوئے چلو"

اسی دورانیے میں بنگالی زبان میں پرچم کے حوالے سے گایا جانے والا نغمہ:

"آمر جھنڈا، آمِر چاند تارہ"

اس نغمے کو لیلیٰ بانو اور ارجمند وغیرہ نے گایا۔

1956ء تا 1965ء کے دوران بننے والی پاکستانی فلموں میں بھی قومی پرچم اور حب الوطنی کے جذبات کی عکاسی ملتی ہے۔ فلم "اک تیر اسہارا" میں شامل کیا جانے والا نغمہ نسیم بیگم اور عابدہ پروین نے گایا۔

"اپنے پرچم تلے، ہر سپاہی چلے"

اسی طرح ایک اور فلم جس کا نام "عظمتِ اسلام" تھا۔ اس میں درج ذیل نغمہ شامل کیا گیا۔

"پرچم اپنا چاند ستارہ، اس نغمے کو گانے والے "سلیم رضا اور ناہید نیازی" ہیں۔

قومی پرچم قوم کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ قومی پرچم میں یہ خاصیت ہونی چاہیے کہ کسی بھی آزمائش میں تمام افراد قومی یگانگت کا ثبوت دیتے ہوئے ایک پرچم تلے متحد ہو جائیں۔ پاکستان کے سبز ہلالی

پرچم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پوری قوم اس کے سائے تلے متحد اور ہم قدم ہونے کا عزمِ صمیم رکھتی ہے۔ اس کیفیت کا اظہار کلیم عثمانی کے تخلیق کردہ نغمہ میں ملتا ہے۔ جس میں قومی پرچم اور قوم کے درمیان اس حسین تعلق اور نسبت کو ملی نغمے کی صورت میں بیان کیا ہے۔

"اس پرچم کے سائے تلے ہم ایک ہیں، ہم ایک ہیں
سانجھی اپنی خوشیاں اور غم ایک ہیں، ہم ایک ہیں

بعد کے ادوار میں بھی قومی پرچم بے مثال نغموں کی تخلیق کا ذریعہ رہا۔

پاکستانی سبز پرچم کو وطن کی فضاؤں میں ہوا کے دوش پر لہراتا ہوا دیکھنا ہر محب وطن کی دلی تمنا ہے۔ کیوں کہ قومی پرچم ہی ہمارا عزمِ عالیشان ہے اور بہادری اور شجاعت کی علامت بھی۔ انہوں نے قومی پرچم کے حوالے سے ملی نغمہ لکھا جس کا عنوان ہی "پاکستان کا پرچم" ہے۔ اس ملی نغمے کے بول درج ذیل ہیں:

حمیت کی قسم تم کو شجاعت کی قسم تم کو
جوانو! اپنے آبا کی روایت کی قسم تم کو
فضائے دو جہاں پر چھائے پاکستان کا پرچم
یہ پرچم ہی حقیقت میں نشان ہے سرفرازی کا
دل و جان سے حفاظت اس کی ہے ایمان، غازی کا
رہ عزم و یقین دکھلائے پاکستان کا پرچم

## قومی ترانہ:

قومی ترانہ کسی بھی آزاد ملک و قوم کی پہچان ہوتا ہے۔ جس طرح قومی پرچم ایک آزاد قوم و ملک کا ترجمان ہوتا ہے۔ اس جدید دور میں کسی آزاد ملک کی جداگانہ پہچان کے لیے اس ملک کا قومی ترانہ یا قومی نغمہ ہونا ضروری ہے۔ جو اس ملک میں بسنے والی قوم کی نمائندگی کرتا ہے۔ ملی نغمات سے قومی تاریخ بھری ہوئی ہے مگر قومی ترانہ ایک ہی ہوتا ہے۔ جس کی توقیر اور تکریم سب افرادِ قوم پر قانوناً اور اخلاقاً فرض ہوتی ہے۔ قیام پاکستان کے وقت اور بعد میں بہت سے قومی و ملی نغمے اور ترانے لکھے گے۔ جن " جگن ناتھ آزاد بھی شامل ہیں جو تقسیم کے بعد پاکستان ہی میں رہے۔ دیگر شعراء کی طرح انہوں نے بھی وطن کی محبت میں قومی ترانہ لکھا۔ جس کے بول ہیں:

"اے سرزمیں پاک!

ذرے ذرے تیرے ہیں آج ستاروں سے تابناک

روشن ہے کہکشاں سے کہیں آج میری خاک"

ایک اسی طرح کا قومی ترانہ سید بشیر حیدر کنول نے 1942ء میں تخلیق کیا۔ اس کی تصدیق پروفیسر بشیر احمد سوز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کہ یہ پاکستان پر لکھے جانے والے ترانوں میں "پہلا قومی ترانہ" ہے۔۔۔۔۔ سید بشیر حیدر کنول نے آنے والے حسین دور اور مسلمانوں کے روشن مستقبل کے پیش نظر پاکستانی قوم کے لیے ایک ترانہ لکھا۔ اس ترانے کو بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ اہم تقریبات اور اجتماعات میں اس ترانے کو ترنم سے پیش کیا جاتا تھا۔"[16]

قومی ترانہ موسیقی کی دھنوں یا اشعار یا بعض اوقات صرف دھنوں یا صرف اشعار پر مبنی ہوتا ہے۔ اکثر قومی ترانے اشعار اور دھنوں کو ملا کر تیار کیے جاتے ہیں۔ پاکستان کا قومی ترانہ آزادی پاکستان کا ضامن ہے۔ جو اشعار اور دھنوں کے حسین امتزاج کا شاہکار ہے۔ اس کے خالق "ابو الاثر، حفیظ جالندھری" ہیں۔ احمد جی چھاگلہ نے اس کی دھنیں ترتیب دیں۔

قیام پاکستان کے بعد چند محبان وطن نے دیگر آزاد ممالک کی طرح پاکستان کا بھی ایک قومی ترانہ ہونے کی ضرورت محسوس کی جو نہ صرف آزاد وطن پاکستان کی پہچان ہو بلکہ ہر محب وطن پاکستانی کے دل کی آواز بھی ہو۔ جو ان کے دلوں کو گرما سکے۔ اس مقصد کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی۔

"اس مقصد کے لیے 23 فروری 1949ء کو ایس ایم اکرم کی نگرانی میں سردار عبدالرب نشتر پیرزادہ عبدالستار، پروفیسر چکرورتی، چوہدری نذیر احمد، ذوالفقار علی بخاری، اے ڈی اظہر، نسیم الدین اور حفیظ جالندھری پر مشتمل 9 رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس نے فنِ موسیقی کے ماہر احمد غلام علی چھاگلہ کی بنائی ہوئی دھن کو قومی ترانے کی دھن منظور کر لیا"۔[17]

یونس کمال لودھی نے اپنی کتاب "پاکستانی قومی پرچم اور ترانہ" میں قومی ترانے کی دھن کی ت یاری جن ہنگامی حالات میں ہوئی اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ 5 مارچ 1950ء کو شہنشاہ ایران کو حکومت پاکستان نے مدعو کیا تھا۔ "ترانہ کمیٹی' کو اپنی سفارشات جلد مکمل کر کے پیش کرنے کا تقاضا کیا گیا تاکہ

شاہی مہمان کی آمد پر قومی ترانے کی دھن بجا کر استقبال کیا جاسکے۔ چنانچہ موسیقاروں اور شاعروں کو یہ کام سونپا گیا۔ 1950ء میں اس اعلان پر متعدد دھنیں حکومت کو موصول ہوئیں تو ترانہ کمیٹی نے فوری طور پر غور کر کے "احمد جی چھاگلہ" کی تیار کردہ دھن منظور کرنے کے لیے حکومت کو سفارش کی۔

شاہی مہمان کی آمد پر یہی دھن بجائی گئی۔ مگر اس کی لفظی صورت موجود نہ تھی۔ حیرت آمیز امر یہ ہے کہ 1954ء تک اسی دھن کو ریڈیو پاکستان کے مختلف سٹیشنوں سے نشر کیا جاتا رہا۔ پاکستان بھر میں اسی دھن کے مطابق شعراء کو قومی ترانہ لکھنے کی عام دعوت دی جاتی رہی۔ آخر کمیٹی کے پانچ سال کے عرصے میں مغربی اور مشرقی پاکستان کے دونوں حصوں سے 722 شعراء کے ترانے موصول ہوئے۔ جن کو ترانہ کمیٹی نے بغور مطالعہ کے بعد شارٹ لسٹ کر کے کابینہ کو بھیج دیا اور کابینہ نے حفیظ جالندھری کا لکھا ہوا قومی ترانہ منظور کر لیا۔

13 اگست 1954ء کو قومی ترانہ ریڈیو پاکستان کے تمام سٹیشنوں سے بیک وقت نشر ہوا۔

حفیظ جالندھری نے ترانہ تخلیق کرنے اور اس کی منظوری کا احوال درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

> "قیام پاکستان کے بعد مجھے سب سے قبل ترانہ لکھنے کی فرمائش راولپنڈی میں خان لیاقت علی خان (پاکستان کے پہلے وزیر اعظم) نے کی تھی۔ سات سو بائیس 722 ترانوں میں میرا تخلیق کردہ ترانہ "پاکستان کا قومی ترانہ" قبول کیا گیا تھا۔ اس وقت پاکستان کے وزیر اعظم جناب محمد علی بوگرہ تھے اور ترانہ منظور ہوتے وقت انہوں نے مجھے راولپنڈی بلا کر بھری محفل میں ہاروں سے نوازا تھا"۔[18]

احمد جی چھاگلہ ماہر موسیقار تھے پہلے دھن تیار کی گئی اور قومی ترانہ بعد میں لکھا گیا اس سے ہم آہنگی کا مسئلہ پیدا ہو سکتا تھا کیوں کہ یہ دھن مغربی رنگ میں مرتب ہوئی تھی۔ اس دھن کے معیار پر پورا اترنا ایک بڑا چیلنج تھا لیکن حفیظ جالندھری نے پاکستانی قوم کی امنگوں اور اسلامی روایات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عدیم المثال کارنامہ انجام دیا۔ جس کی وجہ سے حفیظ جالندھری کا نام پاکستان اور پاکستان کے قومی ترانے کی تاریخ کے ساتھ منسلک ہو کر امر ہو گیا۔ بعض ناقد کہتے ہیں کہ پاکستان کی قومی زبان اردو ہے، قومی ترانہ فارسی زبان میں کیوں لکھا گیا اس میں ایک حرف "کا" صرف اردو کا ہے۔

قومی ترانے کے تمام الفاظ، خالص اردو زبان کے ہیں۔ کیوں کہ جب کوئی لفظ کسی زبان میں استعمال ہونا شروع ہو جاتا ہے تو اسی زبان کا حصہ بن جاتا ہے جس میں وہ لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح قومی ترانے

کے تمام الفاظ اردو میں مستعمل ہیں اور اس کا حصہ ہیں۔

قومی ترانے کو آواز کا روپ دینے کا اعزاز جن خوش بختوں کو حاصل ہوا ان میں درج ذیل صدا کار شامل ہیں:

احمد رشدی، نہال عبد اللہ، اختر وصی علی، غلام دستگیر، زوار حسین، اختر عباس، خواتین میں نجم آراء، شمیم بانو، نسیمہ شاہین شامل ہیں۔ آزاد جموں و کشمیر کا قومی ترانہ، "وطن ہمارا آزاد کشمیر، منور سلطانہ، رفیقہ بانو اور دیگر کی آواز میں ریڈیو سے نشر کیا گیا۔

## جنگ کشمیر:۔

کشمیر جو پاکستان کی شہ رگ ہے بھارت سے اسے تنازع بنانے میں اپنا کردار بڑی تندہی سے ادا کیا۔ 1948ء میں جب جموں اور کشمیر میں جنگ کا آغاز ہوا تو پہلی بار پاکستان کے لیے شعراء نے جنگی ترانے لکھے۔ اور پہلی بار پاکستان کے جنگی ترانے نشر ہوئے۔ ان جنگی ترانوں میں جہاں شعراء پیش پیش رہے۔ وہیں سریلی آوازوں سے انہیں سجانے والوں نے بھی اپنے کردار کو بخوبی نبھایا۔ ہجرت اور دشمن کے خلاف جنگ کے محاذ کے تناظر میں ایک خوبصورت گیت جو روایتی انداز میں گایا گیا عوام میں بہت مقبول ہوا۔ اس نغمے کے بول درج ہیں:

"اُٹھ گوری! برتن بھاڑے باندھ

بھاگ! آگیو پاکستان۔۔۔ گوری آگیو پاکستان

یہ نغمہ 65ء کی جنگ میں بھی نشر ہوتا رہا۔ ابصار احمد نے کشمیر جنگ کے حوالے سے ریڈیو سے نشر ہونے والے دیگر نغمات کے بارے میں لکھا ہے:۔

"۔۔۔۔اس کے علاوہ زینت بیگم اور مبارک بیگم کا نغمہ کشمیر جو تقسیم سے قبل بنا تھا، ریڈیو لاہور، ڈھاکا اور پشاور سے نشر ہوتا رہا، اسے کشمیر سے اظہار یک جہتی کا پہلا نغمہ بھی کہا جا سکتا ہے جس کے بول کچھ یوں تھے،

جنت ہے کشمیر ہمارا، کشمیر ہمارا

قدرت کی گودی میں کھیلے ہر نظارہ

نظارہ پیارا، پیارا۔۔۔۔

اس کے علاوہ قادر فریدی کا نغمہ، تم حق پہ ہو آواز دو، آواز دو' بھی افواج پاکستان کا

حوصلہ بڑھاتا رہا۔"[19]

## وفات قائد و دیگر قائدین:۔

تقسیم پاکستان کا مرحلہ بڑے ہی کٹھن اور نا مساعد حالت میں ہوا۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے عہدہ سنبھالا۔ قائد اعظم کی انتھک کوششوں کی وجہ سے الگ آزاد وطن تو حاصل کر لیا گیا۔ ہمارے عظیم قائد اپنی علالت کے باوجود مردِ آہن کی طرح اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ڈٹ گئے اور برصغیر کے مسلمانوں کو آزاد وطن پاکستان کا حصول ایک حقیقت کی صورت میں ان کے سامنے لے آئے جس کا جواب شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال نے دیکھا تھا۔

قائد اعظم کی رحلت کا سانحہ اس نوازئیدہ وطن کے باسیوں کے لیے جان لیوا تھا۔ ان حالات میں کہ ابھی ہجرت کا دکھ تازہ تھا۔ اپنے ہر دلعزیز، عظیم راہنما کے لیے قوم کے جذبات قائد اعظم کی وفات پر لکھی گئی شاعری کی صورت میں سامنے لائے۔ قائد اعظم کی بے مثال ہمت جرأت اور جدوجہد پر تخلیق کی گئی شاعری میں سے بہت سے نغمے جو قائد اعظم کی ذات کے حوالے سے لکھے گئے تھے۔ انہیں مختلف گلوکاروں نے اعزاز سمجھ کر گایا اور عوام الناس کی سماعتوں کی نذر کیا اس حوالے سے پاکستان ریڈیو سٹیشن پیش پیش رہے۔ علاوہ ازیں اخبارات نے اس حوالے سے اس سانحے کے بارے میں اداریے لکھے گویا ہر اخبار اپنے عظیم قائد کی وفات پر اپنی تحریروں مضامین کے ذریعے عرصہ تک لکھتے رہے۔

ان مشہور و مقبول نغمات میں " نغمہ قائد اعظم "کا اعزاز پانے والا ترانہ جسے منور سلاطانہ اور دیگر گلوکاروں نے گایا اس کے بول درج ذیل ہیں۔ یہ نغمہ قائد اعظم کی وفات سے پہلے ان کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے لکھا گیا تھا۔

"ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح"

اس کے علاوہ اس دور میں قائد اعظم کو ان الفاظ میں خراج پیش کیا گیا۔

"ملت ہے فوج، فوج کا سردار ہے جناح (نغمہ قائد اعظم)

قائد اعظم کی ہمت و جرأت کو سلام پیش کیا گیا۔ ان نغموں اور گیتوں کے خالق شعراء نے اپنے قائد سے بے لوث عقیدت و محبت کو الفاظ کے پیراہن سے سجایا اور اپنے بے مثل انداز سے ان کے حوصلے اور عزم صمیم کی داد دی۔ مثلاً درج ذیل نغمہ:

"اللہ اللہ حوصلہ اے قائدِ اعظم تیرا"

"اللہ یہ ہے دعا کہ قائد اعظم"

ان کی وفات کے بعد" قائد اعظم زندہ ہے ہاں زندہ ہے" ہمارے قائد بلاشبہ افتخار قوم وملک ہیں۔ ان گیتوں اور نغموں سے عوام کے جذبات اور ان سے وابستگی کھل کر سامنے آتی ہے۔ قیام پاکستان کے اس ابتدائی دور میں جہاں دیگر موضوعات، قومی گیتوں، نغموں یا ملی ترانوں کی صورت میں سامنے آتے ہیں وہیں قائد اعظم کے لیے پاکستانی عوام کے دلوں میں محبت کا سمندر بھی موجزن تھا۔ جسے شعراء جو کسی بھی معاشرے کا حساس طبقہ ہوتے ہیں، نے بھرپور قومی جوش و جذبے سے تحریر کیا۔ کچھ اور نغمات جو مختلف ریڈیو پاکستان کے مختلف سٹیشنوں سے نشر ہوئے ان کے بول درج ذیل ہیں:۔

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | تو مردِ مجاہد ہے تجھے مان گئے۔ | نسیم اختر و ساتھی |
| 2۔ | نچھاور تجھ پہ جان و دل، ہمارے قائد اعظم | نسیم اختر، حافظ عطا محمد |
| 3۔ | ملت کا افتخار محمد علی جناح" | اعجاز علی |
| 4۔ | تو پاکستان کا بانی ہے" | سجاد سرور نیازی و ساتھی |

بانی پاکستان قائد اعظم کے لیے لکھے جانے والے نغمات کے خالق بلا تفریق مشرقی و مغربی دونوں حصوں کے تھے۔ بنگالی میں بھی شعراء نے قائد اعظم کو ان نغمات کے ذریعے خراج عیدت پیش کیا۔

یہ نغمات سریلے گلوکاروں کی آوازوں میں ریکارڈ کیے گئے اور ریڈیو سٹیشن ڈھاکہ سے انہیں نشر کیا گیا۔ ان ریکارڈ ہونے والے نغمات میں سے چند جو تاریخ میں ریکارڈ ہو کر امر ہوئے درج ذیل ہیں:۔

1۔ مہان نیتا قائد اعظم (بنگلہ) (ڈھاکہ ریڈیو کورس)

2۔ قائد اعظم آمندرانیتا (بنگلہ) (لیلی بانو ار جمند اور عباس الدین)

پاکستانی فلمی صنعت میں اس ابتدائی دور میں جو فلمیں بنا رہی تھی۔ ان میں جذبہ حب الوطنی کی مختلف حوالوں سے جھلکتا ہے۔ ان فلموں میں وہ فلمیں بھی شامل ہیں۔ جن میں فلم سازوں نے اپنے عظیم راہنما قائد اعظم محمد علی جناح کو عقیدت و محبت کا خراج ادا کیا۔

1947ء یعنی قیام پاکستان سے لے کر 1955ء کے دوران بننے والی فلموں میں بنائی جانے والی فلم "کشمیر ہمارا ہے" میں قائد اعظم کے ابدی و لازوال پیام جو اس نوازئیدہ مملکت کو دنیا بھر کے ممالک میں ممتاز

مقام دلانے اور تن من دھن لٹا کر اس کے تحفظ پر مبنی ہے۔ اس نغمے کا حصہ بنایا۔ اس نغمے کے بول درج ذیل ہیں۔

"قائد زندہ تیرا پیغام ہے زندہ"

ہجرت کے بعد قائد اعظم کی رحلت کے عظیم سانحے نے قوم کو ایک بار پھر رلا دیا تھا۔ شعراء نے اشعار کی صورت میں اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ لکھے جانے والے نغمات، کلام جو آواز کے روپ میں ڈھلے اور سامعین کی دھڑکنوں میں سما گئے، ان میں قائد اعظم کی وفات کے بارے میں جو نغمہ شیر محمد گلوکار اور ساتھیوں کی آوازوں میں ریکارڈ کیا گیا اس کے بول یہ ہیں۔

"السلام! اے قائد اعظم سلام"

## دیگر قائدین کے نام نغمات:۔

تحریک پاکستان کے دیگر قائدین پر لکھے گئے نغمات بھی گراموں فون پر ریکارڈ کے گئے اور ریڈیو پاکستان سے نشر ہوئے۔ ان نشر ہونے والے نغمات کی فہرست درج ذیل ہے:۔

"منور سلطانہ بلاشبہ وہ پاکستان کی پہلی گلوکارہ تھیں۔ جنہوں نے 1946ء میں یعنی پاکستان بننے سے ایک سال قبل دو قومی نغمات جو دراصل بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کو خراج تحسین تھے ریکارڈ کروائے تھے، جن کے گراموفون ہز ماسٹر وائس نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے جاری کیے۔۔۔ وہ دو نغمات ترکی میں (موجودہ ترکیہ) پاکستان کے پہلے سفیر جناب میاں بشیر احمد کے لکھے ہوئے تھے۔ جنہیں قادر فریدی نے کمپوز کیا۔ نغمات کے بول یہ تھے:

"ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح
ملت ہے جسم، جاں ہے محمد علی جناح

اور۔۔۔

ملت ہے فوج اور فوج کا سردار ہے جناح
اسلامیان ہند کی تلوار ہے جناح۔"

پاکستانی قومی نغمات کا آغاز تحریک پاکستان کے بعد ہی شروع ہو گیا تھا۔ جب ہندوستان کے مسلمانوں کو جداگانہ اسلامی مملکت کی خواب تعبیر نظر آنے لگی۔ ان قومی نغمہ نگاروں میں میاں بشیر احمد، مولانا ظفر علی

خان، اصغر سودائی، کیف بنارسی اور رئیس امروہوی کے نام نمایاں ہیں۔

ان شعرا نے قائداعظم کے علاوہ دیگر قائدین کے بارے میں بھی نغمات تحریر کیے۔ ریڈیو کے علاوہ پاکستانی فلمی صنعت نے بھی اپنی خدمات اپنے وطن کے لیے وقف کر دیں۔ قائداعظم کے بعد لیاقت علی خان کی شہادت کی صورت میں پاکستانی قوم نے ایک اور دل خراش سانحہ کو برداشت کیا۔

1950ء سے 1955ء کے دورانیے میں بننے والی فلموں میں "شیر پاکستان" نامی فلم میں "شہید ملت، خان لیاقت علی خان کی شہادت کے بارے میں نغمہ شامل کیا گیا۔ اس نغمے کے بول اس طرح ہیں۔

"السلام اے شہید ملت سلام"

علاوہ ازیں صدر فیلڈ مارشل ایوب خان کے بارے میں "رہبر ہے ایوب ہمارا' رہبر ہے ایوب" جو خورشید بیگم اور ساتھیوں نے گایا۔

1۔ "اس کی نگاہ سے موج بلا پاش پاش تھی" (علی بخش ظہور اور دلشاد بیگم)

2۔ تو اٹھا قوم کی کشتی کا محافظ بن کر" (علی بخش ظہور اور دلشاد بیگم)

3۔ "اپناوہ میر کارواں" (عنایت حسین و دلشاد بیگم)

(یہ نغمے پاکستان کے"، ص۔38)

1956ء تا 1965ء بننے والی فلموں میں "فلم بیداری" میں قائداعظم کے بارے میں درج ذیل نغمہ شامل کیا گیا۔ یہ نغمہ گانے کا اعزاز منور سلطانہ و ساتھیوں کو حاصل ہوا۔

کلام اقبال:۔

قیام پاکستان سے پہلے ہی قومی و ملی شاعری کا آغاز ہو چکا تھا۔ الگ اور آزاد وطن کے حصول کی خواہش دلوں میں موجزن تھی۔ شاعر مشرق کے ذہن میں ایک آزاد جداگانہ اسلامی مملکت کا نقشہ مصور ہو چکا تھا۔ یہ حب الوطنی کا جذبہ ہی تھا جس نے اقبال سے آغاز میں "نیا شوالہ' ترانہ ہندی جیسی نظمیں لکھوائیں۔ پھر یہ تصور ترانہ ہندی سے نکل کر مسلم امہ کی تمدنی وحدت میں گم ہو گیا۔ اقبالؔ کا یہ جذبہ ایک تصور بن کر "ترانہ ملی" کی صورت سامنے آیا۔

اقبال نے اپنی شاعری میں مسلم امہ خاص طور پر برصغیر کی صورت حال کے تناظر میں جو انقلابی فکر ہمیں دی وہ ہمیں نہ صرف اپنی مٹی میں اپنی جڑیں پیوست کرنے کا درس دیتی ہیں بلکہ تعمیرِ خودی اور تعمیرِ قوم وملت کے جذبے کو جاں بخشتی ہیں۔ اقبال اور ان کی شخصیت کو ان کی خدمات کے عوض خراجِ عقیدت پیش

کرنے کا سلسلہ ان کی حیات میں شروع ہو گیا۔ جو ان کی وفات کے بعد بھی جاری ہے۔ اقبال نے پاکستانی مسلمانوں کو جو نئی راہ دکھائی۔ انہیں جداگانہ اور آزاد مملکت کا تصور دیا۔ اقبال کی شاعری تمام تر قومی بقا اور ملی سلامتی کی شاعری ہے۔

جذبہ حب الوطنی اور جذبہ حب ملت اسلامیہ سے لبریز ہے۔ قیام پاکستان کے بعد اقبال "پاکستان کے قومی شاعر" کہلائے۔ قیام پاکستان کے بعد بھی اقبال کا نام قومی و ملی نغمہ نگاری میں پاکستانی قوم کے لیے سرمایہ افتخار بنا۔

اقبال کے سو سالہ یوم پیدائش "اکادمی ادبیات اسلام آباد" نے اس کلام کو مرتب کر کے کتاب کی صورت میں شائع کیا۔ جو مختلف شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے شعراء نے انہیں خراج عقیدت پیش کیا تھا۔ "اقبال کو خراج عقیدت پیش کرنے والے اشعار اور نظموں کو ڈاکٹر راشد جمیل نے اقبال کی سو سالہ یوم پیدائش کے موقع پر مرتب کر کے اکادمی ادبیات اسلام آباد سے شائع کیا جو و می و ملی نغمہ نگاری کی روایت میں اہم اضافہ ہے۔ اقبال کو خراج عقیدت کے اس شعری سرمائے کو" جادواں اقبال "کا نام دیا گیا"۔ [20]

اقبال نے اپنی شاعری کو قومی و ملی فلاح اور کردار سازی کا ذریعہ بنایا۔ اقبال زمینی حقائق اور روحانی توازن سے مسلمانوں کو قومیت کا وہ تصور دینا چاہتے تھے جس کا تعلق روحانی عقائد سے مزید تقویت حاصل کر لے۔ اقبال کی شاعری کو اس دور میں مختلف ریڈیو اسٹیشنز سے نشر کیا گیا۔

اقبال کی شاعری کا مرکز و محور قومی و ملی حوالے ہیں جس میں وہ فرد اور قوم کے مابین ناگزیر رشتوں کو موضوع بناتے ہیں۔ فرد اور قوم دونوں کا وجود ایک دوسرے کا مرہونِ منت ہے۔ قومی شعور بیدار کرنے اور خودی و بے خودی کے تصورات تمام کا مطمع نظر ایک فرد واحد کو اپنی قوم کی تعمیر و ترقی کے لیے اپنی اندر وہ تمام خصوصیات پیدا کرنے کی طرف ابھارنا ہے جو جس ملک و قوم ترقی و بقا کی طرف گامزن کرتا ہے۔

اقبال کا کلام جو اپنے اندر آفاقی و عالمگریت سموئے ہوئے ہے۔ اقبال کی شاعری کو جب ساز و صدا کے رنگ میں رنگا گیا تو ہر سامع کے دل کی دھڑکن میں رچ بس گیا۔ کلام اقبال ریڈیو پاکستان کے مختلف سٹیشنوں سے ریکارڈ کیا گیا۔ اور نشریات کی زینت بنا۔ ازاں بعد پاکستان ٹیلی ویژن سے یہ اپنے دیکھنے اور سننے والوں کے ذوق و جذبے کی تسکین کا سامان بنا۔

ریڈیو پاکستان کے پشاور مرکز سے اقبال کا کلام ترانہ ہندی، چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا" ریکارڈ کیا گیا۔ اس کے علاوہ "یارب! دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے" بھی ریکارڈ کیا گیا۔ سب سے پہلے "محمد قاسم" جو ایک

غیر معروف صداکار تھے، ان کی آواز میں ریکارڈ کر کے نشر کیے گئے۔
شمارہ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | خودی کے عارفون کا ہے مقام بادشاہی | صداکار: منور سلطانہ |
| 2۔ | جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی | منور سلطانہ |
| 3۔ | لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میر" | منور سلطانہ و پائلٹ سکول |
| 4۔ | زمانے کے انداز بدلے گئے" | "شوُ خان و ہمنوا" |
| 5۔ | دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر" | "فتح علی، مبارک علی قوال |
| 6۔ | تورہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول" | فتح علی، مبارک علی قوال |
| 7۔ | کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ، فضا دیکھ" | علی بخش ظہور اور ساتھی |
| 8۔ | قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی" | علی بخش ظہور |
| 9۔ | خودی کیا ہے رازِ درونِ حیات" | اختر وصی علی |
| 10۔ | آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش" | اختر وصی علی |
| 11۔ | "اعجاز ہے کسی کا یا گردشِ زمانہ" | "ملکہ پکھراج |
| 12۔ | "جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی" | ملکہ پکھراج |
| 13۔ | "دل سوز سے خالی ہے، نگہ پاک نہیں ہے" | عنایت حسین بھٹی |
| 14۔ | "کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے" | عنایت حسین بھٹی |
| 15۔ | "کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد" | نہال عبداللہ |
| 16۔ | "ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن" | سجاد سرور نیازی اور ساتھی |
| 17۔ | "خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ | شمیم بانو اور ساتھی |
| 18۔ | "یہ پیام دی گئی ہے مجھے مادِ صبح گاہی" | نہال عبداللہ |
| 19۔ | "ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملت" | نہال عبداللہ |
| 20۔ | "خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے" | معشوق علی خان |
| 21۔ | "میری نوائے شوق سے شور حریم ذات میں" | معشوق علی خان |

22۔ "نالہ بلبل شوریدہ ہے تیرا خام ابھی۔۔۔" معشوق علی خان

23۔ یہ ہواؤں کے مسافر، یہ سمندروں کے راہی" نور جہاں

24۔ "وہی جوان ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا" نسیم بیگم

25۔ "اُس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں" مہدی حسن خان

26۔ "عقابی شان سے جھپٹے تھے جو بے بال وپر نکلے" مہدی حسن خان

27۔ "یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے" تاج ملتانی اور اقبال علی

28۔ انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں" ایس پی جون، منور سلطانہ

پاکستان ٹیلی ویژن لاہور مرکز نے دیگر قومی و ملی نغمات کے ساتھ ساتھ کلام اقبال کا خاص اہتمام سے ناظرین کے لیے پیش کیا۔ ملی نغمات اور ترانوں کے حوالے سے کلام اقبال ایک اہم جہت ہے۔ مختلف گلوکاروں نے اقبال کی شاعری گانے کا اعزاز حاصل کیا اور جاوداں مقبولیت کی سند حاصل کی۔

اقبال کی جاوداں شاعری جب ساز و آواز کے سانچے میں ڈھلی تو سامعین ناظرین پر اس نے ان مٹ نقوش چھوڑے۔ اس حوالے سے ریڈیو پاکستان کے تمام مراکز کے علاوہ پاکستان ٹیلی ویژن کے مراکز نے بھی اپنی خدمات بڑھ چڑھ کر پیش کیں۔

کلام اقبال کو ملی نغموں کی صورت ساز و آواز کا روپ دینے کے بارے میں ابصار احمد ایک مضمون میں رقمطراز ہیں:۔

> "ملی نغمات کی ایک اہم جہت کلام اقبال ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے (نیرہ نور) نے 'لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری' اور 'یارب! دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے" جیسے ملی نغموں کو بھی نئی طرزوں میں اپنی آواز عطا کی۔ بلکہ بچے کی دعا تو ان کی آواز میں اتنی مقبول ہوئی کہ عوام یہ بھول ہی گئے کہ کسی زمانے میں یہ منور سلطانہ نے بھی پڑھی تھی۔ انقلاب تازہ پر اقبال کی ملی غزل 'پھر باد بہار آئی اقبال غزل خواں ہو' بھی نیرہ نور کی آواز میں مقبول کلام اقبال ہے۔"[21]

کلام اقبال ریڈیو اور ٹیلی ویژن دونوں پر ملی نغموں قومی نغموں میں ایک جہت بن گیا۔ مختلف سریلے گلوکار مرد و خواتین اور نوجوان خاص طور پر سکول کے طلباء کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ وہ اس کاوشِ میں شامل رہیں۔

شہناز بیگم نے اپنی نازک، سریلی اور رسیلی آواز میں کلام اقبال بڑی عقیدت اور وابستگی سے گایا۔ نہ صرف وہ خود قومی حوالے کے طور پر امر ہو گئیں بلکہ ان کی گائی ہوئی اپال کی غزلیات و نغمات آج بھی ہماری سماعتوں میں رس گھولتے ہیں اور قوم و ملک سے حب الوطنی اور عقیدت کا جذبہ مزید گہرا کر دیتے ہیں۔

انہوں نے کلام اقبال کے ضمن میں جن قومی نغموں کو اپنی آواز کے سروں میں پرویا اس میں اقبال کی درج ذیل غزلیات بھی شامل ہیں:۔

1۔ یہی میری نماز ہے یہی میرا وضو

2۔ پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن

3۔ آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش

4۔ آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں! ذرا

قومی گلوکارہ منور سلطانہ نے کلام اقبال اپنے منفرد انداز میں گا کر قبولیت حاصل کی۔ انہوں نے سب سے پہلے اقبال کی مشہور نظم "لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری بچوں کے ہمراہ گائی۔ یہ نظم 1952ء میں "ریڈیو پاکستان لاہور اسٹیشن پر ریکارڈ کی گئی اس کے علاوہ اقبال کی دو اور غزلیں بھی منور سلطانہ نے گیت کے انداز میں ریکارڈ کروائیں۔ جبکہ اس سے پہلے اقبال کا کلام مختلف قوال گا چکے تھے یہ غزلیں درج ذیل ہیں۔

1۔ ہو تیرے بیاباں کی ہوا تجھ کو گوارہ 2۔ نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا

## دیگر قائدین کے تخلیق کردہ نغمات:۔

اقبال کا کلام قومی نغمات میں ایک منفرد جہت کی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر شعراء اور تحریک آزادی میں شامل قائدین نے ملی جوش و ولولے اور حب الوطنی کے جذبات کا اظہار شاعری کی صورت میں کیا۔

ان حب الوطن شعراء کی فہرست میں "سیماب اکبر آبادی" کا نام بھی شامل ہے۔ اپنے عظیم اور ہر دلعزیز رہنما قائد اعظم محمد علی جناح کی سحر انگیز اور بے لوث قیادت کی ستائش سیماب اکبر آبادی نے کی۔ ان کی متعدد نظمیں ایسی ہیں جن میں انقلابی جذبہ غالب ہے۔ ان کے کلام میں قائد اعظم سے عقیدت کا عنصر بھی جھلکتا ہے۔

سیماب اکبر آبادی جذبہ حب الوطنی اور قومی و ملی جذبے سے سرشار کلام کو اُن کے بیٹے مظہر صدیقی نے " قائد کی خوشبو" کے نام سے "سیماب اکادمی کراچی سے شائع کیا۔ مظہر صدیقی اس کے دیباچے میں

رقمطراز ہیں کہ:

"میرے والد نے آزادی کی جنگ میں اپنے قلم کے ذریعے وہ کردار ادا کیا تھا جسے مورخ کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا اور بلاشبہ ان کا یہ دعویٰ سچ ثابت ہوا۔

کتاب" قائد کی خوشبو" میں، قائد اعظم کے ایک سو دسویں 110 یوم پیدائش پر عظیم قائد کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے قائد اعظم پر لکھی گئی نظموں پر مشتمل ہے۔

اس کتاب میں 1946ء سے 1949ء کے دورانیے کی منظومات شامل ہیں۔

"اس مجموعے میں شامل قومی و ملی نظمیں قاری کے شعور کو بیدار کرتی ہیں۔ کیونکہ علامہ نے اپنے شعری تجربے اور صلاحیتوں سے مسلمانوں کے اندر عزم و ہمت اور استقلال و خوداری پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے"۔[22]

اس کتاب میں شامل نظم بہت مقبول ہوئی۔ اس نظم کا عنوان ہے "میر کارواں" اس سے ایک اقتباس درج ذیل ہے:

گم گشتگاںِ قوم کا رہبر کہیں تجھے
یا رحمت مجسم داور کہیں تجھے
جہد و عمل کا کیوں نہ پیغمبر کہیں تجھے
تو پُر شباب اور تیری روح ہے جواں
اے میر کارواں،

میر کارواں (مشمولہ، قائد کی خوشبو)

قائد اعظم کی قومی و ملی خدمات اور ان کی سیاسی بصیرت و تدبر اور دور بینی کو خراج تحسین پیش کرنے والوں میں مولانا ظفر علی خان کا نام بھی شامل ہے۔ وہ خود بھی ایک مایہ ناز اور دبنگ صحافی کے علاوہ قومی و ملی شاعر اور سیاستدان بھی تھے۔

انہوں نے اپنی نظم " قائد اعظم سے خطاب" میں ہندو شاعر "ٹیگور" کی قومی شاعری پر اپنے ملی نغموں کو فوقیت دیتے ہوئے اپنے عظیم راہنما سے اپنی دلی خواہش کا اظہار اس طرح کیا:۔

"ملت کا تقاضا ہے کہ اے قائد اعظم
اسلامیوں کی شان میں کچھ چاند لگا اور

ہے سُست عناں قافلہ اور دور ہے منزل
اس قافلے کی گرمی رفتار بڑھااور
وہ ہند میں گر جاتو یہ آفاق میں گونجا
ٹاگور کا گیت اور ہے اور نغمہ میرا اور

(ملت کا پاسباں ہے **محمد علی جناح**)

قیام پاکستان کے اگلے ہی سال 1948ء میں قائداعظم کی علالت شدید ہو گئی اور اب اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ قائداعظم کی وفات پاکستان کے عوام کے لیے ہجرت کے بعد ایک عظیم سانحہ تھا۔ ابھی اس نوازئیدہ مملکت کے لیے ابھی بہت کٹھن اور صبر آزمامراحل منتظر تھے۔ اس دوران قائداعظم کی راہنمائی قدم قدم پر ناگزیر تھی۔ وفاتِ قائداعظم پر عالمی دنیا میں بھی غم کا اظہار کیا گیا۔ خاص طور پر شعروں نے قائد اعظم کی وفات کے واقعے کو، اُن سے دائمی مفارقت کو شاعری کے پیرائے میں بیان کیا۔

قائداعظم کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے شعراء نے ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو شعروں کے سانچے میں ڈھالا اور ان سے اپنی عقیدت اور بے لوث محبت کا ثبوت دیا۔ دراصل ملک کا حصول جن مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔ وہ حاصل ہوتے ہوئے نظر نہیں آرہے تھے اور ملک جاگیر داروں اور سرمایہ داروں کے زیر تسلط آرہا تھا۔ جس آزادی کے لیے قربانیاں دی گئیں، خواب دیکھے گئے، ان خوابوں حربوں اور رویوں سے مصورِ پاکستان اور قائداعظم کے فرامین کو پس پشت ڈال دیا۔

نہ صرف ملکی بلکہ غیر ملکی شخصیات، شعراء اور ادیب بھی قائد کی وفات پر اپنے قلم کے ذریعے اپنی دلی کیفیات کا اظہار کرتے نظر آئے۔

چین کے ہردلعزیز شاعر "لوہ ینگ" نے قائداعظم کو خراج عقیدت جن الفاظ میں پیش کیا انہیں اردو میں ترجمہ کیا گیا۔ یہ ترجمہ درج ذیل ہے:

"جناح، اے مقاومت، جہاد اور انقلاب کے نشاں
جسے صحراؤں کے خانہ بدوش بھی پہچانتے تھے اور گنگا کے کنارے
بسنے والے بھی جانتے تھے۔
میرا کمزور دل آج غم کے مقابلے میں عاجز ہے، میں رونے پر مجبور ہوں
اگرچہ آنسو میرے غم کی شدت کے اظہار سے قاصر ہیں۔

جناح! روح انسانی تجھے کبھی بھول نہ پائے۔
حکمرانوں کی ناخوت اور دشمنوں کی لذت خون آشامی
برقرار رہے گی لیکن
صبر واطمینان سے اپنی آنکھیں بند کر لے
کیوں کہ جنگلوں میں اور ساحلوں پر تیرے بیٹے ہی نہیں بیٹیاں بھی تلواریں ہاتھوں میں لیے
حق کی حمایت کرتی رہیں گی۔
وہ تیرے طویل جہاد کو از سرِ نو شروع کریں گے اور یہ تحریک تیرا کام پایہء تکمیل کو پہنچائے گی۔
یہ نوحہ نہیں ایک حلف ہے۔"

پاکستان کو قائد اعظم کی وفات کے وقت اور بعد میں جن گھمبیر مسائل کا سامنا تھا۔ ان میں ہمسایہ ملک بھارت کی طرف سے مداخلت اور دراندازی، مہاجرین کی آبادی کا مسئلہ اور ریاست کشمیر جونا گڑھ اور حیدر آباد دکن پر بھارتی افواج کا تسلط تھا۔ ان حالات میں نواب زادہ لیات علی خان نے بڑی بہادری اور دانشمندی سے ملکی مسائل کا مقابلہ کیا۔ لیاقت علی خان پاکستان کے پہلے وزیر اعظم تھے۔ اپنے عظیم راہنما محمد علی جناح کی وفات کے بعد انہوں نے ملک و قوم کی امیدوں پورا اترنے کی بھرپور سعی کی۔

اس دوران مہاجرین کی ایک بڑی تعداد کیمپوں میں کسمپرسی کی زندگی گزار رہی تھی۔ ملک معاشی و معاشرتی مسائل کا شکار تھا۔ ان مشکل ترین حالات میں لیاقت علی خان نے بڑی فراست، اور عزم صمیم کے ساتھ ان مسائل کو ملکی اور بین الاقوامی سطح پر حل کرنے کی بھرپور کوششیں کیں۔ علاوہ ازیں دیگر مسائل کا بھی سیاسی اور سماجی منظر نامے میں شامل ہونا لیاقت علی خان کے لیے ایک بڑا چیلنج بن گیا:۔

"بھارت میں رہ جانے والے مسلمانوں کے مسائل اس سے الگ تھے۔ جو اب ہندو تعصب پسندوں کے رحم و کرم پر تھے۔ اور انہوں نے فرقہ وارانہ فسادات شروع کر رکھے تھے۔ ان حالات میں لیاقت علی خان نے نہرو لیاقت معاہدہ کر کے حالات کو وقتی سنبھالا دیا۔۔۔ لیاقت علی خان نے مردانہ وار مقابلہ کیا کہیں اب لیاقت علی خان کے قریبی ساتھیوں (اقتدار کے پجاریوں) نے ان کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں اور لیاقت علی خان کی مشکلات میں مزید اضافہ کیا۔"[23]

اکتوبر 1951ء میں پاکستان کے خلاف کی جانے والی ملکی وغیر ملکی سازشوں نے کامیابی کا ایک اور سنگِ میل عبور کر لیا اور لیاقات علی خان کو راولپنڈی میں ایک جلسے کے دوران سٹیج پر خطاب کے دوران شہید کر دیا گیا۔

یہ اس نوازئیدہ مملکت کو قائد اعظم کی وفات کے بعد دوسرا بڑا دھچکا تھا وہ اپنے پہلے وزیر اعظم سے بھی محروم کر دیئے گئے۔ مگر لیاقت علی خان اپنی قوم کے دلوں میں شہادت پا کر جاوداں ہو گئے۔ قوم نے انہیں "شہد ملت" کا خطاب دیا۔

ڈاکٹر طاہرہ نیر اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

"قائد اعظم کے بعد اگر کسی سیاسی رہنما کو قوم کی طرف سے بھرپور خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے تو وہ لیاقت علی خان ہی کی شخصیت ہے۔"[24]

اس سانحے کا بھی شعرا کے حساس طبقے پر گہرا اثر ہوا اور مختلف شعرا نے لیاقت علی خان کی شہادت پر اپنے دلی جذبات کو الفاظ کے لبادے میں پیش کیا۔

امید فاصلی، نے ان کی شہادت کو سرخیٔ شفق کہہ کر خراج عقیدت ادا کیا: اس نظم کو انہوں نے "شہیدِ ملت" کا عنوان دیا۔ وہ کہتے ہیں:

"قوم کے دل میں دھڑکتا ہے تیرا قلب تپاں
سرخی رنگِ شفق تیرے لہو کا عنوان
تو ہے وہ شمع جس سے روشن ہے عرصہ جاں
تو وہ گل ہے کہ جسے چھو نہ سکے دستِ خزاں
تیری خوشبو سے مہکتا ہے دماغ ہستی
خوں سے تیرے فروزاں ہے چراغِ ہستی
(اقتباس، شہید ملت، پاکستان زندہ باد)

اس کے علاوہ پاکستان کی فلمی صنعت نے کبھی اپنی فلموں میں جذبہ حب الوطنی کا اظہار کیا 1947 تا 1955ء کے دورانیے میں بنائی جانے والی فلموں میں اپنے قومی ہیروز کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ ان فلموں میں "شیر پاکستان" کے نام سے بننے والی ایک فلم میں "دلشاد بیگم اور قادر فریدی کی آواز میں ایک گیت ریکارڈ کیا گیا۔ اس گیت میں لیاقت علی خان، شہید ملت کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ اس نغمے کے بول درج ذیل ہیں:

"السلام اے شہیدِ ملت! سلام"

نوازئیدہ وطن پاکستان کا سیاسی و سماجی منظر نامہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک کی معاشی اور اقتصادی ابتری بھی سامنے تھی۔ اس وقت کی تمام تر صورتِ حال اور خونیں فسادات نے عوام الناس پر بہت گہرے اور دوررس اثرات مرتب کیے۔ یہ سانحات اردو شاعری کا مرکزی اور مستقل عنوان رہا۔

اس دوران قومی درد رکھنے والے شعراء و ادبا نے اپنے قلم کو حب الوطنی ے جذبے سے سرشار رکھا اور جگر خوں کر کے قومی شاوری میں اپنا حصہ ڈالا۔ تاریخ کی بے رحمی اور اہل وطن کی بے بسی پر سب سے زیادہ ترقی پسند نظریات رکھنے والے شعراء نے ان موضوعات پر لکھا۔

اس کے علاوہ شاعری میں ملک و قوم کی تعمیر و ترقی کے حوالے سے بھی اپنے عزم کا اظہار کیا گیا۔ پاکستانی قوم نے ان تمام مسائل میں بھی ملک کی بقا، ترقی و خوشحالی اور تعمیرِ نَو میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا خود سے کئی گنا مکار دشمن کے سامنے سینہ سپر رہے۔ ملکی پرچم کو دشمن کے سامنے سرنگوں نہ ہونے دیا۔

اس جدوجہد میں شعراء کرام نے بھی اپنا کردار موثر طریقے سے نبھایا۔ اردو شعراء نے وطن کی بقا اور تعمیر و ترقی کے عزم سے لبریز نغمات تخلیق کیے اور ان کے ذریعے اہلِ وطن کے اندر وہ قوت اور جذبہ پیدا کیا۔ جس کی بدولت اپنے ذاتی مسائل کو پسِ پُشت ڈال کر نئے جذبے اور ملی ترنگ کے ساتھ ملکی بقا اور سالمیت کے لیے کردار ادا کیا۔

انہی شعراء میں "احمد ندیم قاسمی" کا نام نمایاں ہے۔ ان کے مجموعہ کلام "محیط" میں شامل ان کی نظم "اگر ہے جذبۂ تعمیر زندہ" اپنے قارئیں و سامعین میں امید اور ولولہ پیدا کرتی ہے۔ اس کے اشعار درج ذیل ہیں:۔

"خزاں سے رک سکا کب موسم گل
یہ اصلِ اصول زندگی ہے
اگر ہے جذبۂ تعمیر زندہ
تو پھر کس چیز کی ہم میں کمی ہے"

ماہر القادری کا شمار بھی اُن شعرا میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنا قلم وطن اور اہلِ وطن کے لیے وقف کیا۔ اور ان میں جذبۂ تعمیر و سعی پیدا کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ انہوں نے اپنے اشعار اور نغموں کے ذریعے امید اور یقین کی نئی روح پھونک دی۔

ماہر القادری اپنی قوم کی ہمت افزائی اس انداز سے کرتے ہیں:۔

نظم: چلو!

بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھاتے ہوئے چلو
ایقان کے چراغ جلاتے ہوئے چلو
جن کو مٹا سکے نہ کوئی دورِ انقلاب
کچھ ایسے نقش بھی تو بناتے ہوئے چلو
اب وقت ہے کہ شعر وادب کی زبان سے
مفہوم لا الہ بتاتے ہوئے چلو (چلو فردوس)

یہ وہ دور تھا جب اہل وطن کو ہر محاذ پر بے لوث جذبوں کی ضرورت تھی۔ اس وقت طبقہ شعرا میں یہ احساس پیدا ہوا کہ ان کی بقا اپنے وطن کی بقا سے مشروط ہے۔ وطن ہی کے دم سے ان کی اپنی ذات اور ان کا فن محفوظ اور زندہ ہے۔ لہذا شعرا نے اپنے فن کو ملکی و قومی اثاثہ سمجھ کر اپنے ملک و قوم کی بقا اور خدمت کے لیے نغمات تحریر کرنے کا عہد کیا۔

احمد فراز کی نظم "اے مری ارض وطن سے لیا گیا۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"آج سے میرا ہنر پھر سے اثاثہ ہے تیرا
اپنے افکار کی نس نس میں اتاروں تجھے
وہ بھی شاعر تھا کہ جس نے تجھے تخیق کیا
میں بھی شاعر ہوں، خوں دے کر سنواروں گا تجھے
اے مری ارضِ وطن، اے مری جاں، اے میرے فن!
جب تلک تابِ تکلم ہے پکاروں گا تجھے
(اے مری ارض وطن، شب خون)

## پاکستان کے مختلف شہروں کے نام نغمات:

وطن کی مٹی کی خوشبو محب وطن شہریوں کی نس نس میں رچ بس جاتی ہے۔ وہ اپنی دھرتی سے جڑے ہوتے ہیں۔ یہ مٹی انہیں وطن اور وطن سے دور بھی اپنے بندھن میں باندھے رکھتی ہے۔

شعراء معاشرے کا سب سے حساس طبقہ ہوتا ہے۔ اردو شعراء نے اپنی مٹی سے وابستہ بے لوث

جذبوں اور امنگوں کا اظہار اشعار کی صورت میں کیا۔

احمد فراز کا شمار بھی اس طبقہ شعراء میں کیا جا سکتا ہے۔ جنہوں نے وطن کی محبت اور اس کی مٹی سے وابستگی کے ترانے لکھے۔ فراز کو وطن کے کھیت کھیلان بہت عزیز تھے ۔ جن کا تذکرہ انہوں نے نہ صرف شاعری میں کیا بلکہ انہیں گل و گلزار بنانے کا عزم بھی کیا۔ انکی ایک نظم سے اقتباس درج ذیل ہے:۔

"یہ کھیت ہمارے ہیں، یہ کھلیان ہمارے ہیں
پورے ہوئے ایک عمر کے ارمان ہمارے ہیں
ہم جو کڑی دھوپ میں جسموں کو جلائیں
ہم وہ ہیں کہ صحراؤں کو گلزار بنائیں
ہم اپنا لہو خاک کے تودوں کو پلائیں

(یہ کھیت ہمارے ہیں یہ کھلیان ہمارے ہیں، شب خوں)

ان قومی و ملی نغمہ نگار شعراء کے بارے میں انصر عباس لکھتے ہیں:

"ان شعراء نے ملی نغموں کی تخلیق سے تعمیر ملک و قوم کا اظہار اس انداز سے کیا کہ قارئین بھی شعراء کی فکر میں شامل ہو کر معمار پاکستان کی فہرست میں شامل ہو گئے۔ لہذا ان شعراء کا پاکستان کو مستحکم کرنے اور عالمی قوت بنانے میں کردار لائق تحسین ہے۔"

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کی شاعری ملی و قومی نغمہ نگاری کی بہترین مثال ہے۔ ملکی تعمیر و ترقی اور بقا کا عزم ان کی شاعری میں واضح طور پر موجود ہے۔ وطنِ عزیز پاکستان کی دھرتی کا ذرہ ذرہ ہمارے لیے اجالا بن کر زندگی ہر۔۔۔ کو روشن کرتا ہے۔ اس لیے اس نعمت کی قدر اور شکر کرنا لازم ہے۔ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کی نظم "صبح آزادی" سے یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

کیوں ترستے ہو اجالے میں اجالے کے لیے
یہ اجالا ہے اسی صبح منور کی ضیاء
جس کی کرنوں سے مٹے اپنی غلامی کے نشاں
جس کی کرنوں نے کیا اپنی جبیں کو بے داغ
آؤ! اس نور سے ہم دل کو منور کر لیں

آؤ!اس نور میں اک اور اجالا بھر لیں۔

(صبح آزادی، سو بار چمن مہکا)

قومی نغمہ نگاری میں اردو ادب کی قریباً سبھی حلقوں کے شعراء نے خدمات انجام دیں۔ تعمیر و بقائے پاکستان کے لیے تخلیق کئے گئے شعروں میں کئی شعراء کرام نے حصہ لیا۔ ان شعراء میں محشر بدایونی، ناصر کاظمی، فضل کریم فضلی، طفیل احمد جمالی، اثر صہبائی، مہبا لکھنوئی، روش صدیقی، قتیل شفائی اور بہت سے دیگر معروف وغیرہ مصروف شعراء شامل ہیں۔

ان نغمات کی اشاعت سے قارئین کے دلوں میں وطن عزیز سے وابستگی اور عقیدت کے جذبات کو بڑھاوا ملا اور ان کے دل میں اپنی دھرتی سے محبت مزید گہری ہوئی۔مایوسیوں اور کم ہمتی کی گھٹا چھٹ گئی جس سے ان کے دلوں میں نئی امنگوں کو ترنگ ملی۔

پیارے وطن پاکستان کے ہر قریے ہر گاؤں سے پاکستانی عوام کو بے پناہ لگاؤ ہے۔ نغمہ نگاروں نے قومی گیت لکھے اور پاکستان کے اخبارات ورسائل، ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے انہیں عوام الناس تک پہنچایا گیا تاکہ ان کے دلوں سے مایوسیاں اور ناامیدیاں چھٹ جائیں، ان کے دلوں میں وطن سے محبت اور عقیدت کے گہرے جذبات پیدا ہوں، ان میں وطن کی بقا اور سلامتی کے جذبات پیدا ہوں اور وہ مل جل کر اتفاق و اتحاد سے وطن عزیز کا دفاع ناقابل تسخیر بنادیں۔ ریڈیو پاکستان کے سبھی مراکز سے ماہر موسیقی نت نئی سریلی دھنوں سے ان نغمات کو مزین کرتے اور سماعتوں میں رس گھولتی رسیلی آوازوں میں ڈھال کر انہیں نشر کرتے۔ یہ کام ہر ذمہ دار نے اپنے اپنے محاذ اور فرض کے مطابق بڑی عقیدت اور تندہی سے انجام دیا اور قومی نغمہ نگاروں نے نہ صرف موسیقی اور صداکاری میں ایک نئی جہت اور طرز کو روشناس کرایا بلکہ پاکستانی میڈیا اور اخبارات ورسائل سمیت ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے ایک نئی تاریخ رقم کی۔ افواج پاکستان کی بہادری کے ہوش ربا کارناموں کے ساتھ انہوں نے اپنی اس اچھوتی خدمات سے تاریخ میں اپنا نام زریں حروف میں لکھوایا۔

وطن عزیز کے حسین نظاروں کو شعراء نے موضوعِ سخن بنایا۔ صداکاروں کے علاوہ ماہرین موسیقی نے انہیں سازو آواز میں ڈھالا اور سامعین و ناظرین تک انہیں رسائی دی۔ ان قومی نغموں میں پاکستان کی حسین وادیوں اور وسیع میدانوں کی حسین عکاسی کی گئی۔

قتیل شفائی کے قومی نغموں میں سے یہ درج ذیل نمونہ ملاحظہ کریں:

"ہر ایک ذرے کی دلکشی میں، دمک رہا ہے ضمیر اپنا

سدا مہکتی رہے وہ مٹی، اُٹھا ہے جس سے خمیر اپنا
بنی ہوئی ہیں نشانِ منزل تمام تر اس کی شاہراہیں
جواب رکھتا نہیں جہاں میں، یہ خطہ بے نظیر اپنا

(وطن کے لیے ایک غزل، ہزارہ میں ملی شاعری)

بادشاہی مسجد جو مغلیہ عہد کے فن ِ تعمیر کا پر جمال شاہکار ہے۔ بادشاہی مسجد اورنگ زیب کے عہد میں تعمیر کی گئی۔ لاہور کے خطے میں دیگر اہم مقامات میں بادشاہی مسجد مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔

شاعر اسلم انصاری بادشاہی مسجد کے جلال و جمال اور اسلامی طرزِ تعمیر کی عظمت و شکوہ کو ان الفاظ میں نظم کرتے ہیں:۔

"دستِ عالمگیر ہو یا تیشہ محبت کشاں
تین صدیوں سے فزوں مدت سے ہے ٹھہرا ہوا
یہ ابد کی شاخ پر تخلیق کا تازہ ثمر
رفعت تخیل پر ہے اس عمارت کی اساس
مہر وماہ سے ہم سخن ہوتے اس کے بام و در

اقتباس: بادشاہی مسجد، منتخب کلیات اسلم انصاری

گلگت بلستان جو بلند ترین اور دشوار ترین پہاڑی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ شاعر اقبال عاصی اس خطہ جنت نظیر کی خوبصورتی درج ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

سبز وادی کہساروں کی زمیں
بہتے جھرنوں اور چناروں کی زمیں
ہر بلندی تجھ سے ہی منسوب ہے
چاند سورج اور ستاروں کی زمیں
سبزہ زار اور لہلہاتی کھیتیان
ٹھنڈے چشموں، مرغزاروں کی زمیں

(گلگت، شمالی علاقے کا اردو ادب)

اسی طرح بشیر فاروق "کے-ٹو" کی بلندیوں کو قوم کی بلند ہمتی اور عزمِ صمیم سے منسوب کرتے ہیں،

اقتباس ملاحظہ کریں

"یہ کے ٹو عزم و ہمت کا نشان ہے
کئی صدیوں سے وقفِ امتحاں ہے
سبق ہے اس کی ہستی بہر انساں
معمر ہے مگر ہم دم جواں ہے

(کے-ٹو "تیرا پاکستان ہے، یہ میرا پاکستان ہے)

قرار دادِ پاکستان جس جگہ پاس کی گئی یعنی 'منٹو پارک' اس جگہ یادگار تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ یہ منصوبہ 1960ء میں شروع کیا گیا اور 1968ء میں مکمل کیا گیا۔ جس جگہ مینار تعمیر کیا گیا اس کا نام منٹو پارک سے بدل کر "اقبال پارک" کر دیا گیا اور اس قومی عمارت کو "مینار پاکستان" کا نام دیا۔

"مینارِ پاکستان" پاکستانی ماہرین فن تعمیر اور انجینیروں کی کمال مہارت کا شاہکار ہے۔ مختار مسعود "آوازِ دوست" میں 'مینارِ پاکستان" کی تعمیر کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"مینار کی ابتدائی صورت دفاعی ضرورت کے تحت وجود میں آئی۔ پھر اس کی علامتی حیثیت قائم ہوئی۔ اس کے بعد یہ دین کا ستون بنا اور آخر کار نشانِ خیر کے طور پر بنایا جانے لگا۔ مینار قرار داد ان ساری حیثیتوں پر محیط ہے۔ یہ نظریاتی دفاع کی ضرورت، تحریک آزادی کی علامت، دین کی سرفرازی کا گواہ اور ہماری تاریخ کا ایک نشانِ خیر ہے۔۔۔"[25]

"مینارِ پاکستان" ہر پاکستانی کا مرکز و محور ہے اور وہ اس سے عقیدت اور انس رکھتا ہے۔ پاکستانی شعراء نے اس یادگار کو اپنی شاعری کی زینت بنایا۔ ملی نغموں کا موضوع بنا کر ہر پاکستانی کے خیالات کی عکاسی کی۔ اکرم باجوہ نے اپنی ایک نظم کو "مینارِ پاکستان" کا عنوان دیا۔ انہوں نے اس کی شان و عظمت کو ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا:

"پاکستان کا دل لاہور ہے تو لاہور کی جان
تیرا روشن قد بالا، عظمت کا عنوان
تیرے دم سے نظم، اخوت، تنویر ایمان
تو کہ حسنِ نور سحر ہے اور قصرِ ایقان۔
تو میرے اسلاف کے استقلال کی موجِ نور
تو میرے مینائے وطن کا اجلا کوہِ طور

تو ہے اک نشانِ منزل معروف و مشہور

تو ہے اک مینارِ روشن نقشِ پاکستان

(مینارِ پاکستان، تکبیر کا رنگ للکار ہوا)

پاکستان کا ہر گوشہ اور قریہ جنت نظیر ہے۔ اس کا حسن و جمال ہر دیکھنے والی آنکھ کو مسحور کر دیتا ہے اور اسی سحر نے طبقہ شعراء کو بھی اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ یہ ان شعراء کی تخلیقی معراج ہے کہ انہوں نے اپنی ارض پاک سے اپنی عقیدت اور محبت کو ان دل نشین نظاروں کے حوالے سے قومی گیتوں اور نغموں میں دھال کر قومی شاعری اور ملی نغمہ نگاری کی روایت میں اضافہ کیا۔

شعراء نے اپنے وطن کے مختلف صوبوں، شہروں، حتیٰ کہ تعمیرات کو بھی نغمہ نگاری کا موضوع بنایا۔ ان متنوع موضوعات پر تخلیق کیے گئے نغمات نے اہل وطن کے دلمیں اپنی پاک دھرتی سے وابسگی کو مزید پختہ کیا، ان کے دلوں میں وطن عزیز سے محبت و عقیدت کے ایمان افروز جذبات کو مہمیز لگائی۔ بلاشبہ ہر فرد قوم حب الوطنی کے جذبات سے لبریز یہ گیت گنگنانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

محمود الرحمن نے اپنے وطن کی دل لبھانے والی رتوں کو موضوعِ سخن بنایا، انھوں نے اپنے وطن کی جاں بخش فضاؤں کی مدح ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"بہر گام پر کیف ورنگین فضائیں

طرب خیز و جاں بخش ٹھنڈی ہوائیں

فلک پر رواں کالی کالی گھٹائیں

عروسِ چمن کی یہ دلکش ادائیں

یہ اپنا وطن ہے یہ اپنا وطن ہے۔

(بہر گام وپر کیف رنگین فضائیں، قومی نظمیں)

اسی طرح شعراء نے پاکستان میں بہنے والے دریاؤں کے سحر انگیز مناظر کو بھی قلم کے ذریعے امر کر دیا۔ پاکستان کے دو صوبوں پنجاب اور خیبر پختون خواہ کو ملانے والا دریائے سندھ کا پل جو "اٹک پل" کے نام سے موسوم ہوا۔ اس مقام پر جب دریائے قابل اور دریائے سندھ کے پانیوں کا ملاپ ہوتا ہے تو دیکھنے والی آنکھ اس منظر سے محظوظ ہوتی ہے۔ شاعر نے اس منظر کی عکاسی کچھ اس طرح کی ہے:

"یہ راوی کے دلکش کناروں کا منظر

اٹک کے یہ پُر نور دھاروں کا منظر

یہ بولان کے کوہساروں کا منظر

یہ مران کے رنگین نظاروں کا منظر

یہ اپنا وطن ہے یہ اپنا وطن ہے۔

(، بہر گام پر کیف ورنگین فضائیں)

پاکستان میں شاہراہِ قراقرم" کی تعمیر پاک چین کو زمینی راستے سے ملاتی ہے۔ اس جدید دور میں بھی اس کی اہمیت مسلم ہے۔ اس شاہراہ کو ہمالیہ اور قراقرم کے پہاڑی سلسلوں کو کاٹ کر کٹھن مراحل سے گزر کر عرصہ بیس سال میں مکمل کیا گیا۔ 1986ء میں یہ شاہراہ پایہ تکمیل کو پہنچی۔ چین کے صوبے "سنکیانگ" کے شہر کاشغر" سے شروع ہو کر پاکستان کے شمالی علاقوں گلگت، ہنزہ وغیرہ سے گزرتی ہوئی خیبر پختون خواہ کے علاقوں "ایبٹ آباد، ہزارہ، سے ہو کر" حسن ابدال" کے مقام پر جی ٹی روڈ سے مل جاتی ہے۔ یہ دنیا کی بلند ترین شاہراہ کا اعزاز حاصل کرتی ہے۔

شاہراہِ قراقرم یعنی شاہراہ ریشم کو بھی شعراء نے قومی شاعری کا موضوع بنایا۔ یہ پاکستانی مناظر ہمارا اثاثہ اور ان کو موضوعِ سخن بنا کر پاکستانی شعراء نے قومی وملی وقار اور سربلندی میں اضافہ کیا۔ یوں اس شاہراہ کو قومی نغموں کی روایت میں شامل کیا۔

شاعر اکرم باجوہ نے بعنوان "شاہراہ قراقرم" ایک خوبصورت نظم تخلیق کی۔ اس میں سے درج ذیل اشعار ملاحظہ کیجئے:۔

"میری ارضِ پاک کی جانب شمال

اک کشادہ رہ گزر ہے باکمال

حسِ فطرت سے مزین، مالامال

ششدر حیراں کرے جس کا جمال

(شاہراہ قراقر، تکبیر کا رنگ للکار ہوا)

اپنے وطن سے محبت ہر حب وطن کی زندگی کا مقصود ہے۔ ہر پاکستانی ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ کہ وہ وطن عزیز کی خاطر اپنی خدمات کا نذرانہ پیش کرے۔ اس سے قطع نظر کہ وہ وطن کے کس خطے میں ہے اور اس کی حیثیت ایک عام پاکستانی، مزدور، کسان یا سپاہی کی ہے۔ وہ دیس کی خاطر ہر قربانی کے لیے ہمہ وقت تیار اور

مستعد ہے۔

شاعر حضرات وطن کی لگن میں نغمات تخلیق کرتے ہیں اور جذبہ حب الوطنی اور ملی غیرت و حمیت کے جذبات کو پیدا کرتے ہیں۔ پاکستان کا قریہ قریہ حسین ہے۔ دلکش ہے۔ پاکستانی شہروں کی دلکشی بے مثال ہے۔ شعراء نے اپنے دیس کے مختلف شہروں اور خطوں کو منظوم صورت میں پیش کیا۔ اس کی وجہ سے پاکستانی قارئین اور سامعین بھی نہ صرف حظ اٹھاتے ہیں بلکہ قومی جوش و ولولہ بھی بڑھتا ہے۔

حب الوطنی کے جذبے سے لبریز شعراء نے اپنی دھرتی کی مدح سرائی نغموں کی صورت میں کی۔ قومی شاعری میں قریباً تمام شعراء شامل ہیں۔ جن کے دل میں وطن کے تحفظ اور بقا کے جذبات موجزن تھے۔ مگر کچھ شعراء نے خاص طور پر خطہ پاکستان سے وابستگی اور محبت کا اظہار کیا۔ اس کے حسن و جمال کو موضوع شاعری بنایا۔ انہوں نے اپنے پورے کے پورے مجموعہ کلام کو اپنی عزیز دھرتی کے گیتوں سے سجایا۔ ان شعراء میں "محمد شریف" کا نام بھی ہے۔ جو "حافظ امرتسری" کے نام سے معروف ہیں۔

"حافظ امرتسری کا مجموعہ کلام "میرا سوہنا پاکستان کے نام سے ہے۔ اس مجموعہ کلام میں انہوں نے مثنوی کی ہیت میں پاکستان کے شہروں کی شعری مصوری کی ہے۔ انہوں نے پاکستان کے تمام صوبوں کے اہم شہروں کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ ان کی شاعری سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ کریں۔ یہ پنجاب کے تاریخی شہر لاہور کے بارے میں ہے:

"شعر و نغمہ، ادب کا گہوارہ\
ارتقاء کا عظیم شہ پارہ\
علم و فن پرورش جہاں جائے\
زندگی اس میں نور بن جائے

(لاہور، میرا سوہنا پاکستان)

اپنے سوہنے دیس، ہر صوبے ہر شہر سے محبت اس دیس کے باسیوں کے دلوں میں اس طرح رچ بس گئی ہے کہ دور دراز کا سفر طے کر کے ان کے حسین نظاروں سے تسکین حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح "لاہور" کا تاریخی، علمی و ادبی، حسن و جمال ایک عجیب کشش رکھتا ہے۔ کہ ناصر کاظمی کا قلم بھی پکار اٹھتا ہے:

"شہر لاہور تری رونقیں دائم آباد\
تیری گلیوں کی ہوا کھینچ کے لائی مجھ کو

(اولیں چاند نے کیا بات سمجھائی مجھ کو، برگ نے)

علم و فن سے شغف رکھنے والے ہر فرد کے دل کو خطہ لاہور اپنی طرف کھینچتا ہے۔ لاہور ایک طرف پاکستان کا دل ہے، اقبال کا شہر اور داتا گنج بخش کی نگری، ہے تو دوسری طرف اس "قطب الدین ایبک سے بھی گہری نسبت ہے۔ جنہوں نے برصغیر پاک ہند میں سلطنت اسلامی کی بنیاد رکھی اور برصغیر کا پہلا دارالخلافہ "لاہور" کو بنایا۔

شاعر فاروق بشیر نے ایک نغمے میں اس کا اظہار یوں کیا ہے:

"ذرہ ذرہ ہے حریف کہکشاں لاہور کا

پتہ پتہ رنگ ورعنائی کی جاں لاہور کا

جس نے قائم کی جہاں پر سلطنت اسلام کی

وہ تھا قطب الدین ایبک حکمران لاہور کا

(تیرا پاکستان ہے یہ میرا پاکستان ہے)

اسی طرح صوبہ سندھ میں کراچی شہر جو ساحل سمندر پر واقع پاکستان کا سب سے بڑا تجارتی مرکز اور بندرگاہ ہے۔ قائد کا جائے پیدائش ہے۔ "حافظ امر تسری" کراچی شہر کی خوبصورتی بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

"یہ کراچی نگار مشرق ہے

شوخ و چنچل بہار مشرق ہے

ہر قدم روشنی کے فوارے

اجلے اجلے تمام نظارے

فاتح سندھ کے قدم اس پر

کارنامے کئی رقم اس پر

(کراچی، میرا سوہنا پاکستان)

پنجاب کے وسط میں شہر سرگودھا موجود ہے۔ سرگودھا کی زرخیز مٹی نے وطن عزیز کے محافظ ایسے شیر دل فرزند پیدا کیے جنہوں نے اپنے لبوں پر دائمی مسکراہٹ لیے وطن عزیز کے تحفظ اور بقا کے لیے جانیں قربان کیں۔ اپنی دھرتی کی حفاظت کرتے ہوئے جان جان افرین کے سپرد کر دی۔ ان بہادر سپوتوں کے اپنی اجان دے کر اپنے وطن کا دفاع نا قابل تسخیر بنا دیا۔

پاکستان ازلی دشمن بھارت کو "سرگودھا شہر" آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں جب دشمن نے اس شہر کو نشانہ بنایا تو اس کے شاہینوں نے منہ توڑ جواب دیا اور دشمن اپنی فضائی مہارت کی بربادی و تباہی کا عبرت ناک داغ لیے بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔

"غلام جیلانی اصغرؔ، نے سرگودھا کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

سرگودھا تیرا نام سرفراز رہے گا

صدیوں تیری جرأت پہ ہمیں ناز رہے گا

شہباز تیرے، تیری فضاؤں کے محافظ

وہ تیرے محافظ ہیں، خدا ان کا محافظ

(سرزمین سرگودھان کو سلام، جنگ ترنگ)

سرگودھا پاک فضائی چھاؤنی ہے اور چونکہ پاک فضائیہ کی وردی نیلی ہے۔ اس نیلی وردی کی وجہ سے شعراء نے اس شہر کو "نیلی فام کے شیروں کی دھرتی بھی کہا ہے۔

ہارون الرشید کی نظم "شاہینوں کا شہر مرا سرگودھا زندہ باد" پاک فضائی ہوا بازوں کو ان الفاظ میں محبت و عقیدت کا نذرانہ پیش کیا ہے۔

"جانبازوں کی اک بستی ہے یہ فردوس ارضی

چرخ نیلی فام کے شاہزادون کی ہے یہ دھرتی

سرگودھا کے شاہینوں کی دھوم ہے نگری نگری

قید نہیں کر سکتا ان کو کوئی بھی صیاد

شاہینوں کا شہر مرا سرگودھا، زندباد

(شاہینوں کا شہر مرا سرگودھا زندہ باد، ارمغان وطن)

جنگ 65ء میں سیالکوٹ کے سپوتوں کی خدمات نمایاں رہیں۔ سیالکوٹ کے باسیوں نے بھی اپنی شیر دل افواج کے شانہ بشانہ یہ جنگ لڑی اور قوم کو فتح سے ہمکنار کیا۔ شعراء نے اس سرزمین کے ت قدس، عظمت اور اس سے الفت کے نغمے لکھے۔ 'جون ایلیا' نے سیالکوٹ کے حوالے سے نظم "گہوارہ اقبال سیالکوٹ کے نام سے لکھی۔ اس کا اقتباس ملاحظہ کریں:

"سیالکوٹ تیری آن بان کیا کہنا

ہے تو ثبات و خودی کی چٹان کیا کہنا

جو خون سے نکھری وہ ادا یاد رہے گی

اے شہر وفا! تیری وفا یاد رہے گی۔

(گہوارہ اقبال سیالکوٹ، جنگ ترنگ)

1965ء کی پاک بھارت جنگ میں لکھی گئی "صفدر میر" کی ایک طویل نظم "سیالکوٹ کی فصیل" میں اہلیان سیالکوٹ کی بہادری، وفا شعاری اور حب الوطنی کے جذبے کو موضوع بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہزار سال سے بلند

سیالکوٹ کے فصیل

آج بھی بلند ہے

اس ہزار سال میں

ہر اک سموم تند و تیز

غرب اور شرق سے

جنوب اور شمال سے

اس سیل پر بڑھی

پلٹ۔۔گئی

اس شہر کی شان و شکوہ اور شجاعت و عظمت پر مختلف شعراء نے قومی نغمے لکھے۔ ان میں جمیل الدین عالی کا نام نمایاں ہے۔ انہوں نے نظم بعنوان "سیالکوٹ کو لے جا صبا پیام مرا" 1965ء میں اپنے اس غیور شہر کے جیالوں کے نام لکھی۔ اس سے ایک اقتباس:۔

سیالکوٹ کو لے جا صبا! پیام میرا

تیرے ہی نام سے اونچا ہوا ہے نام میرا

یہ شہر، شہر شہیداں بنا ہے میرے لیے

یہ شہر زیست کا امکاں بنا ہے میرے لیے۔

(سیالکوٹ کو لے جا صبا! پیام میرا، جیوے جیوے پاکستان)

'زیارت صوبہ بلوچستان کا شہر، قائد اعظم محمد علی جناح کی آخری ایام اس جگہ گزرے۔ یہ ایک پر فضا،

پر کشش مقام ہے۔ شعراء نے پاکستان کے دیگر حسین و جمیل شہروں کی طرح بلوچستان کے اس شہر کو حسن و جمال کی لفظی تصویر گری کی ہے۔

"حافظ امر تسری' کی نظم 'زیارت' سے ایک اقتباس:

اک پہیلی ہے اک بجھارت ہے
یہ بہار آفریں، زیارت ہے
عقل و افکار کی طرح روشن
مثل جنت سجا ہوا گلشن

(نظم زیارت، میرا سوہنا پاکستان)

اس کے علاوہ شعراء نے کوئٹہ شہر کو بھی موضوع سخن بنایا اور قومی نغموں میں اس شہر سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ حافظ امر تسری نے ایک نظم بعنوان "کوئٹہ" تحریر کی اس نظم سے اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

"کوئٹہ ہے کہ شہر خوباں ہے
خندہ دل، خندہ لب غزل خواں ہے
اس کے پھولوں میں دلکشی کا سماں
اس میں کلیوں کے قہقہے رواں

(کوئٹہ میرا سوہنا پاکستان)

صوبہ خیبر پختون خواہ کا دارالخلافہ، شہر پشاور' قدیم اور تاریخی شہر، پشاور، درہ خیبر کے قریب پہاڑوں میں گھرا ہوا ایک خوبصورت شہر ہے۔ اس کے حسن و جمال کو شعراء نے قومی نغموں کا موضوع بنایا ہے۔ حافظ امر تسری میں نے اس شہر کی رعنائی ان الفاظ میں بیان کی ہے:

یہ ثریا جبیں پشاور ہے
اس پر ہر ایک دل نچھاور ہے
حسین مشرق کی بات ہے اس میں
حسین مغرب کی بات ہے اس میں

(نظم، پشاور، میرا سوہنا پاکستان)

اس طرح پاکستان کے دارالحکومت "اسلام آباد" کی پر سکون فضاؤں اور حسن و جمال کا اظہار کیا۔

بشیر فاروق، اسلام آباد کے عنوان سے ایک ملی نغمے میں لکھتے ہیں۔ شاعر بشیر فاروق لکھتے ہیں:

کشورِ پاک غلامان محمد کا دیار

خطہ پاک کی تاسیس خدا کی امداد

سربراہانِ عرب ہوں کہ عجم کہتے ہیں

ہے یہی بزرگانِ حرم کا ارشاد

مرکز عالم اسلام بنے گا ایک دن

نام جس شہر کا فاروق ہے اسلام آباد

(اسلام آباد، تیرا پاکستان ہے یہ میرا پاکستان ہے)

قومی نغمہ نگاری میں پاکستان کے فطری مناظر کے علاوہ ہر صوبے کے شہروں کے حسن و جمال کو شعراءنے موضوع سخن بنایا اور اپنی وطن سے محبت کو ان نغمات کی صورت میں پیش کیا۔

اہل پاکستان کے نام نغمات۔ بچے بوڑھے، جوان وغیرہ

جس طرح شعراءنے پاکستان کے مختلف صوبوں شہروں اور ان کے دیگر متعلقات کو موضوع سخن بنایا اسی طرح انہوں نے پاکستان میں بسنے والوں کو بھی خراج تحسین پیش کیا۔

اہل وطن کی محنت ہمت، جفاکشی، وفاشعاری، شجاعت اور وطن کی مٹی سے محبت کو نغمہ نگاری کا موضوع بنایا۔ وطن کی ماؤں، بہنوں، بیٹوں، مزدور، کسان اور رہنماسب کے نام سریلے نغمے تحریر کیے۔ ان میں سے وہ نغمات جو ریکارڈ کیے گئے اور اہل وطن کی سماعتوں تک پہنچے درج ذیل ہیں:

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار | |
|---|---|---|---|
| 1۔ | ہم ہیں ہمت والے | فضل حسین | فلم دیوار |
| 2۔ | بندر روڈ سے کیماڑی کراچی پریتم قومی نغمہ | احمد رشدی | |
| ۔ | میں صدقے ساڈے کھیتاں تے آئی بہار | خورشید بیگم | |
| ۔ | ہیں سمے سیانے آئے دیس دی دھرتی | خورشید بیگم وساتھی | |
| ۔ | آئی بہار کھیتوں میں جاگے ہریالی | ایس پی جون اور ساتھی | |
| ۔ | میرے دیس داہالی وسدا رہوے | اقبال بانو | |
| ۔ | ہم ہیں پاکستانی | ریحانہ یاسمین اور ساتھی | |

| | |
|---|---|
| ۔ ہالیاں دے ہل چلا | کوثر پروین و سلیم رضا |
| ۔نہراں دے وچ چاندی جٹا! کھیتاوچ خزانے | |
| ۔ میں آں شیر کسان، دیس میرا مان | عنایت حسین بھٹی، حامد و ساتھی |
| ۔ آؤ بچو سیر کرائیں تم کو پاکستان کی، | سلیم رضا اور ساتھی (فلم بیداری |
| ۔ اس ملک کو رکھنا میرے بچوں سنبھال کے " | (سلیم رضا، بیداری) |
| ۔ چل بھئی شیر جواناں | ناہید نیازی، کشن |
| ۔ قدم بڑھاؤ ساتھیوں! قدم بڑھاؤ ساتھیو! | عنایت حسین بھٹی |
| ۔ تم قوم کی ماں ہو سوچو ذرا | نسیم بیگم، فلم اولاد |
| ۔ اے بہنو! اٹھو وہ کام کریں کہ دور اندھیرا ہو جائے | |
| ۔ وہی جوان ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا | کلام اقبال، نسیم بیگم |
| ۔ اے وطن کے جوانوں سلامت رہو | احمد رشدی |
| ۔ ہم گھبرو پاکستان کے | احمد رشدی اور ساتھی |
| ۔ میں چھوٹا سا اک لڑکا ہوں پر کام کروں گا بڑے بڑے، | اختر قریشی و ساتھی |
| ۔ یہ دیس کروڑ انسان ملت کے ہیں نگہبان | تاج ملتانی و ساتھی |
| ۔ آؤ چلیں اس پار مانجھی | تاج ملتانی |

(ابصار احمد، یہ نغمے پاکستان کے)

ان موضوعات کے علاوہ افواج پاکستان کے نام یعنی ایک سپاہی جب اپنی جان کا نذرانہ لیے مادر وطن کے دفاع کی قسم کھاتا ہے اور ہر آزمائش میں دشمن کے سامنے سینہ سپر رہتا ہے وہ بے خوف اور نڈر ہو کر کئی گنا طاقتور دشمن کو کسی بھی جارحیت کا دندان شکن جواب دیتا ہے اور غازی یا شہید کہلاتا ہے۔ اس غیور اور شجاع سپاہی کے دل میں جذبہ شہادت تو موجزن ہوتا اس کے ساتھ ساتھ اپنے وطن کے دفاع کو ناقابل تسخیر بنانا اور مادر وطن کی پکار پر لبیک کہنا۔ جنگی محاذ پر اور عام زندگی میں جو عوامل ایک سپاہی کے چٹانی حوصلوں میں وقار اور اعتماد کا باعث بنتے ہیں۔ ان میں باہمت، جرأت مند خواتین جو ایک دلجو، بہادر اور صابر ماں، بیوی، بہن اور بیٹی کا روپ ہے جن کی ہر قدم معاونت اور بے لوث حب الوطنی کے جذبے افواج کے مورال کو کہیں بھی کم نہیں ہونے دیتے۔ ان ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی ہمت اور عظمت کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے شعراء نے

نغمات لکھے جو محاذ جنگ پر جاتے ہوئے اپنے بیٹوں، بھائیوں اور ہمسفروں کو وطن کی آن پر مر مٹنے کی نصیحت کرتے ہوئے اسے اپنی دعاؤں کے سائے میں اللہ کی خاطر وطن عزیز کی حفاظت کے لیے رخصت کرتی ہیں۔

یہ نغمات قارئین جب پڑھتے ہیں یا سامعین سنتے ہیں تو عقیدت و محبت کے جذبات سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ ان موضوعات کے حوالے سے نشر ہونے والے وہ نغمات جو قیام پاکستان سے 1965ء کی جنگ تک تاریخ نے محفوظ کیے، درج ذیل ہیں۔

1۔ ماں جو اپنے جگر پاروں کو بہت محنت کر کے پروان چڑھاتی ہے۔ اور اپنی مادر وطن کی حفاظت کے کرتے ہوئے شہادت کے مرتبے پر فائز ہونے کا درس دے کر اپنے جوان بیٹوں کو دھرتی ماں کے سپرد کر دیتی، اس کی ہمت اور حب الوطنی بے مثل ہے۔ درج ذیل نغمہ ایک ماں کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے ریکارڈ کیا گیا۔ یہ نغمہ فلم "اولاد" میں شامل کیا گیا۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار | فلم |
|---|---|---|---|
| 1۔ | تم قوم کی ماں ہو سوچو ذرا! | نسیم بیگم | اولاد |
| 2۔ | اے بہنو! اٹھو! وہ کام کریں کہ دور اندھیرا ہو جائے | مالا بیگم اور ساتھی | پیغام |
| 3۔ | اے مادر وطن اونچا ہو تیرا نام | نسیم بیگم اور ساتھی | |

درج بالا نغمہ مادر ملت "محترمہ فاطمہ جناح کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے لکھا اور ریکارڈ کیا گیا اور ریڈیو پاکستان سے نشر کیا گیا۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| 4۔ | صدقے میں جاواں تیرے ماں کہن والیا" | ناہید نیازی | |
| 5۔ | اللہ دے حوالے، دل دیندا اے دعائیں وے | شاہجہاں بیگم، نذیر بیگم | |
| 6۔ | اے میرے نورِ نظر! جاتا تو ہے بہر جہاد" | نسیمہ شاہین اور ساتھی | |

بہن اور بھائی کا رشتہ اپنے تقدس، بے مثال الفت و مودت اور ایثار سے گندھا ہوتا ہے۔ ایک بہن اپنی جان تک اپنے بھائی کے لیے قربان کر دیتی ہے۔ مگر بھائی کو آنچ تک نہ آئے یہ دعا ہر وقت اس کے لبوں کی زینت بنتی ہے مگر جب معاملہ مادرِ وطن کی حفاظت کا ہو تو وہ چٹان بن کر اپنے بھائی کے شانہ بشانہ کھڑی رہتی ہے۔ قومی نغمات میں ایسے نغمے شامل ہیں جو ان سچے رشتوں کے امین ہیں اور دیس اور اس مٹی کی حفاظت کا جوش ولولہ اپنے سامعین کے دلوں میں پیدا کرتے ہیں۔ درج ذیل اس صورت حال کی عکاسی کرتا ہے۔ جب ایک بہن میدان جنگ میں سرحدوں پر مامور اپنے بھائی کو شجاعت اور جرأت کی تلقین کرتے ہوئے اس کا

حوصلہ بڑھاتی ہے۔ اس نغمے کے بول ہیں:

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | میرے بہادر بھیا! سینہ سپر رہنا! | مالا بیگم |
| 2۔ | اے میرے پاسبان جاؤ!۔۔۔ اپنے وطن کی حفاظت کرو | ناہید نیازی |
| 3۔ | رب حوالے جاہُن ویرا! تیغ اٹھا! | نذیر بیگم |
| 4۔ | نڈر دلیر بچیاں، سری نگر کی بیٹیاں" | نذیر بیگم اور ساتھی |
| 5۔ | ککلی کلیر دی، نی ککلی کلیر دی" | نذیر بیگم اور ستھی |
| 6۔ | اے بھائی! تیرے ساتھ بہن کی ہیں دعائیں | روشن آراء بیگم |

وطن کی مٹی سے محبت اور آزادی کے نغمے:۔

کسی بھی خطے میں بسنے والوں کو اپنی دھرتی اور اس کے محافظوں سے الفت ہو جانا فطری امر ہے۔ شعراء جو اس خطے کا حساس طبقہ ہوتے ہیں وہ اپنے سماج اور اس کے دیگر شعبوں سے کٹ کر نہیں رہ سکتے بلکہ وہ اس کی نہ صرف معاشی، اقتصادی، اخلاقی، مذہبی بلکہ سیاسی اتار چڑھاؤ سے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ ان کی تخلیقات میں اپنے سماج کا نہ صرف رنگ جھلکتا ہے بلکہ ان کے تخیل کو مہمیز انہی عوامل سے لگتی ہے۔ ادب اور سماج کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

پاکستان میں بسنے والا ہر فرد اپنے وطن کی مٹی سے خاص طور سے منسلک ہے اور جذبہ حب الوطنی سے لبریز ہے۔ پاکستانی قوم نے بہت سے گھمبیر مسائل کے باوجود اپنے وطن اور قوم کی تعمیر نو اور بقاو سلامتی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ خود سے کئی گنا بڑے دشمن کی جارحیت کے سامنے سینہ سپر رہی۔ اپنی دھرتی سے وفا کے گیت گاتے رہے۔ امید اور یقین وایقان کی شمع جلائے رکھی۔ تمام تر رنج والم اور آزمائش کے باوجود ملکی تعمیر و ترقی کا سفر نہ رکنے دیا۔ اس طرح لاکھوں افراد کے خون سے لکھی تحریر کو نیا عزم عطا کیا۔ اپنے دشمنوں کی بے حد کوشش کے باوجود سبز ہلالی پرچم کو سربلند رکھا۔

اس قوم نے آزادی کا خواب دیکھا اور اس کی تعبیر مملکت خداداد "پاکستان" کی صورت میں پائی۔ اس وطن کو لا الہ الا اللہ "کا کلمہ بلند کرتے ہوئے حاصل کیا۔ اس خواب کو مکمل کرنے والوں کے دل میں خدا کی رضا اور دین اسلام کی سربلندی کا جذبہ موجزن تھا اور اس کے باسیوں میں نعرہ تکبیر کی تاثیر ابھی باقی تھی۔ اس کی بدولت انہوں نے اپنے عزم کی دیواروں کو ہر حال میں قائم رکھا اور مضبوط کیا۔ اپنی مٹی اور اپنی آزادی کو

قائم دائم رکھا اور وطن عزیز سے محبت اور بے لوث عقیدت کو اپنا ایمان بنایا۔

اپنے وطن اور قوم کی محبت میں اور اس کی تعمیر نو میں شعرائے اردو نے اہم ترین فریضہ انجام دیا۔ انہوں نے اپنے وطن بقا اور تعمیر کے عزم صمیم کے جوش و ولولے سے بھرپور نغمات تخلیق کیے۔ ان نغمات نے اس قوم میں وہ بے مثال قوت اور ولولہ پیدا کیا جس کی بدولت اس قوم نے اپنے ذاتی مسائل اور اختلافات کو پس پشت ڈال دیا اور نئی قوت، نئے جوش اور نئے عزم سے اپنی پاک ماں دھرتی کی تقدیس اور عظمت کے گیت گائے۔

اس حوالے سے احمد ندیم قاسمی اپنے مجموعہ کلام "محیط" میں شامل ایک نظم میں کہتے ہیں:

"خزاں سے رک سکا کب موسم گل  
یہ اصل اصول زندگی ہے  
اگر ہے جذبہ تعمیر زندہ  
تو پھر کس چیز کی ہم میں کمی ہے

شعری نغموں کے ذریعے شعرائے نے قوم کے دلوں میں ولولہ پیدا کیا اور وطن سے مھبت کے جذبہ کو دوچند کیا۔

ماہر القادری نے اہل وطن کو اس دورِ انقلاب میں نئے عزم اور یقین کے روشن چراغ جلائے رکھنے کی دعوت اس طرح دی، اقتباس دیکھیے۔

بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھاتے ہوئے چلو  
ایقان کے چراغ جلاتے ہوئے چلو  
جن کو مٹا سکے نہ کوئی دور انقلاب  
کچھ ایسے نقش بھی تو بناتے ہوئے چلو  
اب وقت ہے کہ شعر و ادب کی زبان سے  
مفہوم لا الہ بتاتے ہوئے چلو!

(چلو! فردوس)

اردو ادب میں بہت سے نامور شعراء ہیں جنھوں نے اپنے وطن اور اہل وطن سے عقیدت، الفت اور اس کی بقا و سالمیت کے لیے اپنی تخلیقی صلاحیتوں اور شاعری کو وقف کر دیا۔ ان کا قلم صرف اور صرف مادرِ

وطن کی تقدیس اور حرمت وبقا کے سریلے نغموں میں رچا بسا ہے۔ مگر تمام مقبول نغمات یا قومی گیتوں کو میڈیا کے ذریعے عوام تک نہیں پہنچایا گیا۔ یہ رسائل، اخبارات کی زینت بنے، کتابوں کی صورت میں اردو شاعری کا قیمتی اثاثہ ہیں۔

ملی نغمہ نگاری کی روایت میں سید ممتاز علی سرمد بخاری اپنی نغمہ نگاری کے ذریعے پاکستانی قوم وملت میں نئے عزم ویقین اور حب الوطنی کے جذبات کو مزید مستحکم کیا۔

سرمد بخاری کا پہلا مجموعہ کلام "نقش بول اٹھے" کے نام سے پہلے یہ مجموعہ کلام حب الوطنی کے گیتوں سے مزین ہے۔

پاکستان کی فضاؤں میں اپنی شیریں اور سریلی دھنوں سے رس گھولنے والا مقبول نغمہ:

"تیرا پاکستان ہے، یہ میرا پاکستان ہے"

اس دائمی قبولیت و شہرت کے حامل نغمے کے خالق "بشیر فاروق" ہیں۔ ان کے تمام شعری مجموعہ کلام اسلام اور بقائے پاکستان کے جذبے کے غماض ہیں۔ ان کی شاعری میں تحریک پاکستان، قیام پاکستان قائدین و مشاہیر پاکستان، پاکستان کے شہروں کے علاوہ دیگر اسلامی تاریخ کو واقعات کو موضوع بنایا گیا ہے۔

مگر بشیر فاروق کو شہرت اور مقبولیت کی بلندیوں پر پہنچانے والے نغمہ "تیرا پاکستان ہے یہ میرا پاکستان ہے" نے انہیں قومی وملی تاریخ میں امر کر دیا۔

یہ نغمہ آج بھی جب ریڈو، ٹیلی ویژن سے نشر کیا جاتا ہے تو سامعین وحاضرین کے دل حب وطن کے جذبات سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ اور ہر بچہ، جوان اور بوڑھا اس کے بول سنتے ہی جھومنے اور گانے لگتا ہے۔

اس کے علاوہ "بشیر فاروق" کا ایک اور نغمہ درج ذیل ہے۔ جس نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی نشریات میں نمایاں مقام حاصل کیا اور اہل وطن کے دلوں کی دھڑکن بنا ہوا ہے۔ جب بھی کسی قومی تہوار کے حوالے سے یہ نغمہ پاکستانی عوام کی سماعتوں سے ٹکراتا ہے یا ٹیلی ویژن سے نشر ہوتا ہے تو ہر دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان وطن عزیز پاکستان کی محبت کے جذبے سے سرشار ہو جاتے ہیں اور وطن سے وفا کے عزم کی تجدید کرتے ہیں۔

"پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الااللہ"

ان جیسے بے شمار اور بے مثال وطن کے گیتوں کی تخلیق سے "بشیر فاروق" کو قومی تاریخ میں شہرت جاوداں حاصل ہوئی۔ ان نغموں میں ملی جوش وولولہ اور ماں دھرتی سے بے لوث محبت وعقیدت کے جذبات موجزن

ہیں۔

"صوفی غلام مصطفیٰ تبسم" کی قومی شاعری میں ملکی بقا، تعمیر و ترقی اور بلندیوں کو چھو لینے کے عزم کا اظہار موجود ہے۔ انہوں نے آزادی وطن و قوم کو نور اور اجالا قرار دیا ہے۔ انہوں نے مجموعہ کلام "سو بار چمن مہکا" میں مشمولہ ایک نظم "صبح آزادی" سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ کریں:

"کیوں ترستے ہو اجالے میں، اجالے کے لیے
یہ اجالا ہے اسی صبح نور کی ضیاء
جس کی کرنوں سے مٹے اپنی غلامی کے نشاں
جس کی کرنوں سے کیا اپنی جبیں کو بے داغ
آؤ! اس نور سے ہم دل کو منور کر لیں
آؤ! اس نور میں اک اور اجال بھر لیں۔

(صبح آزادی، سو بار چمن مہکا)

بلاشبہ قومی و ملی شاعری میں شعراء اپنی قوم اور ملک کے ساتھ اپنی وابستگی اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ جب حب الوطنی اور جوش و ولولے سے معمور یہ نغمات موسیقی کی دھنوں سے سج کر سریلی آوازوں کا روپ اختیار کرتے ہیں اور میڈیا انہیں عوام الناس تک پہنچاتا ہے تو بلاشبہ انہیں سن کر ایک ایک شہری سر دھنتا ہے۔ ان کے اثرات بلاشبہ ہر سامع اور ناظر کے اندر اپنی مٹی، اپنی دھرتی اور قوم سے وابستہ جذبوں کو از سرِ نو دوچند کر دیتے ہیں۔

میڈیا ہر مشکل میں وطن عزیز کی بقا کے لیے قومی تاریخ میں بڑی نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستانی میڈیا نے اپنی قوم اور افواج کا حوصلہ بلند رکھنے کے لیے جو نغمات نشر کیے ان ریکارڈ کیے جانے والے نغمات میں بہت سے نغمات اور گیت ایسے ہیں جو وسائل میسر نہ ہونے کی وجہ سے ریکارڈ کا حصہ نہ بن سکے۔ یعنی تاریخ میں محفوظ نہ ہو سکے مگر جن قومی گیتوں کو اس ابتدائی دورانیے میں ریکارڈ کیا گیا اور یہ ریکارڈ پاکستان ریڈیو کے مختلف شہروں کے ریڈیو مراکز میں یا کسی اور وسیلے سے محفوظ ہو کر تاریخ کا حصہ بنا۔ اس میں شامل آزادی، وطن کی مٹی، اہل وطن کی عقیدت و لولہ و جوش پر مبنی نغمات شامل ہیں۔ وطن اور ملت سے مودت اور اس کی بقا و سلامتی کے عزم کے گیت شامل ہیں۔ جو سنتے اور دیکھتے ہی دلوں میں ایک تازہ امنگ اور تازہ ولولہ پیدا کرتے ہیں۔ ان نغمات کو سنتے ہی دل و دماغ پر ایک سرشاری سی طاری ہونے لگتی ہے اور دل وطن اور قوم کی

محبت کے جذبے سے معمور ہو جاتے ہیں۔ ان نغمات کا ایک دستاویزی ثبوت کتاب "یہ نغمے پاکستان کے" کی صورت میں موجود ہے۔ مذکورہ موضوعات کے حوالے سے نشر ہونے والے نغمات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار |
| --- | --- | --- |
| 1۔ | نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا | منور سلطانہ |
| 2۔ | اپنے دیس میں اپنا راج | منور سلطانہ |
| 3۔ | ساڈا دیس اے پاکستانی نی! | منور سلطانہ |
| 4۔ | دیس ہمارا ہم کو پیارا، ہم سب کی آنکھوں کا تارا | منور سلطانہ وساتھی |
| 5۔ | پاکستان ہمارا ہے پاکستان ہمارا | منور سلطانہ، ساتھی |
| 6۔ | صبح آزادی، امید | منور سلطانہ وساتھی |
| 7۔ | ہے یہی ہماری انجمن، یہی ہمارا وطن | منور سلطانہ، دلشاد بیگم |
| 8۔ | پاک وطن شاداب چمن اے پیارے پاکستان | منور سلطانہ، پائلٹ سکول |
| 9۔ | تیز ترک گامزن، منزل مادور نیست (فارسی) | منور سلطانہ، علی بخش ظہور، ساتھی |
| 10۔ | پاکستان کا گلشن آباد ہوا، دلشاد ہوا، | دلشاد بیگم وساتھی |
| 11۔ | میرا دیس، میری تقدیر، اپنے دیس دی میں تصویر | دلشاد بیگم |
| 12۔ | خدا نے دی مسلمانوں کو پاکستان کی دولت | دلشاد بیگم |
| 13۔ | آئے جسے ہو دیکھنا جنگ کا نظارہ | ستارہ بیگم |
| 14۔ | مبارک آزادی، مبارک آزادی | ستارہ بیگم |
| 15۔ | رم جھم، رم جھم ورسے، خوشیاں دا ویلا آیا | زینت بیگم و اقبال بیگم |
| 16۔ | اپنا وطن ہے پاکستان | دائم حسین |
| 17۔ | اج پاکستان بنیا اے | عالم لوہار |
| 18۔ | کیا ہی پاکیزہ و طاہر نام پاکستان ہے | اعجاز علی |
| 19۔ | پاکستان زندہ باد آزادی پائندہ باد | شاہد احمد دہلوی، نہال عبداللہ |
| 20۔ | یاالٰہی ملک پاکستان پر ہو تا رہے لطف و کرم تیرا | عبدالشکور، بیدل |
| 21۔ | قائم پاکستان رہے۔ | عبدالشکور بیدل |

| | | |
|---|---|---|
| 22۔ | اپنے لہو کا رنگ گلوں میں رچائیں گے | نذیر بیگم و ساتھی |
| 23۔ | پاکستان ہمارا ہے، پاکستان ہمارا ہے | دائم حسین، نہال عبد اللہ |
| 24۔ | زمین فردوس پاکستان کی ہو گی زمانے میں | عباس الدین احمد اور ساتھی |
| 25۔ | اے وطن! اے غیرت ہفت آسماں | ماسٹر ابراہیم اور ساتھی |
| 26۔ | پاکستان بنانے والو! پاکستان مبارک ہو! | سجاد سرور نیازی اور ساتھی |
| 27۔ | پاکستان کا ساز بجاؤ! | سجاد سرور نیازی اور ساتھی |
| 28۔ | جان سے پیارے پاک وطن، دلشان وطن پائندہ باد | ریحانہ یاسمین اور ساتھی |
| 29۔ | پاک وطن کی ہر شے پیاری | سلامت علی، نزاکت علی |
| 30۔ | قائم پاکستان رہے | منیر حسین، باتش اور ساتھی |
| 31۔ | دائم آباد تیری حسین انجمن | نگت سیما |
| 32۔ | اے نگارِ وطن! اے وطن کی زمین | کراچی ریڈیو کورس |
| 33۔ | تو ہے میری زندی اے میرے حسین وطن | روشن آراء بیگم |
| 34۔ | میرا نام ہے پاکستان<br>(لفظ پاکستان کا نغمے میں استعمال) | ایس۔پی۔جون |
| 35۔ | جان سے بڑھ کر ہم ارض پاک کو | ایس۔پی۔جون |
| 36۔ | میرا وطن ہے، میرا وطن ہے | ایس۔پی۔جون اور ساتھی |
| 37۔ | مملکت زندہ و پائندہ ہے اے ہم وطنو! | گلزار احمد اور ساتھی |
| 38۔ | میری آنکھوں کے لیے سرمہ تیری خاک وطن ہے | خورشید بیگم |
| 39۔ | مینو میٹھیاں لگن گلاں سوہنے دیس دیاں | خورشید بیگم |
| 40۔ | ملک رہا ہے وفا کے گلوں سے صحنِ چمن | رشیدہ بیگم |

## علاقائی زبانوں میں نغمات:۔

ارض پاکستان اپنے دامن میں مختلف زبانیں بولنے والے اور مختلف ثقافتوں کے امین محب وطن پاکستانیوں کو سمیٹے ہوئے ہے۔ مادرِ وطن کا ہر ذرہ اہل وطن کے لیے اپنی جان و مال سے بڑھ کر ہے۔ وطن کے محبت میں ڈوبے پاکستانی شعراء نے خواہ ان کا تعلق کسی بھی صوبے سے تھا انہوں نے اردو کے علاوہ اپنی اپنی

مادری زبانوں میں بھی حب وطن اور بقائے وطن کے گیت لکھے۔

ان مقامی زبانوں کے شعرا نے اپنے نغموں میں خاص طور پر مادرِ وطن، افواجِ وطن اور اہلِ وطن کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ یہ نغمات مٹی کی محبت میں لکھے گئے۔ ان نغمات کو پاکستان ریڈیو کے مختلف صوبائی اور علاائی ریڈیو سٹیشنوں پر گراموفون پر ریکارڈ کیا گیا اور اپنی اپنی نشریات کا حصہ بنایا گیا۔ اس طرح ان نغمات میں محبت، الفت، بقااور وطن کے تحفظ کے عہد وپیمان عوام الناس تک پہنچے۔

پاکستانی عوام کا اپنے وطن سے محبت اور اس کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا جذبہ اور امنگ بڑھ جاتی ہے۔

میڈیا کا کردار اس حوالے سے کلیدی ہو جاتا ہے۔ جب بھی اس ماں دھرتی کو اس کے جیالوں کو ضرورت پڑی میڈیا اپنی تمام تر ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے ہراول دستہ بن کر اپنے نشریاتی محاذ پر ڈٹ گیا۔

مختلف ریڈیو سٹیشنوں سے ان نغمات کو نشر کیا گیا اور عوام الناس میں ایک نئی امنگ اور تازہ ولولہ اور جوش پیدا کیا گیا۔ مادری زبان اس علاقے کے لوگوں کو بخوبی سمجھ آتی ہے۔ ہر پاکستانی ایک سچا محب وطن ہے۔
ان نغمات کی تخلیق میں مقامی شعراء نے جس فکری ترفع کا مظاہرہ کیا اس سے ان کے کلام میں ایک جادوئی تاثیر نے جگہ لی اور اس حوالے سے ماہرین موسیقی نے اپنی شدید محنت اور مہارت سے ایسی ایسی سریلی دھنیں تکلیق کیں کہ بار بار ان نغموں کو نشر کیا جاتا ہے اور ہر بار وہی پہلے جیسا ولولہ اور سرور محسوس ہوتا ہے۔ اس حوالے سے بہترین اور خوش گلو صداکاروں کا انتخاب کیا گیا۔ جن کی آوازیں ان نغمات کے ساتھ تاریخ میں امر ہو گئیں اور قومی اثاثہ بن گئیں۔

ان مختلف علاقائی زبانوں میں نشر ہونے والے نغمات کی فہرست متعلقہ گلوکاروں کے ناموں کے ساتھ درج ذیل ہے۔ ملاحظہ کریں:۔

| نغمات | گلوکار |
|---|---|
| **بلوچی زبان میں نغمے:** | |
| 1۔ اے سر مچارانِ وطن! | فیض محمد بلوچ |
| 2۔ اے مجاہد ملک زندہ بات! | غلام محمد و شیر محمد |
| **پشتو زبان میں نغمے:** | |

| | |
|---|---|
| 1۔ زماد گل پہ شان وطنہ | کشور سلطان وساتھی |
| 2۔ زماد گل پہ شان وطنہ | کشور سلطان اور ساتھی |
| 3۔ پاکستان زندہ باد | کشور سلطان اور ساتھی |
| 4۔ یہ وطن راغلی دی، داسیالی بادونہ | بادشاہ گوہر جان اور ساتھی |
| 5۔ اے دلربا وطنہ! | سلیم جاوید، مقصود انور، گلنار بیگم |
| 6۔ مومن لڑی ہر دم | نور جہاں |
| 7۔ زپامجاہدین | ہدایت اللہ |
| 8۔ زہ یم بزرزلے د قوم | سبز علی اور ساتھی |
| 9۔ مومن لری ہر دم | احمد خان، سبز علی اور ساتھی |
| 10۔ بیدازرب منان کرم | ہدایت اللہ اور ساتھی |
| 11۔ قدم قدم پہ | سلیم جاوید اور ساتھی |
| 12۔ مونگ کوبے ہمیشہ، ستاخد فتونہ | کشور سلطان، گلنار بیگم |
| 13۔ اے دہ مسلمان وطنہ زار | کشور سلطان اور ساتھی |
| 14۔ زمانی جنگ میدان | عبدالمعروف اور ساتھی |

سندھی زبان میں نغمے:

| | |
|---|---|
| 1۔ ساتھی چھیڑ ساز سکھن جا | صادق علی، روبینہ قریشی |
| 2۔ گگن کھے سرسے بندھی | ماسٹر محمد ابراہیم اور ساتھی |
| 3۔ پاک فضائیہ جانوجواں | روبینہ قریزی، ثریاحیدرابادی، محمد ابراہیم |
| 4۔ جہاں میں جرأت ومردانگی جادیوانہ | ثریاحیدر آبادی اور ساتھی |
| 5۔ اساں جے خون سان | محمد جمن اور ساتھی |
| 6۔ اساں جو وطن جگ میں ممتاز ہے | محمد کامل |
| 7۔ اے صاحب شمشیر اٹھ تونکھے پکارے جنت کشمیر | روبینہ قریشی |
| 8۔ اے وطن منجھاوطن، متھڑاوطن، پیاراوطن | روبینہ قریشی، صادق علی |

بنگالی زبان میں نغمے:۔

| | |
|---|---|
| 1۔ پاکستان بیر مجاہد | فیروز بیگم، دل آراء، ہاشم |
| 2۔ جِندہ باد پاکستان | صوفیہ امین، عبد الاحد اور ساتھی |
| 3۔ اے دیش! یار فنی آکاش | دل آراء ہاشم، دھیر علی اور ساتھی |
| 4۔ جِندہ باد بیر مجاہد جندہ باد | عبد العلیم، عبد لکریم اور ساتھی |
| 5۔ پہاڑی کا شمیری، اونگ نِگری | دیبو بھٹا چاریا، بشیر احمد اور ساتھی |
| 6۔ سلام نوجوان! | سید انور اور ساتھی |
| 7۔ مانورے قومی | سید انور، چمن آراء اور ساتھی |
| 8۔ شوتج بھور سے شوربی | ڈھاکہ ریڈیو کورس |
| 9۔ مہان نیتا قائد اعظم | ڈھاکہ ریڈیو کورس |
| 10۔ قائد اعظم آمند رانیتا | لیلی بانو ارجمند، عباس الدین |
| 11۔ سب چے مادھور دیش پاکستان | عباس الدین احمد اور ساتھی |
| 12۔ پاکستانی پاک نشان | فیروز بیگم، لیلی بانو، ارجمند عبد الحکیم |
| 13۔ آزاد پاک دیش | عبد الحلیم |
| 14۔ آمر پاکستان، شونار پاکستان | لیلی بانو ارجمند |
| 15۔ مسلمان بھائی بھائی | عباس الدین احمد |
| 16۔ آزاد پاکستان | ڈھاکہ ریڈیو کورس |
| 17۔ آمر جھنڈا، آمر چاند تارہ | لیلی بانو ارجمند، عبد الاحد اور ساتھی |
| 18۔ پوریو پاکستان، پچھمی پاکستان | دھیر علی اور ساتھی |
| 19۔ نشے می اجالو آکاشے | عبد العلیم اور ساتھی |
| 20۔ قائد اعظم! اے قائد اعظم! | دل آراء ہاشم اور ساتھی |
| 21۔ شاون ماشو کے پاکستان | فیروز بیگم اور ساتھی |

## کشمیری زبان میں نغمات:۔

کشمیری زبان میں مقبول ہونے والے چند نغمات جو ریڈیو پاکستان کے ریکارڈ میں محفوظ رہ گئے۔ درج ذیل ہیں:

| | |
|---|---|
| 1۔ توشان کیا، پوشانسونیو وطن | انیقہ بانو، عبد الغنی |
| 2۔ والوہاباغانو، نیو بہار ک شان پید اکر | انیقہ بانو اور عبد الغنی |
| 3۔ انقلاب اے انقلاب | عبد الغنی، محمد رمضان اور ساتھی |

## براہوی زبان میں نغمات:۔

| | |
|---|---|
| 1۔ ورناسپاہی۔۔۔۔ اللہ اکبر اللہ اکبر | حضور بخش اور ساتھی |
| 2۔ زوزوہدف موئی قدم | حضور بخش اور ساتھی |
| 3۔ اک وطنہ خونی کفن | حضور بخش اور ساتھی |

## پنجابی زبان میں نغمات:۔

| | |
|---|---|
| 1۔ ساڈا دیس اے پاکستانی نی | منور سلطانہ |
| 2۔ چن تارہ پاکستان دا، رہے جھنڈا اچامان دا | زینت بیگم و اقبال بیگم |
| 3۔ رم جھم رم جھم ورسے، خوشیاں دا ویلا آیا | زینت بیگم و اقبال بیگم |
| 4۔ ساڈا دیس اے تارہ اکھیاں دا | منور سلطانہ اور ساتھی |
| 5۔ ہُن سمے سہانے آئے دیس دی دھرتی | خورشید بیگم اور ساتھی |
| 6۔ میں صدقے ساڈے کھیتاں تے آئی بہار | خورشید بیگم |
| 7۔ میرے دیس دے نال بہاراں لکھ ہزاراں | خورشید بیگم، ثریا خانم، رشیدہ بیگم |
| 8۔ رہوے خوشیاں ماند اما لکا! | محمد عالم لوہار |
| 9۔ تیری شیر اں ور گی چال | اقبال بانو |
| 10۔ پاک وطن دامان اے سیو! | زبیدہ خانم |
| 11۔ نگر نگر، پنڈ پنڈ وچ اپنا راج | دلشاد بیگم |
| 12۔ پھلاں بھریاں راہواں میرے دیس دیاں | دلشاد بیگم اور ساتھی |
| 13۔ نئیں ریساں پاکستان دیاں | دلشاد بیگم اور ساتھی |
| 14۔ ساڈا دیس اے خوشیاں دا جواڑیو | ممتاز بیگم، نور جہاں بیگم |
| 15۔ دیس میرا اے کرماں والا | شاہجہاں بیگم |

| | | |
|---|---|---|
| 16۔ | ہالیاں دے ہل چل دا | کوثر پروین، سلیم رضا |
| 17۔ | نہراں دے وچ چاندی جٹا! کھیتاوچ خزانے | سلیم رضا |
| 18۔ | گیا ہنیرا، دن چڑھیا | نذیر بیگم، پنڈی والی، انیقہ بانو و ساتھی |
| 19۔ | میں آں شیر کسان، دیس میرا امان | عنایت حسین بھٹی، حامد بیلا و ساتھی |
| 20۔ | چل بھئی شیر جواناں! | ناہید نیازی |
| 21۔ | میریا ڈھول سپاہیا تینوں رب دیاں رکھاں | نور جہاں |
| 22۔ | کرنیل نی، جرنیل نی، میرا ماہی چھیل چھبیلا | نور جہاں |
| 23۔ | میرا سوہنا شہر قصور نی | نور جہاں |
| 24۔ | ایہہ پتر ہٹاں تے نئیں وکدے | نور جہاں |
| 25۔ | ساڈا اللہ اک، قرآن اے اک، اسیں غازی پاکستان دے | سلیم رضا اور ساتھی |
| 26۔ | جگنی پاکستان دی اے | محمد عالم لوہار |
| 27۔ | ساڈے شیراں پاکستانیاں | محمد عالم لوہار |
| 28۔ | غازی میدانیں گجدے | محمد عالم لوہار |
| 29۔ | لالہ جی جان دیو، لڑنا کی جانو تسی مرلی بجاون والیو! | احمد رشدی و ساتھی |
| 30۔ | وسے پاکستان دی شاہی جگنی | عنایت حسین بھٹی |
| 31۔ | ماہی چلیا نی، میرا ماہی چلیا | زرینہ آغا |
| 32۔ | مکھ تکیا اے سجنا دا | زرینہ آغا |
| 33۔ | چن مریا سپاہیا، دلیرا | زرینہ آغا |
| 34۔ | صدقے میں جاواں تیرے ماں کہن والیا | ناہید نیازی |
| 35۔ | جنگ کھیڈ نئیں ہوندی زنانیاں دی | تاج ملتانی و ساتھی |
| 36۔ | چن میرا ایا یسبر چلے پیا، بھارت دا سینہ ہلے پیا | نذیر بیگم پنڈی والی، شوکت مرزا |
| 37۔ | مینوں مٹھیاں لگن گلاں سوہنے دیس دیاں | خورشید بیگم |
| 38۔ | میریا شی جیا ویرا! لکھاں عزتاں بچاویں | نور جہاں |
| 39۔ | میرا چن ماہی، کپتان | نگہت سیما و ساتھی |

## پاکستانی فلموں میں شامل قومی وملی اور جنگی ترانے:۔

پاکستانی فلم کی صنعت نے وطن کی مٹی سے اپنی عقیدت و الفت کا اظہار فلموں کی صورت میں بھی مدِ نظر رکھا۔اس دورانیے میں بننے والی بیشتر فلموں میں اہل وطن کو اپنی مٹی کی عزت، عظمت اور بقاو تحفظ کی خاطر جینے کی ترغیب دلائی۔

قیام پاکستان سے 1965ء کی جنگ سے پہلے نشر ہونے والی فلموں میں شامل کیے گئے۔ نغمات کی فہرست درج ذیل ہے۔

جس میں نغمہ، مشمولہ فلم اور گلوکاروں کے نام بھی شامل ہیں۔ ابصار احمد نے اپنی کتاب "یہ نغمے پاکستان کے" میں ان کی یہ تفصیل درج کی ہے۔

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار | فلم |
|---|---|---|---|
| 1۔ | آؤ! بچو سیر کرائیں تم کو پاکستان کی | سلیم رضا وساتھی | بیداری |
| 2۔ | ملک کو رکھنا میرے بچوں سنبھال کے | سلیم رضا | بیداری |
| 3۔ | اے قائداعظم! تیرا احسان ہے احسان | منور سلطانہ وساتھی | بیداری |
| 4۔ | ہمت سے کام لے، پتوار تھام لے! | زبیدہ خانم، ساتھی | معصوم |
| 5۔ | اے مرد مجاہد جاگ، ذرا، اب وقت شہادت آیا | عنایت حسین بھٹی وساتھی | چنگیز خان |
| 6۔ | چھوڑو سب آپس کے جھگڑے | کورس | نیا دور |
| 7۔ | جاگو! جاگو! ہوا سویرا | نیلوفر، الطاف محمود | جاگو، ہوا سویرا |
| 8۔ | چل بھئی شیر جواناں! | ناہید نیازی | گلشن |
| 9۔ | اٹھ باندھ کمر، کیا ڈرتا ہے | کورس | ہمت |
| 10۔ | دھرتی کا سینہ چیر کے بدلیں گے دن تقدیر کے | سلیم رضا وساتھی | فرض اور محبت |
| 11۔ | قدم بڑھاؤ ساتھیو! قدم بڑھاؤ ساتھیو! | عنایت حسین بھٹی وساتھی | سلطنت |
| 12۔ | اے وطن کی زندگی، وطن کو تجھ سے پیار ہے | ناہید نیازی | عجب خان |
| 13۔ | آؤ چلیں! لے کے پھر طبل و علم تیز تیز | کورس | چراغ جلتا رہا |
| 14۔ | مشرق کی تاریک فضا میں نیا سویرا چمکا ہے | مسعود رانا | انقلاب |
| 15۔ | تم قوم کی ماں ہو سوچو ذرا | نسیم بیگم | اولاد |

| | | | |
|---|---|---|---|
| 16۔ | یہ دیس ہے ہمارا | بے بی روبینہ | پریذیڈنٹ |
| 17۔ | نثار میں تیری گلیوں کے | منیر حسین | شہید |
| 18۔ | اپنے پرچم تلے، ہر سپاہی چلے | نسیم بیگم، آئرن پروین | اک تیرا سہارا |
| 19۔ | ہمت سے ہر قدم اٹھانا، تو ہے پاکستانی | احمد رشدی | جب سے دیکھا ہے تمہیں |
| 20۔ | اے بہنو! اٹھو وہ کام کریں جن سے | مالا بیگم و ساتھی | پیغام |
| 21۔ | جارے میرے ڈھول سپاہیا | نسیمہ شاہین | خاموش رہو |
| 22۔ | میری وادی، میری بستی، میرے محبوب وطن | منیر حسین، زبیدہ خانم | خیبر پاس |
| 23۔ | اے وطن! تیرے مرنے والوں کی خیر | احمد رشدی | فرنگی |
| 24۔ | مٹے گا نام و نشان تمہارا | سلیم رضا، نجمہ نیازی | عظمت اسلام |
| 25۔ | پرچم اپنا، چاند ستارہ | سلیم رضا، ناہید نیازی | عظمت اسلام |
| 26۔ | قرآن پر عمل کرو، عمل کرو قرآن پر | سلیم رضا و ساتھی | عظمت اسلام |
| 27۔ | حرم کی عظمت کے پاسبانو! | مسعود رانا | عظمت اسلام |

## ج۔ جذبہ شہادت، خصوصی مطالعہ:

اردو کی قومی نغمہ نگاری یا شاعری کی روایت میں جو موضوع بے حد اہمیت کا حامل ہے وہ مختلف جنگوں کے تناظر میں کی جانے والی قومی شاعری ہے۔ یعنی اس حوالے سے سب سے اہم موضوع عسکری حوالے سے ہونے والی قومی و ملی نغمہ نگاری ہے۔

پاکستان کو ایک ازلی دشمن کا سامنا ہے۔ قیام وطن سے آج تک وہ مختلف حربوں سے پاکستان کے خلاف اپنی جارحیت کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ شعرائے نے اس موضوع پر اپنے قلم و تخیل کے جوہر دکھائے اور وطن کی محبت، عظمت، بقا اور تحفظ کا اظہار کیا۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد 1948ء میں وطن عزیز کو اپنے ازلی دشمن بھارت کی جارحیت کا سامنا کرنا پڑا۔ علاوہ ازیں پاکستان اندرونی طور پر سیاسی بحران کا شکار رہا۔ حکومتوں کی تبدیلی اور اقتدار کی کھینچا تانی جاری رہی۔ 1956ء کے آئین کی معطلی کے ساتھ ہی صدر ایوب خان کا مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ اس دور میں

پاکستان میں امن و امان مستحکم ہونے لگا اور ملک میں ترقی کا عمل تیز ہونے لگا۔

برصغیر کی تقسیم کے وقت ہی دونوں ممالک میں طاقت کا توازن غلط رہا۔ بھارت ہر لحاظ سے پاکستان کے مقابلے میں طاقتور تھا۔ پاکستان کو حربی سامان بہت کم ملا۔ جو ملا وہ بھی تسلی بخش نہ تھا۔ نوازئیدہ مملکت پاکستان کو ہر لحاظ سے کمزور حالت میں رکھا گیا۔ پاکستان کے حصے سے ارادتاً اور گٹھ جوڑ کر کے غیر معیاری، کم اور گیر تسلی بخش تقسیم حصے میں آئی۔

یہ کہنا درست ہے کہ پاکستان کے حصے میں اس کے چاہنے والوں کا جوش و جذبہ اور ولولہ ہی آیا۔ اس تمام صورتِ حال کا مقصد پاکستان کو دفاعی لحاظ سے کمزور کرنا تھا۔ تاکہ پاکستان کی آزادی زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکے۔ اس کے علاوہ کشمیر اور سرحدی علاقوں میں کشیدگی کی آڑ میں پاکستان کے حصے کے حربی سامان کی فراہمی بھی معطل کر دی گئی۔ تاریخ شاہد ہے کہ پاکستان کو ازلی دشمن بھارت نے قیام ہی سے پانے جارحانہ عزائم اور شر پسندی کا نشانہ بناتا چلا آرہا ہے۔ افواج وطن اس کی ہر جارحیت اور شر انگیزی کا جواب بڑے بھرپور انداز سے دیتی آرہی ہے۔

سپاہِ پاکستان جو تحفظ آزادی اور بقائے وطن کے لیے اپنی جان ہتھیلی پر لیے ہر دم تیار اور چوکس ہیں۔ ان کا ذوق شہادت اور غازی بننے کی تمنا اس دشمن کی راتوں کی نیند برباد کیے ہوئے ہے۔ دشمن نے ہمارے جری اور شجاع جوانوں کے اس جذبے کو جب بھی آزمایا اسے منہ توڑ جواب ملا اور وہ اپنی سپاہ کی ہلاکت اور بربادی پر نوحہ کناں ہوا۔

1965ء میں چھ ستمبر کی رات ایک ایسی ہی رات تھی جب پاکستانیوں اور پاکستانی افواج کو رات کی تاریکی میں دشمن کی ایک اور مکروہ چال کا سامنا کرنا پڑا۔ دشمن نے اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کے لیے رات کی تاریکی میں شب خون مارا اور پھر چشم عالم گواہ ہے کہ پاک وطن کے ہر دم چوکس اور مستعد سپاہی کس طرح جذبہ شہادت سے سرشار اپنی مادر وطن کے تحفظ کے لے دشمن کے سامنے سینہ سپر ہوئے اور اسکے گھٹیا ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔

اس جنگ میں پاک دھرتی کے جانبازوں نے اقبال کے اس شعر کی زندہ مثال بن کر دکھایا:۔

ؔشہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

افواج پاکستان نے ہر جنگی محاذ پر ثابت کیا کہ دشمن طاقت میں خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، ان کے جذبہ

شہادت اور قومی بقا کے آگے ٹھہر نہیں سکتا۔

اس وقت پاکستان کے صدر فیلڈ مارشل جنرل ایوب خان تھے۔ انہوں نے فوری طور پر پاکستانی افواج اور پاکستانی قوم سے خطاب کیا انہوں نے دس کروڑ پاکستانیوں سے اس آزمائش کی گھڑی میں اپنی افواج کے ساتھ دشمن کے سامنے سیسہ پلائی دیوار کی طرح ڈٹ جانے کی تلقین کی۔ کہ ملک کا دفاع مضبوط ہے تو ملک سلامت ہے اور ہم اپنے عزم وہمت سے مکار دشمن کی اس بزدلانہ حرکت کا منہ توڑ جواب دیں۔

صدر فیلڈ مارشل جنرل ایوب خان کے اس خطاب کے حوالے سے لارنس ذائرنگ اپنی کتاب "بیسویں صدی میں پاکستان 'ایک سیاسی جائزہ" میں لکھتے ہیں: مترجم: نعیم اللہ ملک

"بھارتی فوجیوں کی پاکستانی سرحدوں کی جانب پیش قدمی کے موقع پر ایوب خان نے ریڈیو پر دو مرتبہ قوم سے خطاب کیا۔ ایک دفعہ انگریزی میں اور دوسری مرتبہ اردو میں، انہوں نے اپنے خطاب میں عوام سے قربانیوں کی اپیل کی اور یقین دلایا کہ قوم نہ صرف آزمائش میں پورا اترے گی بلکہ اس بحران سے سرخرو ہو نکلے گی۔ پاکستانی آرمی نے جارح بھارتی فوج کو کئی محاذوں پر پسپا کر دیا اور مختلف سیکٹروں میں بھارتی علاقوں میں گھس کر پیش قدمی شروع کر دی"

عشرت رحمانی رقم طراز ہیں: (صدر کے خطاب کے حوالے سے)

> "میرے پیارے ہم وطنو! پاکستان کے دس کروڑ عوام کی آزمائش کی گھڑی آگئی ہے۔ بھارتی فوج نے آج صبح لاہور کے قریب سرزمین پاکستان پر حملہ کر دیا ہے۔۔۔ آپ جارحیت کا منہ توڑ جواب دینے کے لیے تیار ہو جایئے کیونکہ آپکی سرحدوں پر جس فتنے نے سر اٹھایا ہے اسے کچلے بغیر اب آپ کو سکون نصیب نہیں ہو گا۔ آگے بڑھیے اور بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کیجیے۔ خدا آپ کا حامی وناصر ہو، پاکستان پائندہ باد"۔ [26]

ریڈیو پاکستان سے صدر فیلڈ مارشل ایوب خان کے یہ الفاظ عوام کی سماعتوں سے جیسے ہی ٹکرائے تاریخ شاہد ہے کہ اپنی افواج کے شانہ بشانہ قوم کس طرح جذبہ شہادت سے لبریز اپنی جان، اپنا مال سب اپنی مادر وطن پر نچھاور کرنے کے لیے بے تاب ہو گئی۔

بھارتی درندوں نے اپنی فطری درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہروں کی نہتی آبادی کو اپنے نشانے پر لیا۔ اس حوالے سے قاسم یعقوب لکھتے ہیں:

> "چھ ستمبر کو ہونے والا بھارتی حملہ برکی کے سیکٹر پر نئی خون ریز صبح لے کر طلوع ہوا۔ ساتھ ہی واہگہ سیکٹر میں دشمن نے چڑھائی کر دی۔۔۔ فوجیوں کو محاذ جیتنے سے زیادہ غنڈہ

گردی کا جنون تھا۔ لاہور پر حملہ اچھو گل، واہگہ اور ہڈیارہ کی جانب سے کیا گیا تھا جس کی وجہ سے اس جانب کی کثیر آبادی بھارتی یلغار کا نشانہ بنی"۔ [27]

بھارت کے پاس پاکستان کے مقابلے میں کہیں بڑی فوج اور بھاری مقدار میں اسلحہ موجود تھا۔ لیکن پاکستانی افواج جذبہ شہادت سے سرشار تھیں۔ افواج پاکستان نے اسی جذبے اور ہمت سے جنگ کا پانسہ ہی پلٹ دیا۔ سترہ روز جنگ جاری رہی بالآخر "معاہدہ تاشقند" کے ذریعے 23 ستمبر 1965 کو جنگ بندی ہو گئی۔

اس جنگ نے پوری قوم کو ایک نظریے پر متحد کیا۔ تمام پاکستانیوں نے بحیثیت قوم متحد ہو کر بھارتی جارحیت کا منہ توڑ جواب دیا۔ اس جنگ میں افواج پاکستان کے ساتھ ساتھ محب وطن پاکستانیوں نے جانثاری کے بھرپور جذبے سے مادر وطن کا دفاع کیا۔ پاکستانی افواج کے ساتھ ساتھ اہلِ پاکستان کی قربانیاں بھی بے مثال ہیں۔

اس تمام صورت حال کا طبقہ شعرا پر بہت گہرا اثر اہوا۔ انکا قلم اس جہاد میں شامل ہوا اور شعراء نے پاکستان کی افواج اس سرزمین اور اس کے بسنے والوں کی قربانیوں، شجاعت اور عزم و ہمت کی داد اپنی شاعری کے ذریعے دی۔ وہ اس کے اثرات سے کیسے لاتعلق رہ سکتے تھے۔ شعراء نے اپنے خونِ جگر سے وہ نغمے لکھے کہ اس جنگ کو ان نغمات و منظومات کے ذریعے تاریخ میں امر کر دیا۔

شعراء نے دل کھول کر افواج پاکستان اور پاکستانی عوام کو داد شجاعت دی اور اپنی شاعری کے ذریعے اس سترہ روزہ جنگ کو امر کر دیا۔ جنگ ستمبر نے منظر کشی، عسکری اوزاروں اور جذبہ حب الوطنی کے اظہار کے لئے اردو کو نئی لغت سے آشنا کیا۔ شعراء نے اپنی نظموں میں بھارتی افواج کی جارحیت کی مذمت کی اور پاکستانی افواج کی بہادری اور شجاعت کی خوب داد دی۔

اس دوران قوم کے ہر طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد نے بساط بھر خدمات پیش کر دیں۔ شعراء کے ساتھ ساتھ فلم اور موسیقی سے تعلق رکھنے والوں نے جو رسیلی دھنیں تخلیق کیں ہر سامع آج بھی ان کو سن کر مسحور ہو جاتا ہے۔

پاکستانی میڈیا ریڈیو، اخبارات بہت متحرک اور فعال رہے ان کی شب و روز محنت فقط اپنی ماں دھرتی سے محبت و عقیدت اور اپنی افواج سے گہری وابستگی مظہر ہیں۔ قوم کا ہر فرد فوج کے شانہ بشانہ زندگی موت سے بے نیاز بس دشمن کو ناکوں چنے چبوانے کا منتظر تھا کہ اس نے کن ناپاک نظروں اور گھٹیا ارادوں سے مادر وطن کو نشانہ بنایا۔ اب فقط اسے عبرتناک انجام سے دوچار کرنا تھا۔ اس مقصد کے لیے ان کی سرفروشی کی تمنا اور جذبہ

شہادت مکمل طور پر ان میں موجزن تھا۔

شعراء نے اپنی شاعری میں سپاہ پاکستان کی شجاعت اور جرأت کو خوب داد دی اور اپنے سورماؤں کا لہو گرمانے والے نغمے لکھے۔ جمیل الدین کا تخلیق کردہ درج ذیل نغمہ جب ملکہ ترنم نور جہاں کی آواز میں پاکستانی قوم اور پاکستانیوں سپاہیوں کی سماعتوں میں گونجا تو ان کے لہو میں بجلیاں سی بھر گئیں۔ اس نغمے کے چند بول درج ذیل ہیں:

اے وطن کے سجیلے جوانو!
میرے نغمے تمارے لیے ہیں
سرفروشی ہے ایماں تمہارا
جرأتوں کے پرستار ہو تم
جو حفاظت کرے سرحدوں کی
وہ فلک بوس دیوار ہو تم
اے شجاعت کے زندہ نشانو!
میرے نغمے تمہارے لیے ہیں۔

(میرے نغمے تمہارے لیے ہیں، جیوے جیوے پاکستان")

جنگوں میں جو امر بنیادی حیثیت رکھتا ہے وہ جغرافیائی حدود کی حفاظت اور قومی نظریئے کی بقا ہوتی ہے۔ لیکن 1965ء کی جنگ یعنی دشمن کی طرف سے مارا جانے والا شب خون، جغرافائی حدود کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اسلامی نظریے اور ریاست پاکستان کے تحفظ کی جنگ تھی۔ باالفاظِ دیگر کفر اور حق کا معرکہ تھا اور مقصود قوم وملت ایک ہی تھا۔ اس لیے قوم نے وطن کی اس پکار پر لبیک کہا اور تمام قوم سبز ہلالی پرچم تلے اپنی افواج کے شانہ بشانہ متحد ہو گئی۔ یوں دشمن نے بھی دیکھا کہ اس قومی اتحاد و ملی جوش و جزبے اور شہادت کی تمنا یا غازی ہونے کا شرف حاصل کرنا ہر جذبے پر سبقت لے گیا۔ یوں یہ بات سچ ثابت ہو گئی کہ ایک پاکستانی سات دشمنوں پر حاوی ہے۔

شعراء کے حساس قلم نے اپنے قومی جذبات کو شاعری کی صورت میں ڈھالا اور ریڈیو کے ذریعے ان کا حب الوطنی اور اور جذبہ شہادت سے لبریز پیغام عوام تک پہنچا:

یوسف قمر، نے مندرجہ ذیل قومی نغمے میں انہی جذبات کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

یہ نگاہ کس کی ہے جو سوئے حرم اٹھی؟
حق پرستوں کے تقابل کی کسے سوجھی؟
کس نے شیروں سے الجھنے کی جسارت کی؟
کس نے خود مرگِ مفاجات کو دعوت دی؟
سرحد پاک پہ ناپاک قدم کس کے اٹھے؟
اتنے گستاخ و بے باک قدم کس کے اٹھے

(سرحد پاک پہ ناپاک قدم کس کے اٹھے "جنگ ترنگ)

جنگ ستمبر نے مختلف سماجی و سیاسی مسائل کی شکار پاکستانی عوام کو اتحاد و یگانگت اور یکجہتی کی لڑی میں پرو دیا اور جذبہ حب الوطنی تمام اختلافات پر حاوی آ گیا۔ وطن تمام جغرافیائی حد بندیوں اور قید سے نکل کر ایک نظریہ بن گیا اور اس کی بقاء اور تحفظ کے مقصود نے اپنے کئی گنا اور مکار دشمن کے سامنے سیسہ پلائی دیوار اہل وطن کو بنا دیا۔ وطن کی آن پر مر مٹنے کی تمنا ہر پاکستانی کی تمنا بن گئی۔ اس دوران میں جو شاعری ہوئی وہ اسی شوقِ شہادت اور جذبہ حب الوطنی کا شاہکار ہے۔

حفیظ جالندھری کی درج ذیل نظم ملاحظہ کریں:

پاکستان کی عزت ہیں جو لڑنے مرنے جاتے ہیں
ہنس کر جانیں دیتے ہیں ہم سب کی جان بچاتے ہیں

(پاکستان کی عزت "جنگ ترنگ)

فیلڈ مارشل صدر ایوب خان کی عوام سے خطاب کے بعد ریڈیو پاکستان سے نشر ہونے والا سب سے پہلا نغمہ جس کے بول ہیں:

"آواز دے رہا ہے زمانہ بڑھے چلو!

اس نغمے کی صداکاری موسیقی ترتیب دی جا چکی تھی۔ گراموفون پر اسے ریکارڈ کیا جا چکا تھا مگر نشریات کا حصہ نہیں بنا تھا۔ اس حوالے سے ابصار احمد اپنی کتاب "یہ نغمے پاکستان کے "میں رقمطراز ہیں۔

"جنگ ستمبر 1965ء کے پہلے دن صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی تقریر کے فوراً بعد ریڈیو پاکستان سے جو نغمہ گونجا اس کے بول "آواز دے رہا ہے زمانہ بڑھے چلو" تھے۔ جسے منور سلطانہ قادر فریدی اور ساتھیوں نے بہت پہلے ریکارڈ کروایا تھا لیکن

حالات سے مطابقت کی وجہ سے یہی نغمہ نشر کیا گیا"[28]

شہادت کے جذبے سے سرشار ہمارے سپاہیوں نے بے مثال شجاعت کی وہ داستان رقم کی جس کی مثال نہیں ملتی۔ دشمن سے بے خوف ہو کر، جان کی سلامتی سے بے نیاز ہو کر فقط مادر وطن کا دفاع اور دشمن کو منہ توڑ جواب دینا کہ اسے ہمیشہ یاد رہے کہ وطن عزیز کی طرف میلی آنکھ سے دیکھا تو اس کے بہادر، نڈر سپوت ان آنکھوں کو نوچ لیں گے، بس یہی ان کا مقصود اور منتہا تھا۔

قوم کے ان بہادر سپوتوں کے ان کارناموں کے بارے میں اسد اللہ غالب لکھتے ہیں:۔

"چھ ستمبر کی کہانی ایک ایسا رزم نامہ ہے جو شاہ ناموں سے زیادہ گرما دینے والا ہے کھیم کرن کی فتح اس رزم نامے کا روشن باب ہے جس میں پاکستان نے بڑی تعداد میں بھارتی ٹینک اور فوجی پکڑے جنرل ہر بخش سنگھ کو اپنی ڈائری میں لکھنا پڑا کہ ڈیڑھ لاکھ بھارتی فوجیوں کے ہوتے ہوئے کھیم کرن سے پسپائی ایک شرمناک باب ہے"۔[29]

اپنی مادر وطن کی خاطر مر مٹنے اور کچھ کرنے کا جذبہ سپاہ پاکستان کے علاوہ ہر محب وطن پاکستانی کے دل کی آواز ہے۔ یہ محبت ہر پاکستانی کے خون میں شامل ہے اور وطن سے محبت جزو ایمان ہے۔

شعراء نے اپنی فوج کے شانہ بشانہ اپنے قلم سے جہاد کیا اور ان کا خون گرمانے دشمن کو دھول چٹانے اور وطن کی عظمت و تحفظ پر آنچ نہ آنے کے عزم پر مبنی گیت لکھے جو مورچوں پر چوکس جوانوں کا خون گرماتے رہے۔ احمد ندیم قاسمی کا درج ذیل قومی نغمہ انہی جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔

"میرا دشمن مجھے للکار کے جائے گا کہاں

خاک کا طیش ہوں، افلاک کی دہشت ہوں میں،

1965ء کی جنگ میں جب وطن کی بہادر افواج، بزدل دشمن کے تاریکی میں کیے گئے حملے میں دشمن کو منہ توڑ جواب دے رہی تھیں۔ فضا میں بارود کی بو رچ بس چکی تھی۔ ہر سپاہی، ہر فرد ایک ہی دھن میں تھا کہ ماں دھرتی کے تحفظ کے لیے مر مٹنا ہے۔ ہر طرف توپوں کے گولوں کی گھن گرج کی آوازیں تھین مگر اس سنگین صورتِ حال میں افواج پاکستان کی شجاعت اور ثابت قدمی نے کئی گنا زیادہ دشمن کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ کیوں کہ پاکستانی فوج کا ہر سپاہی دشمن کے سامنے سینہ تانے ڈٹ گیا وہ ناموس وطن پر مٹنے کے لیے اور شہادت کا تمغہ اپنے سینے پر سجانے کے لیے بے تاب تھا۔ اس وقت شعراء نے جو حالات دیکھے انہیں جو شیلے اور خون گرمانے والے اشعار میں ڈھال دیا۔ احسان دانش اپنی غیور سپاہ کے آہنی عزم کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

وطن کی آبرو ہو تم وطن کے پاسباں تم ہو

تمہارا ملک ہے یہ ضامن امن واماں تم ہو

تمہارے عزم واستقلال کے چرچے ہیں عالم میں

زمیں والوں کی جانب سے جواب آسماں تم ہو۔

(افواج پاکستان کے نام، جنگ ترنگ)

ستمبر کی یہ جنگ ہمیں سرخرو کر گئی۔ ہمارے چٹانی عزم رکھنے والے سپاہیوں نے مادر وطن کی پکار پر لبیک کہا اور اپنے جواں کون سے اس کی ابیاری کی۔ اس خاک وطن کا ہر ذرہ ہمیں اسی لیے دیوتا کی مانند ہے کہ اس میں پاکستان کے بہادر سپاہیوں کا جواں خون شامل ہوا تو اسے بقا اور دوام ملا۔

وطن کا ہر فرد حب الوطنی کے جذبے سے سرشار تھا۔ شعراء کا قلم اپنے سپاہیوں کی شجاعت اور ولولے کی داد دے رہا تھا۔ ریڈیو پاکستان کے ہر سٹیشن سے ملی جوش وجذبے سے بھرپور نشریات جاری تھیں۔ ان میں ایسے نغمات شامل تھے جو دشمن کے ٹینکوں اور توپوں کے سامنے ڈٹے ماں دھرتی کے سپوتوں کے عزم کو ایک نیا ولولہ اور ترنگ دے رہے تھے۔

مجید امجد نے اس دوران جو شاعری کی اس میں اس میں اپنی مٹی اور قومی نظریے سے گہری وابستگی کا احساس موجود ہے۔ انہوں نے اس جنگ میں بڑی حساسیت اور گہرائی اور گیرائی سے حالات کا تجربہ کیا اور اپنے احساس اور فکر کو لفظوں کے سانچے میں ڈھالا۔ انہوں نے "سپاہی" کے عنوان سے جو نظم لکھی اس میں وطن کی آن اور تحفظ کے لیے لہو رنگ ہونے والے شہدائے وطن کو یوں خراج عقیدت پیش کیا:۔

"اگر اس مقدس سرزمیں پہ میرا خون نہ بہتا

اگر دشمن کے گرانڈیل ٹینکوں کے نیچے

میری کڑکڑاتی ہوئی ہڈیاں

خندقوں میں نہ ہوتیں تو دوزخ کے شعلے

تمارے معطر گھروندے کی دہلیز پر تھے

تمہارے ہر اک بیش قیمت اثاثے کی قیمت

اس سرخ مٹی سے ہے

جس میں میرا لہو رچ گیا ہے۔

(نظم، سپاہی، امروز)

بلاشبہ ہمارے جری جوان جب اپنی روایتی آن بان سے دشمن کے سامنے سینہ سپر ہوتے ہیں تو چرخ فلک گواہ ہے کہ دشمن کا دل دہل جاتا، طوفان راہ بدلنے میں عافیت جانتا ہے۔ یہ فقط دو آرزؤں کی وجہ سے کہ یا تو مادر وطن کے دفاع میں شہادت یا پھر دشمن کو نیست و نابود کر کے غازی بن کر لوٹنا ہے۔ دونوں طرح سر بلندی مقدر رہے۔

جن شعراء نے 1965 کی جنگ میں اپنے جوانوں، شہیدوں اور غازیوں کے لیے اپنے قلم کو وقف کیا ان میں ایک نام صہبا اختر کا ہے۔ وطن سے محبت اور اس کی مٹی کی مہک ان کے خون میں شامل تھی۔ انہوں نے صبح آزادی اور "میں بھی پاکستان ہوں" جیسے شاندار نغمات تخلیق کیے۔

ان کی شخصیت میں رچی بسی اس پاکستانیت اور حب الوطنی کے بارے میں قرۃ العین طاہرہ کے درج ذیل الفاظ میں تبصرہ کیا ہے:۔

> "منصور نے عشقِ حقیقی میں جذب ہو کر انا الحق کا نعرہ بلند کیا اور مولویوں نے مفتیوں کی نظر میں گردن زدنی ٹھہرا، ان کی نگاہ گہرائی و گیرائی تک رسائی نہیں رکھتی تھی۔ صہبا حب وطن میں یوں غرق ہوئے کہ 'میں بھی پاکستانی ہوں، کی بجائے میں بھی پاکستان ہوں کا نعرہ لگایا"۔[30]

صہبا اختر نے جنگ 1965ء میں شہید ہو جانے والے مادر وطن کے سپاہی کی بیوہ کے جذبات کو ایک لوری کی شکل میں ڈھالا جو وہ اپنے شیر خوار بچے کو اپنی آغوش میں لیے سناتی ہے۔ اس کے الفاظ میں ایک طمانیت اور تشکر ہے اور بچہ آہستہ آہستہ نیند کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ اس لوری میں ایسی تاثیر ہے جو قاری اور سامع کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔

1965ء کی جنگ کے دوران جب ہر محاذ کو پاکستانی افواج نے بزدل دشمن کے ٹینکوں کے ساتھ ساتھ اس کے مکروہ عزائم کا مدفن بنایا۔ شوق شہادت کا جذبہ جوانوں میں اس قدر شدید تھا کہ ہر سپاہی اپنی جاں ہتھیلی پر لیے پروانہ وار ماں دھرتی کے لیے جام شہادت نوش کرنا چاہتا تھا۔

شہید کی بیوہ کی لوری درج ذیل ہے:

میری آنکھوں کی روشنی مت سو
میرے خوابوں کی زندگی مت سو

چاند تاروں کی جگہ تو بھی جاگ
میرے زخموں کی طرح تو بھی جاگ
میری لوری کے رس میں نیند کہاں
میری پلکوں پہ آنسوؤں کا دھواں
میرے معصوم، میرے ننھے شیر
ہے تیرے جسم میں بھی خون دلیر
یاد رکھنے ہیں سب ستم تجھ کو
ماں کی ناموس کی قسم تجھ کو

(لوری، جاگ رہا ہے پاکستان)

اس جنگ نے پاکستانی تاریخ میں جوش و جذبے اور شوق شہادت کا ایک نیا باب رقم کیا۔ ہر پاکستانی نے انفرادی طور پر اور بحیثیت پاکستانی قوم حب الوطنی، خود شناسی اور یکجہتی کے ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ پوری قوم مادر وطن کی اک پکار پر سروں پر کفن لپیٹے دفاع وطن کے لیے نکل آئی دشمن کے سامنے ڈٹ گئی۔ تاریخ شاید ہے کہ پاکستانی قوم دشمن کے ٹینکوں اور توپوں کے مقابلے میں نہتے ڈنڈے لیے محاذ کی طرف نکل پڑے۔ وہ بے تاب تھے مگر افواج وطن انہیں تسلی دیتی رہیں کہ ہم وطن کے دفاع کے لیے لڑنے کے لیے کافی ہیں۔ پاکستانی عوام نے اپنا سب کچھ وطن کے لیے پیش کر دیا۔ عوام کا یہ جذبہ دیکھ کر پاکستانی سپاہ کے ولولے اور جوش میں نئی حرارت پیدا ہوئی۔ عوام اپنے دلیر سپاہیوں کے شانہ بشانہ لڑنے مرنے کے لیے تیار تھے۔

یہی جوش و جذبہ شعراء اور ادباء کی تحریروں میں اس وقت موجزن تھا۔ شعراء کے قلم اپنے وطن اور سپاہیوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے وقف ہو گئے۔

اس حوالے سے سید وقار عظیم ستمبر 1965 میں ہونے والی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"زندگی کے اس مختصر لیکن بے حد اہم دور میں ہمارے شاعروں نے جو سینکڑوں گیت اور ترانے لکھے اور صدہا غزلیں اور نظمیں کہیں، وہ ہمارے شاعروں کی طرف سے محبت اور احسان مندی کا نذرانہ ہے۔ اس سر زمین کی خدمت میں جو اس مقدس سر زمین کی بقا کے ضامن اور اس کے نگران و پاسبان ہیں اور ان اہل وطن کی خدمت میں جنہوں نے آزمائش کی ایک سخت اور سنگین گھڑی میں اپنی ذات کو قوم کی ذات میں جذب کر کے پیش کیا، جس کی وطن کو ضرورت تھی"۔ [31]

اس جنگ کے دوران مسلح افواج نے اپنی تاریخ میں جرأتوں کے وہ باب رقم کیے جن سے قرن اولیٰ کے مسلمانوں کے شجاع کارناموں کی یاد تازہ ہوئی۔ ہماری قومی اور ملی تاریخ میں 65ء کی جنگ ایک یادگار اور عہد ساز دور ہے۔ جب کئی سالوں سے گھات لگائے دشمن نے طاقت میں نشے میں چور پاک وطن کو للکارا تو قوم اتحاد و یگانگت کی زندہ مثال بن کر اپنے سپاہیوں کے ساتھ دشمن کے سامنے ڈٹ گئی اور اس پر وہ کاری ضرب لگائی کہ سوائے پسپائی کے کوئی راستہ نہ ملا۔

اس تمام منظر نامے میں اپنے جری جوانوں کے حوصلوں کو محاذ جنگ پر بلند رکھنے کے لیے پاکستانی میڈیا کا کردار قابل تحسین ہے۔ ریڈیو پاکستان نے نغمہ نگاروں، موسیقی کے ماہرین اور صداکاروں کو اس محاذ پر چوکس کر دیا۔ اور لہو گرمانے والے ایسے لازوال نغمے اور قومی گیت نشر کیے کہ آج بھی ہماری سماعتوں سے ٹکراتے ہیں تو روح تک ان کی تاثیر جا پہنچتی ہے۔

"اسی جنگ میں جہاں قوم نے احساس تفاخر سے جینا سیکھا۔ وہاں ہماری معاشرتی اور ثقافتی زندگی پر بھی اپنے گہرے اثرات مرتب کیے۔۔۔ ہمارا ادب اور پھر ہماری موسیقی بھی پھر نئے انداز سے وضع ہوئی جو آوازیں 5 ستمبر تک وصل و ہجر کے گیت گا رہی تھیں جن میں میگھ ملہار کے سر شامل تھے۔ 6 ستمبر کو وہی آوازیں دشمن پر صوتی بم برساتے ہوئے، دیپک راگ میں جنگی تانیں بکھیرنے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ریڈیو پاکستان دشمن کے لیے چوتھا محاذ بن کر سامنے آ گیا"۔ [32]

65ء کی جنگ میں دشمن نے دس مختلف محاذوں پر حملہ کیا اور پاکستانی آبادی کو نشانہ بنایا۔ پاکستان کے اہم شہروں لاہور، سیالکوٹ، سرگودھا، رن کچھ، کھیم کرن، پر بیک وقت جنگ مسلط کی۔ غیور پاکستانیوں نے بڑے جوش و ولولے اور جذبہ شہادت سے سرشار ہو کر مادر وطن کے چپے چپے کا دفاع کیا۔

شعرا نے ان شہروں میں بسنے والوں کے جوش و ولولے اور شان میں نغمے تحریر کیے۔ اس دوران لکھی گئی شاعری میں پاکستان کے جنگ سے متاثرہ شہروں کے حوالے سے شاعری کا انمول ذخیرہ موجود ہے۔ ان میں کئی نغمے ساز و آواز میں ڈھل کر ریڈیو پاکستان کے مختلف علاقائی سٹیشنوں سے نشر ہوئے اور عوام کے لہو کو گرماتے رہے۔

مثلاً شہر لاہور کے باسی جنھیں زندہ دلان لاہور کہا گیا۔ دشمن نے اس پر بڑا حملہ کیا یہ صرف لاہور پر حملہ نہ تھا بلکہ پاکستانی دل اور پاکستانی تہذیب پر حملہ تھا۔ اس لیے معرکہ لاہور بہت سے قومی نغمے لکھے گئے۔ یہ

نغمے اور نظمیں آج بھی اپنی تازگی بر قرار رکھے ہوئے ہیں۔ شعراء نے ان گیتوں میں اپنے شہریوں اور سپاہ کی حمیت ملی کو زندہ رکھا۔

انیس ناگی کی نظم "بعنوان "میرا شہر" کا نمونہ ملاحظہ کریں:

"کس طرح چھوڑ جائیں تجھے شہر لاہور
جس کی مٹی رگوں میں جمی
جس کی نکہت لہو میں چھپی
جس کے چہرے نظر میں گڑھے ہیں
انہیں چھوڑ جائیں
سلامت رہے شہر لاہور
سلامت رہیں اس کے دیوار و در

(نظم، میرا شہر، جنگ ترنگ)

وہ نغمات جو اس دوران مختلف شہروں کے حوالے سے ریڈیو سے نشر کیے گئے ان میں لاہور کے بارے میں ریکارڈ کئے گئے گیت درج ذیل ہیں:

"لاہور سر بلند ہے لاہور زندہ باد"

یہ نغمہ جون ایلیا نے تخلیق کیا اور احمد رشدی کی جو شیلی آواز میں ریکارڈ کیا گیا۔

مہدی حسن کی آواز میں جو نغمہ زندہ دلان لاہور کے لیے پیش کیا گیا اس کے بول درج ذیل ہیں:

"خطہ لاہور تیرے جان نثاروں کو سلام"

اس نغمے کے خالق رئیس امروہوی ہیں۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے "پروڈیوسر عظیم سرور کہتے ہیں:

"کہ دوران جنگ اہل لاہور کے عزم و استقامت کے پیش نظر ہم نے فیصلہ کیا کہ ان کو شاندار اور یادگار خراج تحسین پیش کیا جائے تو فوراً رئیس امروہوی صاحب کو فون کیا انہوں نے اس محاذ کی صورت حال پوچھنے کے بعد، فون پر ہی فی البدیہہ لکھوا دیا اور ایک گھنٹے کے اندر مہدی حسن ہی نے اس کی دھن بنائی اور ان کے ساتھ نسیمہ شاہین اسما احمد اور نکہت سیما نے مل کر اسے ریکارڈ کروایا۔ شام ساڑھے پانچ بجے فوجی بھائیوں کے پروگرام میں یہ نغمہ پاک فضاؤں میں بکھرا تو ہر ایک کی زبان پر تھا:

خطہ لاہور تیرے جاں نثاروں کو سلام

شہریوں کو غازیوں کو شاہ سواروں کو سلام"[33]

لہو کو گرمانے والے نغمات کی ریکارڈنگ کا سلسلہ اسی طرح جاری و ساری تھا جس طرح دشمن کے ساتھ دیگر محاذوں پر ہماری افواج کا بے جگری سے مقابلہ۔

لاہور کے غیور مکینوں کو داد شجاعت دینے کے لیے ایک اور نغمہ جو فضاؤں میں بکھر گیا، احمد رشدی کی اور ساتھیوں کی پر جوش آواز میں، اس کے بول یہ ہیں۔

"لاہور سر بلند ہے، لاہور زندہ باد"

(یہ نغمے پاکستان کے)

شہنشاہ غزل مہدی حسن کی آواز میں لاہور کے جانثاروں اور جیالوں کو اس نغمے کے ذریعے ہدیہ تحسین پیش کیا:

"خطہ لاہور تیرے جانثاروں کو سلام"

ریڈیو لاہور، مسلسل اپنے صوتی محاذ سے اہل لاہور اور سپاہ وطن کے ولولے کو بڑھا رہا تھا۔ "راوی" کے غیور بیٹے اس جنگ میں دشمن کے خلاف ایسی بپھری لہریں بن گئے جو دشمن کا غرور اور برتری کا زعم خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گئیں۔ اس نغمے کے بول درج ذیل ہیں:

"راوی کی لہروں سے اُبھرا کیسا جیوَن دھارا"

(صداکار تاج ملتانی، رشیدہ بیگم)

سلیم رضا اور ساتھیوں کی آواز میں مقامی زبان پنجابی میں یہ نغمہ اپنے سننے والوں میں اچھوتا ولولہ پیدا کرتا ہے جو اہل لاہور کے دلوں میں لہروں کی بہتا رہا۔ اس نغمے کے بول درج ذیل ہیں:

"رنگ لیائیاں راوی دیاں لہراں"

ان کے علاوہ

"زندہ ہے لاہور پائندہ ہے لاہور"

دشمن نے کئی سالوں سے دل میں پلنے والے بغض اور دشمنی کا عملی مظاہرہ رات کی تاریکی میں اس وقت کیا جب رات کی تاریکی میں پاکستان میں بسنے والے سکھ کی نیند سو رہے تھے۔ ایسے میں اچانک سرزمین وطن دھماکوں کی آواز سے گونج اٹھی۔ فضا میں بارود کی بو بس جاتی ہے، مگر وطن کی سرحدوں پر مامور مستعد جوان جان گئے تھے کہ عیار دشمن نے بڑی بزدلی سے رات کی تاریکی میں حملہ کر دیا۔ پاک فوج کے جوانوں نے

لاہور جم خانہ کلب میں مشروب نوش کرنے کی خواہش رکھنے والوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا۔

اس دوران ریڈیو پاکستان کا فوری طور پر ریڈیو کے ذریعے اپنی عوام اور فوج سے رابطہ ہوا اور فوری طور پر لہو گرمانے والے نغمے ریڈیو پاکستان لاہور سے نشر ہونے لگے۔ اس تناظر میں "ابصار احمد" اپنے مضمون "گیت بنے ہتھیار" میں رقمطراز ہیں:

"جیسے ہی ریڈیو پاکستان لاہور سے حملے کی خبر نشر ہوتی ہے، اس کے فوراً بعد عنایت حسین بھٹی کی آواز میں فلم "چنگیز خان" کا ترانہ "اے مرد مجاہد! جاگ ذرا، اب وقت شہادت ہے آیا" ہر پاکستانی کو جذبہ جہاد پر ابھارتے ہوئے کہتا ہے کہ "چلو واہگہ کی سرحد پر، وطن پر وقت آیا ہے۔۔۔"[34]

ازاں بعد پاکستان کے تمام ریڈیو اسٹیشنوں سے قومی ہیبت اور جوش و جذبے پر مبنی قومی نغمات گونجنے لگے۔ پھر وطن کی محبت سے سرشار، شعراء، موسیقی کے ماہرین اور صداکاروں نے ریڈیو پاکستان کا رخ کیا تاکہ وہ بھی اپنی پاکستانی سپاہ کے ہمراہ اس جہاد میں حصہ لے سکیں۔

جذبہ شہادت اور دفاع وطن کے جذبے سے سرشار یہ سریلے سپاہی بھی کسی سے پیچھے نہ رہے۔ اور رضاکارانہ اپنی خدمات پیش کرنے میں آگے بڑھے۔

ابصار احمد، نے اپنے مضمون گیت بنے ہتھیار میں لکھا کہ صدر مملکت ایوب خان کی تقریر ریڈیو پر نشر ہوتے ہی گلوکارہ منور سلطانہ، گلوکارہ ردھنی رام اور قادر فریدی کی آواز میں درج ذیل نغمہ ریڈیو کے ذریعے عوام الناس اور افواج کی سماعتوں سے ٹکراتا ہے:۔

"آواز دے رہا ہے زمانہ بڑھے چلو"

لاہور کے بعد شہر اقبال سیالکوٹ کے بارے میں نغمات ریکارڈ ہوئے اور ریڈیو اسٹیشن سے نشر کیے گئے۔ ان نغمات کی تفصیل درج ذیل ہے۔ جو ریڈیو کے ذریعے سیالکوٹ کے بہادر سپوتوں کے جذبے کا خیر مقدم کرنے کے لیے گائے گئے۔

1965ء کی جنگ میں بے مثل شجاعت کا مظاہرہ کرنے پر عظیم مجاہد "میجر عزیز بھٹی" شہید کو ناصر کاظمی نے ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا:

"تو ہے عزیز ملت نشان حیدر"

قومی نغمہ گانے کا اعزاز سلیم رضا کو حاصل ہوا۔

حمایت علی شاعر نے چھ ستمبر کو ایک لازوال قومی نغمہ لکھا جو بلا شبہ صدر پاکستان فیلڈ مارشل ایوب خان کی تقریر سے کشید کیا گیا۔ کہ

"ہندوستانی حکمران ابھی نہیں جانتے کہ انہوں نے کس قوم کو للکارا ہے"

ریڈیو پاکستان لاہور کا یہ پہلا قومی نغمہ 6 ستمبر ہی کو تیار ہو گیا تھا۔ یہ نغمہ "مسعود رانا اور شوکت علی" کی آوازوں میں ریکارڈ کیا گیا اور شام ساڑھے پانچ بجے فوجی بھائیوں کے پروگرام میں نشر کیا گیا۔ اس ولولہ انگیز ترانے کے بول درج ذیل ہیں:۔

"اے دشمن دیں تو نے کس قوم کو للکارا۔۔۔ لے ہم بھی ہیں صف آراء"

اس کے علاوہ حمایت علی شاعر نے پاکستانی عوام اور سپاہیوں کے حوصلوں کو مہمیز لگانے کے لیے ایک بے مثال ولولہ انگیز نغمہ تخلیق کیا یہ نغمہ بھی مسعود رانا اور شوکت علی کی آوازوں میں ریکارڈ کیا گیا اور ماہر موسیقی خلیل احمد نے اس کی سریلی پر جوش دھنیں ترتیب دیں۔ یہ نغمہ آج بھی سماعت سے ٹکراتا ہے تو جسم کا رواں رواں ایثار اور حب الوطنی کے جذبات میں ڈوب جاتا ہے۔ یہ نغمہ ہے:

"ساتھیو! مجاہدو! جاگ اٹھا ہے سارا وطن"

یہ نغمہ آج بھی ہماری ملی جذبوں کو گرما دیتا ہے۔

حبیب جالب نے درج ذیل نغمہ تحریر کیا:

"کردے گی قوم زندہ ماضی کی داستانیں"

یہ نغمہ مسعود رانا اور شوکت علی آوازوں میں 13 ستمبر 1965ء میں گراموفون پر ریکارڈ کیا گیا جو بعد میں پاکستان فلمی صنعت لاہور سے بننے والی فلم "سپاہی" میں بھی شامل کیا گیا۔

غرض اس جنگ میں قوم کا ہر فرد اپنی اپنی حیثیت اور بساط سے بڑھ کر مادر وطن کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنے کا متمنی تھا۔ بچے، بوڑھے، مرد خواتین، کسان مزدور ادیب، شاعر، موسیقار، صداکار سب کے دلوں میں ماں دھرتی کے کے سامنے سرخرو ہونے کی شدید تمنا تھی۔ گلوکاروں نے وطن کی محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر ریڈیو سٹیشنوں کا رخ کر لیا تاکہ اپنی جوشیلی اور سریلی آوازوں سے اپنے سپاہیوں کے ولولے میں اضافہ کریں اور ان کا خون گرمائیں۔

ابصار احمد، اپنے مضمون "گیت بنے ہتھیار" میں ایک ایسی ہی گلوکارہ جو دیگر گلوکاروں کی طرح حب الوطنی کے جذبے سے سرشار صوتی محاذ پر دشمن کے خلاف صف آراء ہوئیں کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں

کہ بحوالہ: انصر عباس:

"نور جہان نے اپنے وطن کی محبت میں 10 نغمات بلا معاوضہ ریکارڈ کروائے اور ریڈیو اسٹیشن لاہور ہی کو اپنا ٹھکانہ بنالیا نیز تمام نغمات کی موسیقی انہوں نے خود ہی ترتیب دی سوائے "اے وطن کے سجیلے جوانو" کی جس کے موسیقار میاں شہریار تھے اور 12 ستمبر کو نشر ہونے سے پہلے یہ رن کچھ کی جنگ کے دوران بنا تھا تاہم اس وقت تک نشر نہیں ہو سکا تھا۔

سیالکوٹ شہر جو شہر اقبال ہے۔ سیالکوٹ کے عوام نے 1965ء کی جنگ میں اپنی افواج کا بے جگری سے ساتھ دیا۔ انہوں نے بھی اہلیان لاہور کی طرح نہ صرف جان ومال وطن کی خاطر پیش کر دیں بلکہ طبقہ شعراء نے اپنی مسلح افواج کو بڑے خوبصورت انداز میں نذرانہ محبت وعقیدت پیش کیا۔

سیالکوٹ کے عوام کی بہادری اور دلیری کو شعراء نے دل آویز نغمے تخلیق کر کے سراہا۔ یوں ان کی ہمت وجرأت کی داد دی۔

سیالکوٹ کی عوام نے انتہائی بہادری اور دلیری سے افواج پاکستان کا ساتھ دیا۔ ان کی اس بہادری اور دلیری نے شعراء کو مجبور کیا کہ وہ ان کی ہمت اور حوصلے کی داد دیں۔ ستمبر 1965ء کی جنگ میں سیالکوٹ کو "ہلال استقلال" سیالکوٹ کے غیور عوام کی جرأت اور بہادری کا اعتراف ہے۔

حافظ سعید محمد اسحاق برق وارثی کی نظم "اہل سیالکوٹ" میں یہی اعتراف ملتا ہے۔

جاں بازو جاں نثار ہیں اہل سیالکوٹ
شہ زور و شہ سوار ہیں اہل سیالکوٹ
یہ سرزمین پاک ہے اک باغ پر فضا
اس باغ کی بہار ہیں اہل سیالکوٹ

(اہل سیالکوت، جنگ ترنگ)

اہل سیالکوٹ نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ تاریخ دنگ رہ گئی اور بہت سے نغمے اہل سیالکوٹ کے نام کیے گئے۔ جو ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہوئے اور عوام کے جوش وولولے میں اضافہ ہوا۔ جو نغمات قومی نغمات کی تاریخ میں بطور ریکارڈ قائم رہے ان کی فہرست درج ذیل ہے۔ یہ تفصیل ابصار احمد نے اپنی تصنیف "یہ نغمے پاکستان کے، میں درج کی ہے:

| نغمہ | گلوکار |
|---|---|

| | | |
|---|---|---|
| 1۔ | سیالکوٹ تو زندہ رہے گا | سلیم رضا و ساتھی |
| 2۔ | اہل سیالکوٹ تم کو میر اسلام | سلیم رضا، منیر حسین اور ساتھی |
| 3۔ | سیالکوٹ کے میدان کارزار کو دیکھ | مہدی حسن |

ستمبر 1965ء کی سترہ روز جاری رہنے والی جنگ میں مختلف شعراء کے تحریر کردہ قومی نغموں کو گانے کا اعزاز ملکہ ترنم نور جہاں نے حاصل کیا۔ ان سترہ دنوں میں نور جہاں کے گائے گئے جنگی اور حربی نغموں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

| | شاعر | نغمہ | تاریخ |
|---|---|---|---|
| 1۔ | صوفی غلام محمد تبسم | "میرے ڈھول سپاہیا تینوں رب دیاں رکھاں | 8، ستمبر |
| 2۔ | صوفی غلام مصطفیٰ تبسم | "اے پتر ہٹاں تے نئی وکدے" | 10، ستمبر |
| 3۔ | صوفی غلام مصطفیٰ تبسم | "یہ ہواؤں کے مسافر یہ سمندروں کے راہی" | 11، ستمبر |
| 4۔ | جمیل الدین عالی | "اے وطن کے سجیلے جوانو! | 12، ستمبر |
| 5۔ | احسان دانش | "امید فتح رکھو اور علم اٹھائے چلو! | 13، ستمبر |
| 6۔ | مظفر وارثی | "جاگ اے مجاہد وطن! | 14، ستمبر |
| 7۔ | صوفی غلام مصطفیٰ تبسم | "کرنیل نی، جرنیل نی! | 16، ستمبر |
| 8۔ | علامہ اقبال | "ہر لحظہ ہے مومن کی نئی نشاں نئی آن | 17، ستمبر |
| 9۔ | تنویر نقوی | "رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو" | 18، ستمبر |

اگلے ہی سال 18 جنوری 1966ء میں حکومت پاکستان نے نور جہاں کو اس صوتی محاذ پر بے مثال خدمت کے صلے میں "تمغہ خدمت" سے نوازا اور اس کے علاوہ انہیں "ملکہ ترنم" کے خطاب سے نوازا۔

نور جہاں کے علاوہ ریڈیو لاہور سے اور بھی مقبول گلوکاروں نے اس جہاد میں اپنے رنگ سے حصہ لیا۔ انہی میں عنایت حسین بھٹی نے بھی اپنے کردار ادا کیا: درج ذیل نغمات انہوں نے اپنی اثر انگیز آواز میں ریکارڈ کرائے جو ریڈیو لاہور سے سامعین کی سماعتوں تک پہنچے:

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | "وطن کو تم پہ فخر ہے، وطن کی تم ہی شان ہو | عنایت حسین بھٹی |
| 2۔ | "میرے وطن کا سبز ہے پرچم جس پر چاند ستارہ | عنایت حسین بھٹی |

| | | |
|---|---|---|
| 3۔ | "وسے ساڈا پاکستان، پیر میرا اجگنی" | عنایت حسین بھٹی |
| 4۔ | "تیرے ہمدم ترک، انڈونیشیا، ایران وچین" | عنایت حسین بھٹی |
| 5۔ | "زندہ دلوں کا گہوارہ، سرگودھا میرا شہر" | عنایت حسین بھٹی |

ناصر کاظمی کا تخلیق کردہ نغمہ "زندہ دلوں کا شہر سرگودھا میرا شہر" گا کر عنایت حسین بھٹی نے شاہینوں ے شہر سرگودھا کو خراج تحسین پیش کیا۔

ریڈیو پاکستان لاہور "صوتی جہاد" میں بہت معروف ترین جنگی محاذ بنا رہا۔ "منیر حسین" جادوئی آواز کے مالک گلوکار نے ریڈیو لاہور اسٹیشن سے پاکستانی افواج کے لہو کو گرمانے کے لے اور انہیں خراج تحیسن پیش کرنے کے لیے جو قومی نغمات ریکارڈ کروائے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

| شاعر | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔خواجہ عطا | "دشمن اج للکاریا، ساڈے دیس دے جانثاراں نوں" | |
| 2۔احسان دانش | "مجاہدین صف شکن بڑھے چلو! بڑھے چلو! | منیر حسین |
| 3۔ قیوم نظر | "زندہ ہے لاہور، پائندہ ہے لاہور" | منیر حسین |
| 4۔ قیوم نظر | "سیالکوٹ کے لوگوں پہ فخر ہے ہم کو" | منیر حسین |
| 5۔ محمود شاہ | "سمندروں کے باہیو! بہو تو تیز تر بہو! | منیر حسین |

گلوکارہ نسیم بیگم نے اپنی خدمات اس جنگ کے دوران ریڈیو کے لیے وقف کر دیں۔ انہوں نے شاعر "مشیر کاظمی" کا تخلیق کردہ خوبصورت نغمہ جو قومی جذبات کی بھرپور عکاسی کرتا ہے جب دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہمارے جری جوان جام شہادت بھی نوش کر رہے تھے اور دشمن کو بھی نیست و نابود کر رہے تھے۔ اپنے شہدا کو جنہوں نے دھرتی سے وفا نبھاتے ہوئے اس کے ماتھے پر اپنی شہادت کے جھومر سجائے، انہیں نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ یہ نغمہ درج ذیل ہے:

| شاعر | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| مشیر کاظمی | "اے راہ حق کے شہیدو! وفا کی تصویرو!<br>تمہیں وطن کی ہوائیں سلام کہتی ہیں۔ | نسیم بیگم |

اس نغمے کو ماہر موسیقی "میاں شہریار" نے جن جنگی دھنوں سے آراستہ کیا وہ تاریخ میں امر ہو گئیں۔

یہ نغمہ 13 ستمبر 1965 کو ریڈیو پاکستان لاہور میں ریکارڈ کیا گیا اور اسی دن نشر ہوا۔

اس نغمے کے حوالے سے ابصار احمد اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"یہ وہ نغمہ تھا جس کے اثرات چونڈہ کے محاذ پر گھمسان کی جنگ میں نظر آئے جو وقتی تھکاوٹ سے نڈھال مجاہدین کو جذبہ شہادت پر ابھار کر قتیل شفائی کے الفاظ میں نسیم بیگم ہی کی آواز میں کہتا تھا:

"لائی ہوں میں تمہارے لیے پیار کا پیام

اے پھول سے مجاہدو! تم کو میرا سلام

اے مادرِ وطن! اونچا ہو تیرا نام" [35]

دوران جنگ ایک اور نغمہ جو "نسیم بیگم ہی کی آواز میں ریکارڈ کیا گیا اور نشریات کا حصہ بنا۔ اس خوبصورت نغمے کے بول درج ذیل ہیں:

"وطن کی شان میرا ہمراہی ۔۔۔ میری دنیا ہے میرے سر کا تاج"

یہ دوران جنگ نشر ہوا اور بعد میں فلم "وطن کا سپاہی" میں شامل کیا گیا۔

| | نغمہ | گلوکارہ |
|---|---|---|
| 1۔ | اے مادر وطن! اونچا ہو تیرا نام | نسیم بیگم اور ساتھی |
| 2۔ | "ہم تیرے پرستار رہیں گے | نسیم بیگم اور ساتھی |
| 3۔ | وہی جوان ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا | نسیم بیگم |

نغمہ "اے شہیدان وطن" اور نغمہ "وطن پاک کی عظمت کے سہارے تم ہو" یہ دونوں نغمات غزل کے گلوکار "استاد امانت علی خان" نے گائے یہ نغمات ریڈیو لاہور سے نشر کیے گئے۔

ان نغمات کے بارے میں "ابصار احمد، لکھتے ہیں:

"مشہور غزل گائیک استاد امانت علی خان نے بھی دو قومی نغمات ریکارڈ کروائے۔ جن میں "اثر ترابی" کا تحریر کردہ نغمہ "اے شہیدان وطن! تم پر سلام" پر انہیں "تمغہ خدمت" سے نوازا گیا جبکہ احمد ندیم قاسمی کا لکھا ہوا دوسرا نغمہ بھی وطن عزیز کے رکھوالوں سے محبت کا منفرد انداز ہے۔ جس کے بول کچھ اس طرح ہیں:

وطن پاک کی عظمت کے سہارے تم ہو

مجھ کو اپنے نغموں سے بھی پیارے تم ہو۔"

ابصار احمد، گیت بنے ہتھیار

حمایت علی شاعر کا تحریر کردہ نغمہ جس کے بول درج ذیل ہیں۔ مقبول گلوکارہ روشن آراء بیگم نے اپنی

خوبصورت سریلی آواز میں گایا جو ریڈیو لاہور سے نشریات کا حصہ بنا:۔

"اے بھائی! تیرے ساتھ بہن کی ہیں دعائیں"

پاکستانی فضائی جانبازوں کے کارناموں کو نذرانہ عقیدت یہ نغمہ گا کر پیش کیا اس کے بول ملاحظہ کریں:

(یہ نغمہ طیارے "سپر ایف:86" کے شاہینوں کے نام ہے)

"پاک فضائیہ تیرے سیبر کی خیر ہو"

اس کے علاوہ اپنے جیالوں کے لیے یہ نغمہ ان کی آواز میں ریڈیو لاہور سے سامعین تک پہنچا:

"یہ جیالے بڑی شان والے"

ایک قومی گیت اپنی پیاری حسین نظاروں کی ملکہ ماں دھرتی کے نام کیا، یہ بھی اس دوران میں ریڈیو لاہور کی نشریات کا حصہ بنا۔ اس کے بول اس طرح ہیں:

"تو ہے میری زندگی اے میرے حسین وطن"

6، ستمبر سے شروع ہونے والی دشمن کی طرف سے مسلط کردہ جنگ جو سترہ دن جاری رہی۔ اس دوران جذبہ شہادت قوم کے دلوں میں سما گیا تھا۔ ہر فرد بلا تفریق عمر علاقہ اور قومیت اپنی جان ہتھیلی پر ہیے، سر سے کفن باندھے وطن کے تحفظ اور خاص طور پر بزدل دشمن کو سبق سکھانے کے جذبے سے لبریز، کشاں کشاں ملکی سرحدوں کی طرف اپنے سپاہیوں کا ساتھ دینے رواں دواں تھا۔

اس دوران میں شعراء اگر لہو گرمانے والے جذبہ شہادت کو مہمیز لگانے والے ولولہ انگیز نغمے تخلیق کر رہے تھے تو موسیقی کے ماہرین اور پاکستانی صداکار بھی کسی سے پیچھے نہیں تھے۔

گلوکار عالم لوہار نے ان سترہ دنوں میں جو نغمے ریڈیو پر گائے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

| شاعر | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ڈاکٹر رشید انور | "جگنی پاکستان دی اے" | عالم لوہار |
| 2۔صہبا اختر | "دنیا جانے میرے وطن کی شان" | عالم لوہار |
| 3۔ڈاکٹر رشید انور | "ساڈے شیر اں پاکستانیاں" | عالم لوہار |
| 4۔ڈاکٹر رشید انور | "غازی میدانی گجدے" | عالم لوہار |

لاہور اسٹیشن کی طرح پاکستان کے دیگر شہروں خاص طور پر کراچی ریڈیو اسٹیشن نے بھی صوتی محاذ پر اپنا نام م65ء کی جنگ کے حوالے سے زریں الفاظ میں قومی تاریخ میں رقم کیا۔ شہادت کے جذبہ سے سرشار

اپنی فوج اور اپنی قوم کے حوصلے اور جوش کو تر تازہ رکھنے کے لیے، ان کے لہو کو گرمانے کے لیے، مادر وطن پر نثار ہو جانے کے جذبے سے بھرپور نغمے ریکارڈ کیے جو اس سترہ روزہ جنگ کے دوران ریڈیو اسٹیشن کراچی سے نشر ہوئے اور سننے والوں کے جذبات کو بڑھاتے رہے۔ پاکستانی قوم کی طرف سے اپنے غیور سپاہیوں کا عزم جواں رکھنے کے لیے اپنی جان و مال اور وفاؤں کا نذرانہ پیش کرنے کی تمنا کا اظہار، ان سے پیار، عقیدت اور احترام اور گہری وابستگی ظاہر ہوتی ہے۔

9 ستمبر کو ریڈیو اسٹیشن کراچی سے ایک ایسا ہی خوبصورت اور پر اثر انگیز نغمہ نشر کیا گیا جسے سن کر ہر پاکستانی کا دل اپنی پاک فوج کے لیے وفا، ایثار، عقیدت اور مودت کے بے لوث جذبات سے بھر گیا۔

اس نغمے کے شاعر "مسرور انور" ہیں اور اس کو موسیقی کی بے مثال دھنوں سے مزین کرنے والے ماہر موسیقی "سہیل رعنا" ہیں۔ اس نغمے کے بول اس طرح ہیں۔ یہ نغمہ "مہدی حسن" کو گانے کا اعزاز نصیب ہوا۔

"اپنی جاں نذر کروں، اپنی وفا پیش کروں
اے قوم کے مرد مجاہد! تجھے کیا پیش کروں۔

(گیت بنے ہتھیار)

مہدی حسن نے شہادت کے جذبے اور ذوق و شوق پر مبنی جو نغمات گائے اور اس دوران یہ حربی نغمات نشر ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

| | شاعر | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|---|
| | | | مہدی حسن |
| ا۔ | اختر کاشمیری | "وطن کی آبرو رکھ لی وطن کے پاسبانوں نے" | |
| 2۔ | علامہ اقبال | "اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی" | |
| 3۔ | عظیم سرور | "دشمن دین کے مقابل ہیں وطن کے غازی" | |
| 4۔ | مظفر وارثی | "کافر سے جنگ ہو تو مسلماں ایک ہے" | |
| 5۔ | جون ایلیا | "ہم امن پسندوں کو نہیں جنگ گوارہ" | |
| 6۔ | مسرور زیدی | "عظیم قوم کے بیٹے تیری جرأت کو سلام" | |
| 7۔ | طفیل ہوشیارپوری | "تو نگہبان چمن ہے تجھے سب مان گئے" | |

جنگ کے پہلے ہی دن یعنی چھ ستمبر کو "محشر بدایونی" کا تحریر کیا ہوا نغمہ جس کے بول یہ ہیں:

اپنی قوت اپنی جان لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ﷺ

ہر پل، ہر ساعت، ہر آن جگ رہا ہے پاکستان

ریکارڈ ہوا۔ اس نغمے کے موسیقار "نتھو خان" تھے اور یہ نغمہ گانے کا اعزاز گلوکار "تاج ملتانی" کو حاصل ہوا۔

ابصار احمد، اس نغمے پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"۔۔۔ یہ نغمہ دراصل چوروں کی طرح گھسنے والے دشمن کو بیدار پاکستان کا پتہ دے رہا تھا۔ ان کا سب سے مشہور نغمہ وہ ہے جس کو سن کر بھارتی فوج بلبلا جاتی تھی اور معاہدہ تاشقند کے بعد ایک خصوصی درخواست پر اسے بند کروایا گیا۔"[36]

اس نغمے کی موسیقی بھی بقول ابصار احمد، استاد "نتھو خان" نے ترتیب دی تھی اور 13 ستمبر کو یہ تاج ملتانی کی آواز میں نشر کیا گیا۔ اس کے بول درج ذیل ہیں:

"اج ہندوواں جنگ دی گل چھیڑی، اکھ ہوئی حیران، حیرانیاں دی
مہاراج! اے کھیڈ تلوار دی اے! جنگ کھیڈ نئیں ہوندی زنانیاں دی"

پاکستان کے فضائی شاہینوں کو سب سے پہلا خراجِ تحیسن پیش کرنے کی سعادت ریڈیو سٹیشن کراچی کو نصیب ہوئی۔ اپنے شہداء کو خراجِ تحسین پیش کرنے والے اور ان کی سرفروشی کے جذبے کو بڑھانے والے نغمات گانے کا اعزاز "تاج ملتانی" کو حاصل ہوا۔ ان نغمات کی تفصیل اس طرح ہے:

| شاعر | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ جون ایلیا | "ہم اپنے صف شکنوں کو سلام کہتے ہیں" | تاج ملتانی |
| 2۔ مسرور انور | "یہ دس کروڑ انسان ملت کے ہیں نگہبان" | تاج ملتانی |
| 3۔ عاشور کاظمی | "مرحبا! عزم و شجاعت کے علمبر دارو" | تاج ملتانی |
| 4۔ نفیس فریدی بدایونی | "اے شہیدان وطن، اے شہیدان وطن" | تاج ملتانی |
| 5۔ فیاض ہاشمی | "تم کو معلوم نہیں حق کے پرستار ہیں ہم | تاج ملتانی |
| 6۔ علامہ محمد اقبال | "یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے" | تاج ملتانی |
| 7۔ قیوم نظر | "میرے وطن کے نوجوانو، دلیر صف، شکن جواں" | تاج ملتانی |

8۔ طفیل ہوشیار پوری "زمانے میں صدائے، نعرہ تکبیر گونجے گی"

9۔ طفیل ہوشیار پوری "تو حدیث زندگی کی اس طرح تفسیر کر"

10۔ ابو سعید قریشی "نفس نفس میں ہے جن کے حیات نو کا پیام"

11۔ تراب نقوی "تم نے جیت لی ہے جنگ یہ'

شوخ و دبنگ آواز کے گلوکار احمد رشدی نے جنگی ترانے اپنے روایتی شوخ انداز میں گائے۔ یہ انوکھے طنزیہ اور شوخ انداز میں نشر ہونے والے نغمے دشمن کا خوب خاکہ اڑاتے ہیں۔ اور اپنی قوم اور افواج کا لہو گرماتے ہیں۔ ان کی تفصیل یوں ہے:

| شاعر | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ جون ایلیا | "اے کراچی مرحبا! اے کراچی مرحبا! | احمد رشدی |
| 2۔ جون ایلیا | "سرکشی ہے جنگ آمادہ تو پھر یونہی سہی" | احمد رشدی |
| 3۔ سلیم گیلانی | "ہم گھبرو پاکستان کے، ہم شیروں کے سردار" | احمد رشدی |
| 4۔ علامہ محمد اقبال | "آسمان ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش" | احمد رشدی |
| 5۔ اکبر خان اصغر | "دوڑیو بابو! بھارت دیس کی ہو گئی جگت ہنسائی" | احمد رشدی |
| 6۔ سلیم گیلانی | "لالہ جی جان دیو، لڑنا کی جانو، تسی مرلی بجاون والے" | احمد رشدی |
| 7۔ سلیم گیلانی | "ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی" | احمد رشدی |

احمد رشدی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پاکستان بحریہ کے جانبازوں نے جب دوارکا کے مضبوط بحری مستقر کو تباہ کیا تو ان بحری سپوتوں کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے "جون ایلیا" نے ایک لازوال نغمہ تخلیق کیا اور یہ نغمہ قومی و ملی نغموں کی تاریخ میں امر ہو گیا۔ اس نغمے کو سریلی دھنوں سے سجانے والے ماہر موسیقی "استاد نتھو خان" تھے۔ احمد رشدی اور ساتھی گلوکار نگہت سیما کی آواز میں یہ نغمہ ریکارڈ کیا گیا اور 9 ستمبر کی صبح یہ نغمہ ریڈیو کراچی سے پورے ملی جوش و جذبے کے ساتھ نشر کیا گیا۔ اس مقبول عام نغمے کے بول یہ ہیں:

"فرمانروائے بحر عرب، پاک بحریہ

بھارت میں تیرا نام ہے بے باک بحریہ"

پاکستان بحری فوج کے نام اس ولولہ انگیز نغمے کے بعد احمد رشدی کو ایک اور اعزاز ملا جب احمد رشدی نے پاکستان کے فضائی شاہینوں کو خراج تحسین پیش کیا۔ پاک فضائیہ کے نڈر اور دلیر ہوا باز ائیر کموڈور، غازی

ایم ایم عالم نے جب وہ فضائی کارنامہ انجام دیا جس پر دشمن کی عقل آج بھی دنگ ہے اور وہ سر پیٹ لیتا ہے کہ آخر یہ ممکن کیسے ہوا؟ اس کارنامے نے عالمی ہوابازی کی حربی تاریخ میں اپنانام جلی حروف میں رقم کیا۔

مظفر وارثی کا لکھا ہوا یہ واحد شعری نذرانہ ہے جو اپنے جنگ ستمبر کے فضائی ہیرو اور غازی ایم۔ایم ۔عالم (محمد محمود عالم) کو پیش کرنے کے لیے احمد رشدی کی دبنگ آواز میں نشر کیا گیا۔اس کے بول ذیل ہیں:

"ناز ہے پاکستان کو تجھ پہ اے مشرق کے لال۔۔۔اے شیر بنگال"

علاوہ ازیں اس جنگ کے دوران نشر ہونے والے قومی گیتوں میں وہ گیت بھی شامل ہیں جو پاکستان کے مختلف شہروں اور اس کے بسنے والوں سے اپنی گہری وابستگی کے غماز ہیں۔ان میں درج ذیل نغمات "جون ایلیا" کے تحریر کردہ ہیں:

1۔ "اے کراچی مرحبا! اے کراچی مرحبا!

2۔ ""لاہور سربلند ہے، لاہور زندہ باد"

3۔ "ارضِ سیالکوٹ! حرم مرتبت ہے تُو"

اس نغمے کے تخلیق کرنے والے "حمید نسیم "ہیں۔

اس جنگ میں قوم کا ہر فرد سراپا جذبۂ شہادت سے سرشار نظر آ رہا تھا۔بس ایک ہی لگن دلوں میں لگی تھی کہ ماں دھرتی کا تحفظ اپنی جان پر کھیل کر کرنا ہے اور خاص طور پر دشمن کی اس بزدلانہ جسارت کا دندان شکن جواب دینا ہے۔ تاکہ اسے آئندہ کبھی بھی مادرِ وطن کی شان میں گستاخی کی مجال نہ ہو۔پاکستانی ذرائع مواصلات ہر دم چوکس اور تیار تھے۔ شاعر، موسیقار، گلوکار اپنی خدمات رضاکارانہ پیش کر رہے تھے۔ تمام ریڈیو اسٹیشنوں پر ہجوم تھا۔ سٹوڈیو میں تل دھرنے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ جنگ کے دوران ریڈیو پاکستان کے تمام سٹوڈیوز اتنے مصروف تھے کہ وہاں ریکارڈنگ میں مشکلات پیش آ رہی تھیں تو اس موقع پر مشہور گراموفون کمپنی 'ای۔ایم۔ آئی، نے جذبہ حب الوطنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے سٹوڈیوز اور ملازمین کی خدمات بلا معاوضہ ریڈیو کو پیش کر دیں۔

اس گراموفون کمپنی نے بھی کئی نغمات ریکارڈ کر کے نشر کیے۔جنگ کے دوران حبیب ولی محمد، گلوکار کی آواز میں ، شاعر بہزاد لکھنوی کا تحریر کردہ نغمہ، جس کی دھنیں "سہیل رعنا" نے مرتب کیں آج بھی سماعتوں سے ٹکرائے تو رواں رواں وطن کے لیے دعا گو ہو جاتا ہے۔اس کے بول یوں ہیں:

"اے نگارِ وطن! تو سلامت رہے"

یہ نغمہ 20 ستمبر کو نشر کیا گیا۔ اس کے علاوہ حمایت علی شاعر کی نظم:

"لہو جو سرحد پہ بہہ چکا ہے"

بھی ان کی آواز میں سرحدوں پر مصروف جنگ جیالوں کے لہو گرماتی رہی۔

6 ستمبر 1965ء کی جنگ میں مشرقی پاکستان کے محبِ الوطن پاکستانیوں نے بھی اپنی خدمات وقف کیں اور کشمیر کے خطے سے لے کر زندہ دلانِ لاہور کے محاذ تک ارض پاکستان سے اپنی محبت کا ثبوت دیا۔ ان کی تفصیل یوں ہے:

| شاعر | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | "مشرقی بنگال کے آتش بجانوں کو سلام | سلیم رضا |
| 2۔ | "مشرقی پاک کے نوجوان غازیو! | تاج ملتانی، زمرد بانو و ساتھی |
| 3۔ | "سلام اے ڈھاکا کاو چاٹگام کے غازی نگہبانو! | بشیر احمد اور ساتھی |

جنگ 65ء میں کشمیری مجاہدوں کی لازوال قربانیوں اور شہیدوں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے درج ذیل نغمات نشریات کا حصہ بنے۔

| | | |
|---|---|---|
| 1۔ | "کشمیر سے وابستہ ہے تقدیر ہماری" | سلیم رضا |
| 2۔ | "اٹھے جہاد کے لیے سری نگر کے نوجوان" | سلیم رضا |
| 3۔ | "جاگ اٹھا کشمیر، جاگ اٹھا کشمیر" | سلیم شہزاد |
| 4۔ | "اے وادیء کشمیر! اے وادیء کشمیر" | احمد رشدی، نگہت سیما اور ساتھی |
| 5۔ | "اے وطن کے نوجوان! وادی کشمیر ہے دیکھ تیرا امتحان" | زمرد بانو |
| 6۔ | "نڈر دلیر بچیاں، سری نگر کی بیٹیاں" | نذیر بیگم |
| 7۔ | "میرے وطن تیری جنت میں آئیں گے اک دن" | انیقہ بانو |
| 8۔ | "اے وادی، لولاب! اے وادی لولاب" | ملکہ پکھراج |

جنگ بندی کے بعد جو نغمہ نشر کیا گیا اس کے بول درج ذیل ہیں۔ یہ نغمہ "فریدی بدایونی، کی ایک طویل نظم ہے۔ بقول ابصار احمد (گیت بنے ہتھیار) "یہ ہمارے قومی نغمات کی تاریخ کا سب سے طویل جنگی ترانہ ہے جو تقریباً 14 منٹ پر مشتمل ہے۔

"پاکستانی بڑے لڑیا، جن کی سہی نہ جائے مار"

اس کے موسیقار 'استاد حامد حسین" اور گلوکار 'نہال عبد اللہ" ہیں۔

اس سترہ روزہ جنگ میں قوم اور افواج کے جذبۂ شہادت کی لگن قابل دید تھی۔ اپنی افواج کے ساتھ ساتھ ہر فرد اپنی باری کا منتظر تھا کہ کب یہ جان اپنی دھرتی پر وارے۔ یہ شہادت کا ذوق و شوق پہلے کبھی نظر نہ آیا۔ جنگِ ستمبر کے بعض نغمات جو شہدا کی لازوال قربانیوں اور سپاہیوں اور قوم کے جذبات کے عکاس ہیں۔ وہ نشریات کا حصہ بنے۔ مگر وہ تاریخ میں گم ہو گئے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

| نغمہ | گلوکار |
|---|---|
| 1۔ "دم بہ دم بڑھا قدم، مہرباں ہے آسماں | سلیم چوہدری |
| 2۔ "لہروں سے گزر لہراتا ہوا" | سلیم شہزاد |
| 3۔ "اے وطن بیدار ہیں تیرے سجیلے نوجوان" | نسیمہ شاہین |
| 4۔ "میرے وطن کے شہیدوں کے سر براہ سلام" | نجمہ نیازی |
| 5۔ "ہاں! اے محافظان وطن جاگتے رہو" | ایم کلم |
| 6۔ "دن رات پٹے گا جب دشمن | زوار حسین |
| 7۔ "یہ نشان، یہ ہمارے وطن کا نشاں" | ایس-پی-جون |

# حوالہ جات


1۔ علی جوادزیدی، "اردومیں قومی شاعری کے سوسال" لکھنؤاترپردیش، اردواکادمی، 1982ء، ص:45

2۔ الطاف گوہر، نیاادبی محاذ، مشمولہ: "نقوشش، 1972ء، ص:150

3۔ انصرعباس، مقالہ: پی ایچ۔ڈی "پاکستانی اردوشاعری میں ملی نغمہ نگاری کی روایت" "وفاقی اردویونیورسٹی برائے فنون، سائنس وٹکنالوجی، اسلام آباد، 2019، ص:309

4۔ شان الحق حقی، 'نشیدِ حریت، کراچی، ادارہ مطبوعاتِ پاکستان، 1964ء، ص:6،5

5۔ انصرعباس، مقالہ: پی ایچ۔ڈی "پاکستانی اردوشاعری میں ملی نغمہ نگاری کی روایت" "وفاقی اردویونیورسٹی برائے فنون، سائنس وٹکنالوجی، اسلام آباد، 2019، ص:333

6۔ انصرعباس، مقالہ: پی ایچ۔ڈی "پاکستانی اردوشاعری میں ملی نغمہ نگاری کی روایت" "وفاقی اردویونیورسٹی برائے فنون، سائنس وٹکنالوجی، اسلام آباد، 2019، ص:344

7۔ متین الرحمان مرتضیٰ، پروفیسر، "میں نے پاکستان بنتے دیکھا"، مشمولہ: "تکبیر"، کراچی، جلد:20، شمارہ:370، ستمبر 1997ء، ص:47

8۔ انصرعباس، مقالہ: پی ایچ۔ڈی، "پاکستانی اردوشاعری میں ملی نغمہ نگاری کی روایت، ص:343

9۔ جبار مرزا، "پاکستان 75 برس" شہریار پبلی کیشنز، اسلام آباد، 15 اگست، 2022ء، ص:34

10۔ ابصاراحمد، مضمون: "سبز گیت، مشمولہ: 'ہلال' (مجلہ آئی۔ایس۔پی آر)، اگست 2014ء

11۔ ابصاراحمد، "یہ نغمے پاکستان کے" فروغ فاؤنڈیشن، کراچی، 2021ء ص:25

12۔ جبار مرزا، "پاکستان کے 75 برس" شہریار پبلی کیشنز، اسلام آباد، 15 اگست، ص:35،34

13۔ نوری، ڈاکٹر، محمد فخر الحق، 'آزادی کی گونج، پولیمر پبلی کیشنز، لاہور، 2002ء، ص:42

14۔ قریشی، ڈاکٹر، اشتیاق حسین، "برصغیر پاک وہند کی ملتِ اسلامیہ"، مترجم: 'بلال احمد زبیری، کراچی یونیورسٹی، 1983ء، ص:287

15۔ لودھی، یونس کمال، "پاکستانی قومی پرچم اور ترانہ"، ادبیاتِ ہزارہ راولپنڈی، حرف اکادمی، 2007ء، ص:16

16۔ بشیر احمد، سوز، مرتبہ: 'ہزارہ میں قومی و ملی شاعری، 'ادبیاتِ ہزارہ، راولپنڈی، حرف اکادمی، 2007ء، ص:45

17۔ انصرعباس، ایضاً، ص:301

18۔ حفیظ جالندھری، دیباچہ: "پاکستانی قومی پرچم اور ترانہ"، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 2016ء، ص:14

19۔ ابصار احمد، مضمون:"سبز نغمات"مشمولہ:"ہلال"مجلہ: آئی ایس پی آر، اگست 2014ء
20۔ انصر عباس،"پاکستانی اردو شاعری میں ملی نغمہ نگاری کی روایت، ص:220
21۔ ابصار احمد، مضمون،"خوش سماعت ملی نغموں کی پہچان۔۔۔بلبلِ پاکستان"مشمولہ:"ہلال"مجلہ آئی ایس پی آر، 7دسمبر2022ء
22۔ انصر عباس،"پاکستانی اردو شاعری میں ملی نغمہ نگاری کی روایت، ص:227
23۔ انصر عباس،"پاکستانی اردو شاعری میں ملی نغمہ نگاری کی روایت"ص:232
24۔ طاہرہ نیر، ڈاکٹر،"اردو شاعری میں پاکستانی قومیت کا اظہار"ص:171
25۔ مختار مسعود،"آوازِ دوست"مکتبہ: تعمیرِ انسانیت، لاہور، 2017ء
26۔ عشرت رحمانی، چھ ستمبر، ایک تحقیقی و نفسیاتی جائزہ"،'اشرف پریس، لاہور، 1966ء، 241،240
27۔ قاسم یعقوب،"اردو شاعری پر جنگوں کے اثرات"، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، 2015، ص132
28۔ ابصار احمد،"یہ نغمے پاکستان کے"فروغ فاؤنڈیشن، کراچی، 2021ء ص55
29۔ اسد اللہ غالب،"اے وطن کے سجیلے جوانو!"غالب پبلشرز، لاہور، 2014ء، ص:179
30۔ ڈاکٹر، قراۃ العین، طاہرہ،"صہبا اختر، شخصیت اور فن"اکادمی ادبیات، اسلام آباد، 2010ء، ص61
31۔ ڈاکٹر وقار عظیم سید، مضمون،"ستمبر 1965 کی شاعری"مشمولہ: فنون، لاہور، اکتوبر 1965ء، ص49
32۔ ابصار احمد،"یہ نغمے پاکستان کے"فروغ فاؤنڈیشن، کراچی، 2021ء، ص61
33۔ ابصار احمد، مضمون،"گیت بنے ہتھیار"مشمولہ:"ہلال"، آئی ایس پی آر، ستمبر 2015
34۔ ابصار احمد، مضمون:"گیت بنے ہتھیار"مشمولہ:"ہلال"آئی ایس پی آر، ستمبر 2015
35۔ ایضاً
36۔ ایضاً

باب سوم

# "میجک بلٹ تھیوری" کے تحت حب الوطنی کے عناصر کا تجزیاتی مطالعہ

قیام پاکستان ہی سے شر پسند دشمن نے پیارے وطن کے خلاف سازشوں کا ایک محاذ کھول رکھا ہے۔ وہ زیادہ طاقت اور وسائل کے نشے میں چور وطن عزیز کو جب بھی گزند پہنچانے کی جسارت کرتا ہے تاریخ شاہد ہے پاکستانی قوم اور مادر وطن کے دلیر سپاہی اسے منہ توڑ جواب دیتے ہیں۔ ہمارے ان عظیم سپوتوں کے قصے تاریخ میں سنہری الفاظ میں کندہ ہیں۔ دراصل وہ جنگ جو سالوں سے برصغیر میں جاری تھی۔ 1947ء میں برصغیر کی دو آزاد مملکتوں میں تقسیم کے باوجود ختم نہ ہوئی۔ بلکہ یہ کہنا درست ہو گا یہ جنگ اپنی نوعیت تبدیل کر کے ایک نئے دور میں داخل ہو گئی ہے۔ برطانوی سامراج دونوں ملکوں کے مابین دانستہ ایک خونی خط کھینچ کر یہاں سے چلے گئے۔ یوں دونوں آزاد مملکتوں کو جنگ کی بھٹی میں جھونک گئے۔ املاک کی غیر مساویانہ تقسیم، حد بندی کمیشن کی کھلم کھلا بد دیانتی اور مختلف ریاستوں کے مسائل کو ادھورا رکھ کر دونوں خطوں کی عوام اور افواج کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا۔ قاسم یعقوب اس صورت حال کے تناظر میں لکھتے ہیں:۔

> "پاکستان پہلے ہی روز سے جنگ اور جنگی فضا کے زیر سایہ پروان چڑھتا آرہا ہے۔ گویا اس ملک کی نفسیاتی تخلیق ہیر رزم حق و باطل کے جدلیاتی ماحول میں ہوئی۔ وہ قومیں جو حلقہ یاراں میں ریشم کی طرح نرم ہوتی ہیں ان کو معاشرتی قدروں کی تعمیر کے لیے خاطر خواہ وقت مل چکا ہوتا ہے۔ پاکستان کی تخلیق کے ساتھ ہی کئی محاذ جنم لے چکے تھے۔ ان محاذوں پر توجہ نہ دینا اپنی سالمیت قربان کرنے کے مترادف تھا۔"[1]

1948ء، 1965ء کی جنگوں میں خطہ پاکستان کے بسنے والوں نے بے پناہ جرأت اور بے مثال قربانیوں کے ذریعے ثابت کر دیا کہ ان کے دلوں میں موجود جذبہ ایمانی اور شوق شہادت انہیں ہر آزمائش میں سرخرو رکھے گا۔ ہر آزمائش کی گھڑی ان کے چٹانی عزم کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گی۔ ایثار، لازوال قربانیوں اور عزم و ہمت کے پیکروں کی جدوجہد کی تاریخ، حب الوطنی کے شدید تر جذبوں کی غماض ہے۔ یہ تاریخ ہمیشہ آنے والی نسلوں کو یاد دلاتی رہے گی کہ آزادی کا حصول اور پھر آزادی کا تحفظ کس قدر کٹھن مرحلہ ہوتا ہے۔ انہیں یہ تاریخ جو مادر وطن کے تحفظ اور اس کے دفاع کو ناقابل تسخیر بنانے میں رقم ہوئی۔ ہمیشہ دشمن کی عیاری اور سپاہ

پاکستان کے جری کارناموں کی یاد دلاتی رہے گی اور وہ ان کی قربانیوں اور جذبہ حب الوطنی کو مشعلِ راہ بنا کر وطن کا دفاع مضبوط بنائیں گے۔

اس تناظر میں متین الرحمان مرتضی لکھتے ہیں:

"وطن کی آزادی کا منظر نامہ اس اعتبار سے قومی امانت ہے کہ اس کے ذریعے آنے والی نسلوں کو علم ہو گا کہ جو آزادی انہیں میسر ہے اس کے حصول کی کیا قیمت ادا کی گئی ہے۔"[2]

1965ء کی جنگ میں پوری قوم جذبہ حب الوطنی کی زندہ مثال بن گئی۔ اس دوران وطن سے محبت اور مادر وطن کی جری سپاہ کے ساتھ بے پناہ وابستگی کا جذبہ زیادہ ابھر کر سامنے آیا۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے نوازئیدہ مملکت کے تحفظ اور بقا کے لیے جذبہ حب الوطنی کے ساتھ ساتھ اپنی صفوں میں اتحاد کی ضرورت واہمیت پر زور دیا۔ انہوں نے پاکستان کے دفاع کو ناقابل تسخیر بنانے کے لیے ہر فرد کو اپنا کردار موثر طریقے سے ادا کرنے کی ترغیب دی۔ اتحاد ایسی قوت ہے جو دشمن کے برے ارادوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہے۔ لیکن تاریخ شاید ہے کہ جب کبھی قومی یکجہتی میں کہیں دراڑ پڑی، قوم کو اس کی قیمت چکانا پڑی۔ دشمن کو کسی قوم میں اگر بد اعتمادی یا عدم یکجہتی و یگانگت کی بھنک پڑ جائے تو اس قیمتی موقع کو ہر گز ضائع نہیں کرتا۔ وہ اس سے فائدہ حاصل کرنے میں کبھی پیچھے نہیں رہتا۔ دنیا میں وہی قومی وقار اور جلال کے ساتھ جیتی ہیں جو اپنی قومی و ملکی دفاع سے غفلت نہیں برتتیں اور نہ ہی وہ اپنے باہمی اتحاد میں دراڑیں پیدا کرنے دیتی ہیں۔ ان کا مقصود زندگی ایک ہوتا ہے۔ ان کی منزل ایک ہوتی ہے۔ قوم جتنی زیادہ مضبوط ہو گی اتنا ہی اس کا دفاع ناقابل تسخیر ہو گا۔ قوم میں ہمت و استقلال کے ساتھ ساتھ وطن کے لیے ہر کڑے وقت میں جذبہ ایثار کا موجزن ہونا ناگزیر ہے۔

قائد اعظم محمد علی جناحؒ بانی پاکستان نے 23 جنوری 1948ء میں کراچی میں خطاب کرتے ہوئے افرادِ وطن کو نصیحت کی۔

"پاکستان کے دفاع کو مضبوط سے مضبوط بنانے میں آپ میں سے ہر ایک کو اپنی جگہ الگ الگ انتہائی اہم کردار ادا کرنا ہے۔ اس کے لیے آپ کا نعرہ یہ ہونا چاہیے۔ ایمان، تنظیم اور ایثار۔ آپ اپنی تعداد کے کم ہونے پر نہ جائیے۔ اس کمی کو آپ کو ہمت و استقلال اور بے لوث فرض شناسی سے پورا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اصل چیز زندگی نہیں

ہے۔ بلکہ ہمت، صبر و تحمل اور عزم صمیم ہیں جو زندگی کو زندگی بنا دیتے ہیں۔"[3]

قیام پاکستان سے لے کر آج تک پاکستان کی افواج اور پاکستانی عوام نے اپنے عزم و حوصلے کو ہر دم جواں اور تازہ رکھا اور دشمن نے جب بھی کسی دراندازی کی کوشش کی۔ اس کا بھرپور جواب دشمن کے منہ پر مارا۔ سوائے حزیمت کے اس کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ مگر یہ دفاع اور عزم اس وقت بر قرار رہتا ہے جب جذبہ ایثار اور ملک و قوم کی بے لوث خدمت کے جذبات موجزن رہیں۔ یعنی اپنی صفوں میں اتحاد، یگانگت، اولوالعزمی جیسے اوصاف پیدا کر کے ہی ہم خود کو توانا اور مضبوط قوم بنا سکتے ہیں۔ قوم صرف اس صورت منزل مقصود حاصل کر سکتی ہے۔ جب پوری صداقت اور وطن کی متی سے محبت و عقیدت کے ساتھ کھڑی رہے۔

اگر تفرقہ یا نفرت و انتشار کی فضا خدانخواستہ پیدا ہو جائے تو نہ صرف قومی دفاعی سطح پر وقار مجروح ہوتا ہے حتیٰ کہ قومی سلامتی بھی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اس کی ضرورت و اہمیت پر قائداعظم محمد علی جناح نے 1938ء میں خطاب کرتے ہوئے زور دیا:

> "اگر مسلمانوں کو اپنے عزائم اور مقاصد میں ناکامی ہوگی تو مسلمانوں ہی کی دغابازی کے باعث ہوگی۔ جیسا کہ گزشتہ زمانے میں ہو چکا ہے۔ میں دغابازو کا ذکر پسند نہیں کرتا۔ لیکن ہر انصاف پسند اور سچے مسلمان سے میری درخواست ہے کہ اپنی جماعت کی فلاح و بہبود کی غرض سے متحد و متفق رہیں۔"[4]

پاکستان کا سیاسی و سماجی منظر نامہ ہمیشہ سے ہی سنگین مسائل سے دوچار رہا ہے۔ اس حوالے سے وطن میں سیاسی انتشار اور سماجی افرا تفری پیدا کرنے کے لیے نہ صرف ہمسایہ دشمن کی طرف سے بلکہ عالمی سطح پر پاکستان کو سازشوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ پاکستان کے اندر سیاسی عدمِ استحکام اور اتحاد میں رخنہ ڈالنے کے لیے بھارت کی جانب سے تخریبی کارروائیوں کا سلسلہ پرانا ہے۔ اس ضمن میں جنگوں کے علاوہ حکومتِ پاکستان ہمیشہ ثبوت مہیا کرتی رہی ہے۔ مگر دشمن اپنے مذموم ارادوں سے باز نہیں آیا۔

اس دوران پاکستانی شعراء نے وطن، اہل وطن اور افواج پاک کے تحفظ، بقا، جرأت، عزم و ہمت، جذبہ ایثار و قربانی پر مبنی شاعری تخلیق کی۔ ریڈیو پاکستان اور دیگر ذرائع نے اس حوالے سے اپنی خدمات انجام دیں۔ اس دوران جو ادب تخلیق ہوا وہ مزاحمتی ادب کہلایا۔

ادب کسی عہد میں اس خطے کی اخلاقی، سماجی اور سیاسی قدروں کا عکاس ہوتا ہے۔ یہ ادب خواہ نثر میں

ہو یا شعر کی صورت میں اپنے سماج کی ترقی اور احیاء کرتا ہے۔ ایک سچا شاعر یا ادیب اپنی حساسیت کی بنا پر معاشرے میں اپنے خطے میں آنے والی ہر اچھی بری تبدیلی کو بہت باریک بینی سے دیکھتا ہے اور اسے دیگر افراد کے مقابلے میں زیادہ شدت سے محسوس کرتا ہے۔ وہ ایسی صورتِ حال کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے اور خود کو اس حوالے سے اپنے ضمیر کے سامنے جواب دہ محسوس کرتا ہے۔ وہ ملک میں ظلم و جبر اور استعماری و استحصالی قوتوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ اس کا اظہار وہ اپنے انداز سے کرتا ہے۔ یعنی شعر تخلیق کر کے وہ انتہائی نامسائد حالات میں بھی صدائے حق بلند کرتا ہے۔

ہمارے شعراء نے ہر دور میں ہر آزمائش میں اپنے وطن کے لیے شاعری کی۔ اس طرح انہوں نے اپنے وطن اور قوم کے لیے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ کبھی دشمن کی دراندازی اور حزیمت پر بے مثال شاعری کی تو کبھی ان کے نغموں میں پاکستان کی محبت اور اس سے وفاداری کا رنگ نظر آتا ہے۔ یہ تمام حربی اور جنگی ادوار میں لکھا جانے والا ادب مزاحمتی ادب کہلاتا ہے۔ ان حالات میں ادب تخلیق کرنے والے شعراء جس جرأت و بے باکی کا اظہار کرتے ہیں اور حقائق بیان کرتے ہیں ان کی یہ جسارت ہمیشہ تاریخی لحاظ سے مزاحمتی کردار کی حیثیت سے یاد رکھا جاتا ہے۔

پاکستان کے مخصوص سیاسی اور سماجی ماحول میں شعراء نے بے نظیر قومی شاعری لکھی۔ پاکستانی قوم اس تمام دورانیے میں نئے عزم اور نئی قوت ارادی کے ساتھ ایک مضبوط قوم بننے کے مرحلے سے گزر رہی تھی۔ ایک ایسی قوم جو عالمِ اسلامی میں ایک خاص مقام حاصل کرے اور تمام عالم اسلام میں بہترین نظیر پیش کرے مگر شومئ قسمت کہ پاکستان کا سیاسی منظر نامہ اور سماجی ماحول ہر دور میں سازگار نہ رہے۔ صاحبِ اقتدار مفاد پرست طبقے نے سیاسی طور پر ملک کو کبھی مضبوط نہ ہونے دیا۔ ملک میں سماجی اور معاشی حالات بھی دگر گوں رہے۔

جنگ 1965ء نے اہل وطن کے جذبات میں ایک نئی امنگ اور ترنگ بھر دی۔ ان کے وطن سے وابستگی اور تحفظ کے جذبے کو اور مضبوط کر دیا۔ دینا یہ دیکھ کر دنگ رہ گئی کہ دشمن کے ٹینکوں، توپوں اور بارود کے مقابلے میں ہاتھوں میں ڈنڈے لیے جنگی محاذوں کی طرف نکل پڑے۔

عوام میں جذبات کا وہ سمندر موجزن تھا جس کے تحت وہ اپنی افواج کے سامنے جذباتِ شہادت سے سرشار اگلے مورچوں پر لڑنے کے لیے حاضر ہو گئے۔ اس دوران ہر فرد پیکرِ ایثار بنا رہا۔

ملک پر آنے والی ہر آزمائش میں پاکستانی سپاہ کے ساتھ ساتھ قوم کا ہر فرد اپنا کردار ادا کرنے کے لیے

بے قرار نظر آیا۔ وطن کا تحفظ، بقا اور اس سے بے لوث محبت ہر پاکستانی کا جزو ایمان ہے۔

## الف: پاکستان کے سیاسی و سماجی پس منظر کا ملی نغموں میں اظہار:۔

1965ء کی جنگ کے بعد پاکستانی قوم میں ایک نیا احساسِ تفاخر پیدا ہوا۔ دشمن نے طاقت کے نشے میں چور حب وطنِ عزیز کے محافظوں کو للکارا تو قوم نے اپنی افواج کے شانہ بشانہ اپنے سے کہیں بڑے دشمن کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا۔ پاکستانی افواج نے قومی تاریخ میں جرأت اور وطن سے محبت کا وہ باب رقم کیا جس نے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ کر دی۔ اس جنگ نے آنے والے وقت میں پاکستان میں بسنے والوں کی معاشرتی، معاشی، سماجی اور ثقافتی زندگی کو بھی بہت زیادہ متاثر کیا۔

پاکستانی میڈیا جو اپنا فرض پہلے ہی بطریقِ احسن ادا کر رہا تھا۔ اب اس نے بڑی حساسیت کے ساتھ شجاعتوں، شہادتوں اور قومی امنگوں کو موضوع بنا دیا۔ دشمن کے ناپاک ارادوں، عبرت ناک شکست اور ماں دھرتی سے محبت کا عنصر بہت گہرا ہو گیا ہے۔ پاکستانی میڈیا خاص طور پر ریڈیو پاکستان جس پر زیادہ تر میگھ ملہار کے سروں سے مزین وصل و ہجر کے گیت نشر ہوتے تھے۔ اب وطن کی محبت اور سپاہ پاک کے شجاع کارناموں کے نغمے سے اہل وطن کی سماعتوں میں رچ بس کر نئے عزم اور حوصلے کی ترغیب دے رہے تھے۔

جنگِ ستمبر کے بعد 1971ء کی جنگ تک کا سیاسی منظر نامہ بڑے نشیب و فراز سے گزرتا ہے۔ پاکستان ایک نوازئیدہ مملکت کو تقسیم کے وقت ہی سے لاینحل مسائل میں الجھا دیا گیا یہ نہ صرف ہمسایہ ملک بھارت کی مکاری تھی بلکہ انگریز اس خطے سے جاتے جاتے بھی Devide and rule کی پالیسی پر عمل کر کے گیا۔ اس نے تقسیم کے وقت ہی ایسی عیارانہ اور معاندانہ پالیسی بنائی کہ اس کے نتیجے میں اس خطے میں امن و امان کی صورتِ حال ہمیشہ مخدوش ہی رہے گی۔

پاکستان کے دو لخت ہونے سے پہلے کی صورتِ حال کشیدگی اور افراتفری سے بھرپور تھی۔ سیاسی منظر نامہ، عوام الناس کی زندگیوں کو بھی متاثر کر رہا تھا۔ قوم معاشی، معاشرتی، اقتصادی اور سماجی ہر حوالے سے اس گھمبیر سیاسی کشمکش سے متاثر ہو رہی تھی۔

متحدہ مملکت میں ہونے والے آخری انتخابات سے ملک کا سیاسی منظر نامہ واضح ہو جاتا ہے۔ اس صورتِ حال کو ہر گز تسلی بخش نہیں کہا جا سکتا۔ اس حوالے سے جنگ اخبار نے اپنے "سپیشل ایڈیشن میں لکھا ہے"

"۔۔۔ متحدہ پاکستان کے آخری انتخابات میں دائیں اور بائیں بازو کی کشمکش عروج پر تھی۔

ذوالفقار علی بھٹو نے اسلامی سوشلزم کا نعرہ لگایا تو جواب میں دائیں بازو کے 313 علماء نے اس

کے خلاف فتویٰ جاری کر دیا۔۔۔ دائیں بازو کی سیاست کو جماعت اسلامی، جے یو آئی، مسلم لیگ اور دیگر جماعتوں نے آگے بڑھایا۔ متضاد نظریات نے پوری قوم کو تقسیم کر دیا۔۔۔ "[5]

انتخابات سے پہلے ہی یہ پروپیگنڈہ شروع ہو گیا تھا کہ بنگالیوں کا مقصد صرف علاحدگی حاصل کرنا ہے۔ اس دوران میں سیاسی، منظر نامہ پر بھٹو عنصر" بھی بہت زیادہ حاوی نظر آتا ہے۔

دوسری طرف مجیب الرحمن کا اثر رسوخ بھی مسلم تھا۔ دونوں فریقوں کا اپنا اپنا موقف تھا۔ دونوں ہی اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے تھے۔ دونوں راہنماؤں کی مشترکہ صنف شعلہ نوائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں کو لاکھوں جانثاروں کی حمایت حاصل تھی۔

"لارنس زائرنگ" لکھتے ہیں:

"وہ دونوں تاریخ کی ان لہروں کے دوش پر سفر کر رہے تھے جن پر انہیں کنٹرول حاصل نہیں تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کے موقف کو تسلیم نہ کرنے کا پختہ عزم کر رکھا تھا۔ مجیب الرحمن کو قومی اسمبلی کی اکثریتی نشتوں پر کنٹرول حاصل تھا۔ لیکن ان کی نمائندگی صرف مشرقی پاکستان تک محدود تھی۔ بھٹو کو مغربی پاکستان میں قابل ذکر اکثریت حاصل تھی۔ لیکن اب ون یونٹ ٹوٹ چکا تھا اور وہ پورے مغربی پاکستان کی بجائے صرف پنجاب ہی میں کامیابی حاصل کر سکے تھے۔ "[6]

1962ء کے دستور کو پہلے ہی کالعدم قرار دیا جا چکا تھا۔ ان انتخابات میں قوم کو اس کی سزا بھگتنا پڑ رہی تھی۔ پارلیمانی راہنماؤں کے پاس کوئی دستور ہی نہیں تھا جو ان کے کردار کو متعین کرتا۔ یوں اب 1962 کے دستور کو کالعدم قرار دینے کی قیمت چکانا پڑ رہی تھی۔ اس تناظر میں لارنس رائزنگ" اپنی کتاب میں وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"۔۔۔ اگر 1970 کے الیکشن کے موقع پر کوئی دستور نافذ ہوتا تو اس کے نتائج آئینی حدود کے اندر رہتے اور ان سے کوئی خطرہ لاحق نہ ہوتا۔ اس صورت میں عوامی لیگ کے چھ نکات کو الٹی میٹم کے طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اب بنگالیوں کے مطالبات نے سیاسی عمل کو بوجھل کر دیا تھا اور ستور سازی پر گہرے سیاہ بادل چھا گئے تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ آئینی ڈھانچے کی عدم موجودگی اور انتخابی نتائج سے نیا دستور بنانے کی کوشش کے باعث مجیب الرحمن اور بھٹو دونوں کو اپنے اپنے حریصانہ سیاسی

پروگراموں پر عملدرآمد کے لیے دباؤڈالنے کا موقع مل گیا۔"[7]

اس طرح پاکستان میں ہونے والے پہلے قومی انتخابات کے شدید اثرات اس کے نتائج کی صورت میں سامنے تھے۔ ان کا المناک پہلو یہ تھا کہ یہ انتخابات مسلمہ قانونی رہنما اصولوں کے تحت نہیں کرائے گئے تھے۔اور نہ ہی انتخابات میں شریک ہونے والی سیاسی تنظیموں کے درمیان کوئی افہام و تفہیم موجود تھی۔

ایک اور نکتہ جو اہم ہے یہ انتخابات مارشل لاء دور میں 1962ء کا دستور منسوخ ہونے کے بعد کرائے گئے تھے۔ اور ان کا مقصد ایک نیا سیاسی نظام وضع کرنے کی بجائے صدر، فیلڈ مارشل ایوب خان کے سیاسی نظام کے خاتمے کی توثیق کرنا تھا۔

اقتدار کی ہوس نے ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ بھٹو نے مشرقی پاکستان کی اس صورتِ حال سے مایوس ہونے کے بعد ان انتہا پسند افسروں سے رابطہ کیا جو ایک طرف مشرقی پاکستان کو کسی صورت الگ نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔ مگر دوسری طرف مجیب الرحمن اور عوامی لیگ کے کنفیڈریشن کے مطالبے کو بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔

اگر ذاتی اقتدار کی ہوس سے بالاتر ہو کر پاکستان کی دونوں آزاد اور خود مختار اسلامی مملکتوں کو ایک حقیقت مان کر کوئی مصالحانہ راستہ نکال لیا جاتا تو معاشرے کو پروان چڑھنے کا موقع ملتا مگر اقتدار کی ہوس نے یہ راستہ روک دیا اور یہ سلسلہ المناک واقعات پر منتج ہوا۔

"۔۔۔برصغیر میں دو مکمل اور ایک دوسرے سے تعاون کرنے والی اسلامی مملکتوں کا ظہور جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لئے بہت زیادہ سودمند ہوتا۔ اس طرح نہ تو وہ ایک دوسرے کے خلاف، صف آراء ہوتے اور نہ ہی ایک دوسرے کے انتقام کی بھینٹ چڑھتے۔ لیکن کوتاہ نظر لوگوں نے ملک کے دونوں بازوؤں کی پرامن طریقے سے ایک دوسرے سے علاحدگی کو ناممکن بنادیا۔ حالیہ تاریخی شواہد سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا تھا کہ ان لوگوں کے پاس اس وقت زیادہ بامقصد آپشن موجود تھے۔"[8]

دراصل پاکستان کا سیاسی اور سماجی منظر نامہ 65ء کی جنگ کے بعد تبدیل ہوتا نظر آیا۔ یہ جنگ بھارت کی طرف سے شروع کرنے کا ایک ہی مقصد تھا کہ پاکستان کے زیادہ سے زیادہ علاقوں پر قبضہ کر لیا جائے۔ ناکامی کے بعد ان کے بیانات بدل گئے۔ مگر بھارت کے مکروہ عزائم کسی سے پوشیدہ نہیں تھے۔ پاکستانی علاقوں پر قبضے کے علاوہ ان کا مقصد پاکستان کی عسکری طاقت کو تقسیم کرکے اسے کمزور بنانا تھا۔

اس شکست کا انتقام لینے کے لیے دشمن نے دن رات سازشیں تیار کیں۔ اس جنگ میں بھارت نے ہمارے اپنے لوگوں کو استعمال کیا۔ ہماری اندرونی کمزوریوں کی وجہ سے دشمن کی مکروہ چالیں کامیاب رہیں۔ خاص طور مغربی اور مشرقی قومیت کے حوالے سے منافرت اور تعصب سے اندرونی ماحول بہت مکدر کر دیا تھا۔ "صدیق سالک" نے اس حوالے سے لکھا ہے:

"وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بنگالی قومیت کی وبا تیز ہوتی جا رہی تھی اور شہری اور فوجی طبقے اس کی لپیٹ میں آ رہے تھے۔ اس کو مزید ہوا دینے کے لیے عوامی لیگ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی۔"[9]

مغربی پاکستان کی قیادت حصولِ اقتدار میں مصروف رہی، اس کی وجہ سے مشرقی پاکستان کی عوام میں نفرت اور غصے کے جذبات بہت زیادہ ہو گئے۔ عوام کے تحفظات کی تشفی نہ ہوئی۔ تخریب کار عناصر نے اس غصے اور نفرت کو ایسی ہوا دی کہ تقسیم کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ رہا۔ اس دوران مغربی پاکستان کے زیادہ تر دانشوروں نے یہ کوشش کی کہ اربابِ اختیار تک وہ اس تناظر میں اپنا نکتۂ نظر پہنچائیں مگر حکومت کی طرف سے کوئی بھی مثبت ردِ عمل سامنے نہ آیا۔ اس تمام صورت میں بنگلہ دیش کی مغربی پاکستان سے علاحدگی کے درج ذیل اسباب نظر آتے ہیں:

1۔ پاکستان میں اس وقت کی کمزور قومی قیادت

2۔ 'مکتی باہنی' کا مشرقی پاکستان میں متحرک ہونا اور تخریب کاریاں

3۔ بھارتی افواج کی مہم جوئی

4۔ اقتدار کی منتقلی میں تاخیری حربے

یہ وہ تمام اسباب ہیں جن کی وجہ سے پاکستان دولخت ہوا۔ اس پر مستزاد یہ کہ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان زمینی فاصلہ دونوں کے درمیان سینکڑوں کلومیٹر حائل تھے۔ اس کے علاوہ ان دونوں کے درمیان ایک ایسا ملک تھا جس نے پاکستان کو اس کے قیام سے لے کر آج تک قبول ہی نہیں کیا تھا۔ اس کی وجہ سے عمومی امور اور انتظامی امور کی انجام دہی میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتی رہیں۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان دونوں اپنی اپنی الگ تہذیب و شناخت کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ اس طرح دونوں حصوں کے درمیان باہمی اشتراک اور تعاون کی فضا مکدر ہونے لگی۔ جبکہ زبان کا مسلہ ہنوز قائم تھا جو ہر گزرتے لمحے میں زیادہ نزاعی صورت اختیار کرنے لگا تھا۔

مشرقی پاکستان میں مغربی پاکستان کی نسبت پس ماندگی زیادہ تھی۔ وسائل کم تھے اور مسائل زیادہ

ہوتے چلے گئے، غلط فہمیاں بڑھتی رہیں۔ عوام کی محرومی کو سیاسی نفرت و انتقام میں بدل دیا گیا۔ جسے مخالفین نے اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لے استعمال کیا۔ شیخ مجیب الرحمن جو عوامی لیگ سے رہنما تھے، انہوں نے عوام کی ان محرومیوں کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا اور عوام میں منافرت کی آگ اور بھڑکا دی۔

1970ء کے انتخاب سے پہلے قدرتی آفت نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ بنگال میں شدید سمندری طوفان نے تباہی مچا دی۔ معاشی اور جانی نقصان سے بنگال کا مجموعی نظام مفلوج ہو کر رہ گیا۔ اس دوران مغربی پاکستان کی سیاسی قیادت کی طرف سے مثبت ردِ عمل سامنے نہ آیا۔ اس سے بھی عوام الناس میں مایوسی بڑھ گئی جو نفرت میں تبدیل ہوتی گئی۔ مغربی پاکستان کی سیاسی غفلت نے اس تمام صورتِ حال کو مزید خراب کر دیا۔ عوام الناس میں مایوسی کی صورت حال کو علاحدگی پسند سیاست دانوں نے مزید منفی رخ دیا۔ اس طرح کچھ ہی عرصے میں علاحدگی پسند فکر مشرقی پاکستان کے عوام کا "نظریۂ حیات" بن گئی۔ شیخ مجیب الرحمن کا چھ نکاتی کلیہ سیاسی حوالے سے ان کے لئے بہت معاون ثابت ہوا۔

جب مشرقی حصے کے عوام کی نفرت اور ان کا مغربی پاکستان کے ساتھ رویہ حد سے تجاوز کر گیا تو مغربی پاکستان کی سیاسی قیادت کو اس کا اِدارک ہوا۔ مگر مصالحانہ رویہ اختیار کرنے کی بجائے ان کی سرکوبی کی کوشش کی گئی اور نتیجہ یہ نکلا کہ مجیب الرحمن کے چھ نکات کو مشرقی پاکستان کی اکثریت نے قبول کر لیا یہ صورتِ حال باقاعدہ ایک سازش کا روپ اختیار کر گئی۔

1968ء میں ایسی ہی ایک سازش کی وجہ سے "اگر تلا سازش کیس" میں 28 افراد کے خلاف غداری کا مقدمہ ہوا۔ مقصد نفرت کی فضا کو ختم کرنا اور سازشی عناصر کو کچلنا تھا۔ مگر ہمسایہ ملک بھارت کے اکسانے پر بنگال کے علاحدگی پسندوں نے اس اقدام کو اپنے خلاف جارحیت تصور کیا۔

اس حوالے سے صدیق سالک اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں:

"اگرچہ ابتدا میں شیخ مجیب الرحمن کو اس سازش کے حوالے سے مشرقی پاکستان میں نفرت کا سامنا کرنا پڑا مگر جلد ہی وہ اس مقدمے کے طفیل مقبولیت کے آسمان پر جا پہنچا"۔[10]

انتخابات کے نتائج نے اور اقتدار کی منتقلی کی مشرقی و مغربی پاکستان کے عوام میں فکری سطح پر اختلاف اور بُعد پیدا کر دیا تھا۔ اس دوران ہونے والے تمام واقعات ہی پاکستان میں بحرانی صورتِ حال کو مزید گھمبیر کرتے چلے گئے۔ 30 جنوری 1971ء کو بھارتی ہوائی جہاز کا اغوا جو کشمیری نوجوانوں نے کیا۔ حالانکہ یہ اغوا بھارت کی پاکستان کے خلاف سازش تھی۔ جس کا مقصد پاکستان کو عالمی سطح پر بدنام کرنا اور وہ اپنے اس مذموم

مقصد میں کامیاب ہوا۔ اسی سازش کا حصہ کم عمر پاکستانی ہوا باز "راشد منہاس (نشان حیدر) کے تربیتی طیارے کا اغوا تھا۔

یہ سانحہ 20 اگست 1971ء کو پیش آیا۔ راشد منہاس نے کمالِ جرأت کا مظاہرہ کیا اور بھارتی سرحد کے قریب طیارہ زمین سے ٹکرا کر شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔ اسی دوران "اقبال و جگن ناتھ ہال ڈھا" کہ میں پاکستانی طلباء اور طالبات کا بڑے پیمانے پر قتل عام کیا گیا۔ اس تمام کشیدہ صورت حال میں جب اندرونی صورتِ حال مخدوش تر تھی۔ ملکی حالات اب سیاسی اور عسکری سطح پر قابو میں نہیں رہے تھے۔ بھارت جو ان تمام حالات کی منصوبہ بندی کئے بیٹھا تھا، اس نے موقع پاتے ہی مشرقی پاکستان کی سرحدوں پر جنگ کا آغاز کر دیا۔ 22 نومبر 1971ء کو بھارت نے مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا۔ پھر اس کے چند دن بعد 3 دسمبر 1971ء کو مغربی پاکستان پر حملہ آور ہوا۔ مقصد پاکستانی افواج کو ایک ہی وقت میں کئی محازوں پر مصروف کرنا تھا تاکہ اس صورتِ حال میں مشرقی پاکستان میں اپنے مذموم مقاصد پورے کر سکے۔ 4 دسمبر 1971ء کے بعد پھر بھارت نے کھل کر مشرقی پاکستان میں جارحیت کی اور اس پر قبضے کے درپے ہو گیا۔ افواجِ پاکستان بڑی بے جگری سے اپنے سے کئی گنا بڑے دشمن کے ساتھ برسرپیکار تھیں۔ ہمارے جوان اپنی روایتی شجاعت کی وجہ سے دشمن کے سامنے ڈٹے ہوئے تھے۔ ان کے حوصلے بلند تھے وہ ہر قیمت پر وطن کا دفاع کر رہے تھے۔ دشمن جو اپنی طاقت اور عددی و عسکری حربی سامان کی کثرت کی وجہ سے حملہ آور ہوا، اسے عبرت ناک سبق سکھانا چاہتے تھے۔

پاک افواج کی شجاعت کی داد دیتے ہوئے مرتضٰی انجم، رقمطراز ہیں:

"ہماری بری افواج نے بھارت کی سرحد کے ساتھ ساتھ بہت ہی مضبوط مورچہ سر کر کے ایک دفعہ اور اپنی روایتی بہادری اور صلاحیت کی دھاک بٹھادی۔ ہماری چھوٹی سی فضائیہ نے بھی تاریخی کارنامے انجام دیئے۔ اسی طرح بحریہ بھی کسی سے پیچھے ہر گز نہ رہی۔"[11]

1971ء کی جنگ میں پاک فوج کو شکست تسلیم کرنا پڑی۔ اس کی بڑی وجہ اندرونی و بیرونی سازشیں اور مخلص قیادت کا فقدان تھی۔ یہ فقدان عسکری اور سیاسی دونوں حوالوں سے تھا۔

اس جنگ میں ملک دولخت ہو گیا۔ جانی و مالی نقصان بہت زیادہ ہوا۔ مادر وطن کے بہادروں اور غیور جوانوں نے ماں دھرتی کے تحفظ کے لیے پھر جانوں کا نذرانہ پیش کیا، ان بہادر سپوتوں نے اس جنگ میں بھی روایتی قومی حمیت اور شجاعت کے عظیم کارنامے تاریخ میں رقم کیے اور جام شہادت نوش کیا۔ مادر وطن کے دفاع میں اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے سپوتوں کو ان کی غیر معمولی کارکردگی دکھانے پر قوم نے

سب سے بڑے عسکری تمغے سے نوازا۔

ان میں میجر محمد اکرم شہید، میجر شبیر شہید، سوار محمد حسین شہید، اور راشد منہاس کو سب سے بڑے فوجی اعزاز "نشانِ حیدر" سے نوازا گیا۔ علاوہ ازیں دیگر مجاہدین جو دشمن کے ہر حملے میں پاکستان کے لئے سپر بنے اور وطن کی دفاع میں کسی چیز کو خاطر میں نہ لائے انہیں "ستارۂ جرأت" اور دیگر تمغات و اعزازات سے نوازا گیا۔

اس تمام صورتِ حال میں بلاشبہ ہر فرد قوم غمزدہ تھا۔ حوصلہ کم ہو گیا تھا۔ مگر زندہ قوم ہر نشیب سے ایک نئی امنگ اور حوصلے سے پھر فراز کی طرف اٹھتی ہے۔ عزمِ نو اور عزمِ صمیم کے ساتھ ساتھ نئے ولولے اور جوش کے ساتھ جہدِ مسلسل سے کام لینا اور پھر اپنی منازل کو پالینا زندہ قوم ہونے کی علامت ہے۔ یہ جذبہ پاکستانی قوم میں موجود ہے۔ اسی لیے حوصلہ کھو کر یہ قوم پھر ایک بار نئے عزم کے ساتھ میدانِ عمل میں نکل آئی اور حیاتِ نَو کا آغاز کیا۔

71ء کی جنگ، پاکستانی قوم کے لئے جنگ سے زیادہ ایک سانحہ تھی۔ اس کے اثرات آج بھی ہماری یاداشتوں میں محفوظ ہیں کیوں کہ جنگ میں مالی و جانی نقصان اور فتح و شکست طے شدہ ہے مگر ایک بازو کٹ کر الگ ہو جائے یا پورا جسم، دولخت کر دیا جائے یہ سانحہ دوررس اثرات کا حامل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس کے اثرات اردو ادب پر بہت زیادہ ہوئے۔ اور خاص طور پر طبقہ شعراء نے اس سے بہت گہرا اثر لیا۔ یہ اثرات تادیر اردو شاعری پر چھائے رہے۔ اندرونی و بیرونی سازشوں، تعصب اور باہمی تصادم نے عوام الناس میں مایوسی و نفرت کی فضا پیدا کی۔ دشمن کی محاذ آرائی کے ساتھ ساتھ، اپنوں کی بے وفائی، سیاسی اور معاشرتی زبوں حالی، بچھڑ جانے اور کھو دینے کے دکھ نے قیامِ پاکستان کے وقت کے ہجرت کے دکھ کو اور گہرا کر دیا۔ اس سانحے نے عوام الناس کو شکست و ریخت کے احساس میں مبتلا کر دیا۔ رنج و غم کی کیفیات دلوں میں رچ بس گئیں۔ جس کی وجہ سے ملک میں مجموعی طور پر فضا مغموم اور رنجیدہ بنی رہی۔

اس دوران شعرا نے جو شاعری کی وہ 65ء کی جنگ میں اور مابعد کی گئی شاعری سے قدرے مختلف تھی۔ چونکہ قوم میں مایوسی اور رنج والم کے اثرات زیادہ تھے۔ اس لیے شعراء میں وہ ولولہ، وہ جوش و جذبہ نظر نہیں آتا جو 65ء کی جنگ میں دیکھنے کو ملا تھا۔ مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ قومی شاعری میں جوش و ولولہ اور شجاعت کا تذکرہ نہیں۔ شعراء نے اپنے بہادر سپوتوں، مادرِ وطن کے جری جوانوں کی شان میں اپنے خونِ جگر سے نغمات تخلیق کیے۔ اس سانحے نے اصل میں حساس شعراء کی فکر سطح پر جو اثر کیا وہ قابلِ ذکر

ہے۔

حسن طاہر نے اپنی نظم "پاک آشوب" میں اس تمام صورتِ حال کو بیان کیا ہے۔ وہ اس سانحے کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

"کیا پوچھتے ہو جہاں والو! آزادی و عزو نشاں والو!

پتا ہم پر پڑی ہے کس کی ہم مر گئے آج موت اپنی

ہم جھوٹ کو سچ سے تولتے تھے ہم ظلم پہ نہ لب کھولتے تھے

ہم عزت نفس کے پجاری دھوکہ عادت بنا ہماری

جھوٹے وعدوں کا قصہ بالا کب تک رہتا مگر سنبھالا

(پاک آشوب، فنون)

71ء کی جنگ جو بلا شبہ فقط جنگ نہیں ایک قومی سانحہ ہے۔ اس کے اثرات کے تحت جو شاعری تخلیق ہوئی وہ عسکری سے زیادہ فکری ہے۔ فکری سطح پر جو سوالات جنم لیتے ہیں ان سوالات اور اُن کے جوابات کے گرد گھومتی ہے۔ قوم خود سے سوال کر کے اس کا جواب تلاش کرنے کی کیفیت میں مبتلا ہے کہ آخر وطن کو اس سانحے کا سامنا کیوں کرنا پڑتا ہے۔ کیا یہ اسباب اور حالات اپنوں کی اقتدار کی ہوس کا نتیجہ تھے یا فقط دشمن کی سازشیں تھیں؟ کیا اپنے گھر کو آگ لگانے والوں میں ہم بھی پوری طرح ملوث ہیں؟ آخر ایسا کیوں ہوا؟ وہ کون سے عوامل تھے جس نے جذبہ واحساس اور باہمی الفت کے بندھن سے بندھی اس قوم کو دو لخت کر دیا؟

شعراء کے حساس ذہن نے ان حقائق کو اپنی شاعری میں اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اس دکھ اور کرب کو بھی بیان کیا جس سے قوم گزری:

"۔۔۔ تلخیاں، بے وفائیاں، طعنے، اعتراف شکست، اپنوں کا غم، غیروں کا غصہ، کھو جانے کا افسوس اور عزم نو 1971ء کی جنگ سے وابستہ شاعری کے اہم موضوعات ہیں اور یہی موضوعات کم وبیش تمام شعراء کے ہاں ملتے ہیں، عسکری مہمات سے متعلق نظموں کی تعداد بہت کم ہے۔ کیوں کہ 1971ء کی جنگ میں عسکری مہم جوئی عجیب انداز سے ہوئی تھی۔ بھارتی جارحیت سے پہلے اندرونی خلفشار سے عوام کے ذہنوں پر مایوسی کی کیفیت طاری ہو چکی تھی۔ 1971ء کی جنگ اپنی طوالت اور ہولناکی کے اعتبار

سے 1965ء کی جنگ سے کسی طرح کم نہ تھی۔ نہتے شہریوں پر گولہ باری واملاک کو نقصان اور بھارت کی کھلی جارحیت 1965ء کی جنگ کے حالات کی تصویر تھی لیکن شعراء کی توجہ زیادہ تر سانحے پر مرکوز رہی۔"[12]

"مجید امجد جیسا محب وطن، حساس شاعر پورب اور پچھم کے ہجر کا غم اور زندگی کی بدلی ہوئی صورت پر یوں نوحہ کناں ہیں:

"پھولوں میں سانس لے کہ برستے بموں میں جی
اب اپنی زندگی کے مقدس غموں میں جی
وہ مائیں جن کے لال لہو میں نہا گئے
صدیوں اب ان کے آنسوؤں، اُکھڑے دموں میں جی
بندوق کو بیانِ غمِ دل کا اِذن دے
اک آگ بن کے پوربوں اور پچھموں میں جی

مجید امجد، نظم، اے قوم، مشمولہ: مجموعہ کلام "فردا"

جنگ 65ء کے بعد جنگ 71ء میں پاکستان کا دولخت ہو جانا بہت اہم سانحہ تھا۔ اس کے بہت گہرے اثرات اردو ادب پر ہوئے، شعراء اور ادبا نے اس سانحے کو موضوع سخن بنایا۔ اس سانحے پر ہر شاعر کا قلم اشک بار نظر آیا۔ یہ نغمے یہ حربی منظومات اور اشعار قارئین و سامعین کے دلوں پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ "روحی کنجاہی" نے فنون" میں شامل اپنی ایک نظم بعنوان "زخم جدائی کیسا رہا مجھ سے پوچھیئے" میں اپنے کرب کا یوں اظہار کرتے ہیں۔ اقتباس ملاحظہ کریں:

"زخم جدائی کیسا رہا؟ مجھ سے پوچھیئے
یہ سانحہ ہے کتنا بڑا؟ مجھ سے پوچھیئے
میرا وجود مجھ سے الگ ہو کے رہ گیا
کیوں رو رہا ہے، کون مرا؟ مجھ سے پوچھیئے
کاٹی جڑیں میری، میرے سائے میں بیٹھ کر
لوگوں نے کیا سلوک کیا؟ مجھ سے پوچھیئے

(نظم: زخم جدائی کیسا رہا، مجھ سے پوچھیئے، فنون)

1971ء کی جنگ ایک سانحہ ہے۔ حربی نغموں میں بھی یہ سانحہ ایک کرب بن کر جھلکتا ہے۔ ہر محب وطن یہ نغمات پڑھ کر اور انہیں سن کر مغموم ہو جاتا ہے۔ اس جنگ کے دکھ ہماری روحوں کی تحریر بن گئے۔ ہماری تاریخ میں رقم ہو گئے۔ احمد ندیم قاسمی، کے مجموعہ کلام "محیط" میں اس سانحہ کا رنگ جھلکتا ہے۔ وہ اپنی ایک نظم: "وہ ایک ہی رنگ ہے" میں مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں اہلِ وطن کی شہادتوں پر اپنے جذبات ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"مگر خون کا تو فقط ایک ہی رنگ ہے

چاہے ڈھاکے کا ہو

چاہے لاہور کا

آج کے دن کا

یا آنے والے دنوں کا

ہزاروں کا ہو یا کروڑوں کا ہو

رنگ تو خون کا ایک ہے

اور یہی رنگ ہے آج کی زندگی کا

(ایک ہی رنگ ہے، مشمولہ "محیط)

قیوم نظر، قومی نغمہ نگاری میں وطن سے محبت کے حوالے سے نمایاں ہیں۔ وطن پرستی ان کے نغموں کا خاصا ہے۔ ان کے ہاں لفظ لفظ حب وطن میں ڈوبا ہوا ہے۔ 71ء کی جنگ میں انہوں نے جس کرب کا اظہار کیا ہر محب وطن پاکستانی کے دل کی ترجمانی کرتا ہے۔ جب وطن پر ایسا کڑا وقت آجائے کہ اس کا ایک بازو اس سے الگ ہو جائے، صدیوں کے چاہنے والے ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں تو یقیناً اس نقصان کی تلافی ناممکن ہو جاتی ہے۔ فقط الفاظ ہی اس روح فرسا سانحے کی تصویر گری کر سکتے ہیں۔ قیوم نظر کی نظم جس کا عنوان ہی "سقوطِ ڈھاکہ" ہے اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

"کیا کہیں دیکھا ہے دن — کس طرح ڈوبا ہوا

اک سمندر آگ کا — تا افق پھیلا ہوا

اک دریا خون کا — موج موج اٹھتا ہوا

اک شعلہ جبر کا — سر بسر چلتا ہوا

ہر گھڑی دیوار سے | اک جواں لٹکا ہوا
ہر گلی کے موڑ پر | اک سر چٹخا ہوا
عضو عضو انسان | جا بجا بکھرا ہوا
کیا کہیں دیکھا ہے دن | کس طرح ڈوبا ہوا

(سقوط ڈھاکہ، قلب و نظر کے سلسلے)

شعراء نے اس عرصے میں جو حربی نغموں کی تاریخ لکھی وہ گہری جذباتیت کی مظہر ہے۔ ان کے اندر کا حساس انسان وطن اور اہلِ وطن کو اس دگرگوں حالت میں دیکھ کر تڑپ اٹھتا ہے۔

'سید ضمیر جعفری، جو خود بھی فوجی آفیسر کی حیثیت سے فرائض ادا کر چکے تھے۔ 71ء کی جنگ میں افواج پاکستان بڑی بے جگری سے لڑیں۔ "کمال پور" اس حوالے سے شاعری میں بھی امر ہو گیا کہ شکست کے باوجود ہمارے بہادر جوانوں نے اپنا جوش و جذبہ کم نہ ہونے دیا۔ سازشوں نے وطن کو دولخت کر دیا لیکن افواجِ وطن کا ماں دھرتی سے عشق کا جذبہ ماند نہ ہوا بلکہ دوچند ہو گیا، کمال پور کی لڑائی کو بہت سے شعراء نے موضوع سخن بنایا۔ سید ضمیر جعفری کی درج ذیل نظم جو ہفت روزہ "ہلال" کی زینت بنی، اس کا عنوان ہے "کمال پور دستہ" اس نظم سے اقتباس دیکھیے:

"کمال پور کا دلیر دستہ
وہ شیر لشکر کا شیر دستہ
زمیں کی شمعو! گواہ رہنا، فلک کے تارو! گواہ رہنا،
اداس کھیتو! جلی منڈیرو! لٹی بہارو! گواہ رہنا
وفا کی بیدار منزلوں میں!
غنیم کے سرد مقتلوں میں
ہماری تاریخ کی شفق رنگ یادگار! گواہ رہنا
ہمیشہ روشن و ہمیشہ زندہ
کمال پور کا دلیر دستہ
وہ شیر لشکر کا شیر دستہ

(کمال پور کا دستہ، ہفت روزہ، ہلال)

شعراء نے اس دوران جو نغمات، تخلیق کیے ان میں زندہ قوموں کی طرح جینے کا عزم اور حوصلہ بھی موجود ہے۔ انہوں نے اس کڑی آزمائش میں اپنے وطن کی ماؤں، بہنوں کو ڈھارس بھی دی اور ماں دھرتی سے اپنے اٹوٹ رشتے کو محبت سے اور زیادہ مضبوط کرنے کی ترغیب دی۔

شعراء نے سقوطِ ڈھاکہ کے سانحے سے قوم سے ریزہ ریزہ وجود کو سمیٹنے کی کوشش کی۔ صہبا اختر کی نظم "سنہرا دیس" اہل وطن کو ہر ابتلا و آزمائش سے سرخرو ہو کر نئے ولولوں سے آگے کی طرف گامزن ہونے کا پیغام دیتی ہے۔ اس کے اشعار ملاحظہ کریں:

سنو میری بہنو! سنو میری ماؤ!

نہ گریہ کرو اور نہ آنسو بہاؤ

تماشائے گلشن، بہار و خزاں ہے

کہ ہر ابتلائے وطن، امتحاں ہے

جو مختار ٹھہرے، وہ مجبور بھی ہے

یہی زندہ قوموں کا دستور بھی ہے

(صہبا اختر، سقوط ڈھاکہ)

1971ء کی جنگ کے دوران شعراء کی تخلیق کیے ہوئے نغموں کو سازو آواز سے مزین کرنے کا کام جاری تھا۔ ریڈیو پاکستان نے اپنی ذمہ داریاں مکمل طور پر نبھائیں۔ اس کے علاوہ پاکستان ٹیلی ویژن کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔ ریڈیو پاکستان کے ہر سٹیشن سے پل پل تازہ خبریں نشر ہو رہی تھیں۔ بھارتی جارحیت کے مقابل پاکستانی جیالے ڈٹے ہوئے تھے۔ مساجد سے افواج پاکستان کی بہادری پر اللہ اکبر کے نعروں کی صدائیں گونج رہی تھیں۔

29 نومبر 1971 کی سہ پہر، ڈھاکہ کی مساجد سے نعرہ تکبیر بلند ہوا جس کے بعد ریڈیو پاکستان ڈھاکہ سے خبریں نشر ہوتی ہیں کہ کمال پور اور کومیلا، کے علاقوں میں پاکستانی فوج نے بھارتی حملہ پسپا کر دیا ہے۔

سامعین کی اللہ اکبر اور پاکستان زندہ باد کے نعروں کی صداؤں سے فضا گونج اٹھی، خبریں ختم ہوتے ہی ریڈیو پاکستان کراچی کا تیار کردہ نغمہ فضاؤں میں گونج اٹھا۔ یہ نغمہ گلوکار بشیر احمد اور ساتھیوں کی آواز میں ریکارڈ کیا گیا تھا۔ اس کے بول ہیں:

"سلام اے ڈھاکہ و چاٹگام کے غازی نگہبانو!

سلام اے سلہٹ و جیسور کی مضبوط دیوارو!

یہ نغمہ سنتے ہی قوم کے اندر ایک نیا جوش وولولہ بھر گیا۔ محاز پر برسرپیکار سپوتوں کے لہو کو گرما دیا۔

اب نغموں کا ایک سلسلہ ریڈیو پاکستان کے مختلف علاقائی سٹیشنوں سے چل نکلا تھا۔ اس کے بعد ریڈیو سٹیشن کراچی سے ایک اور جنگی ترانہ فضاؤں میں سنائی دیا یہ نغمہ "ضیا جالندھری، نے لکھا تھا اور اس نغمے کو احمد رشدی، نے اپنی پر سوز آواز میں گایا کہ ہر لفظ سامعین کے دل میں اتر گیا۔ اس کے بول درج ذیل ہیں:

"اے خدائے ذوالجلال! تیرے حکم سے تیرے شہید لازوال

یوں ریڈیو پاکستان ڈھاکہ، کراچی اور لاہور سے جو قومی حربی نغمے نشر ہو رہے تھے وہ اپنی افواج کو قوم کی طرف سے یہ پیغام دے رہے تھے کہ ساری قوم حتیٰ کہ قوم کے شاعر، موسیقار اور گلوکار و فنکار سب ایک بار پھر قومی جوش و جذبے کے ساتھ اپنی غیور سپاہ کے ساتھ کھڑے ہیں۔

اہل جیسو کر اور اہلِ ڈھاکہ سے اپنی محبت کا ثبوت شعرائے نے فی البدیہہ نغمے لکھ کر دیا۔

منظر ایوبی نے درج ذیل نغمہ تحریر کیا۔ جسے نسیمہ شاہی، ایس پی جون اور ساتھیوں نے ریڈیو پر گایا۔ اس کے بول ہیں۔

"ہاں سلامت رہیں میرے شہہ زور
مجھ کو کوئی خطر نہیں جیسور

تابش دہلوی نے مشرقی پاکستان ڈھاکہ و جیسور، کے جیالوں کے لیے نغمہ لکھا جو ریڈیو کراچی سے نشر کیا گیا اس کے بول درج ذیل ہیں۔

"جیسور کے جیالو! ڈھاکہ کے رہنے والو!
رکھے گی یاد دنیا تم جس طرح لڑے ہو
میدانِ جنگ میں تم جس شان سے بڑھے ہو
ہر جیت ہے تمہاری، اپنے قدم جمالو۔

## ب: حب الوطنی کے عناصر کا ملی نغموں میں اظہار:۔

یہ ایک فطری تقاضا ہے کہ ہر ذی روح اپنے مسکن سے جڑا ہوتا ہے۔ وہ اس جگہ سے فطرتاً گہری وابستگی اور محبت رکھتا ہے جہاں پلتا بڑھتا ہے۔ اپنے وطن یا ملک سے محبت یا حب الوطنی سے مراد کسی شخص کی

اپنی سرزمین یا وطن سے محبت اور بے پناہ پیار ہے۔ ہر محب وطن فرد اپنے ملک، قوم اور علاقے سے ثقافتی اور فکری حوالوں سے منسلک ہوتا ہے۔ اپنے وطن سے محبت اور وابستگی کا رشتہ اسے ہمہ وقت اس بات پر تیار رکھتا ہے کہ اگر وطن یا قوم کو ضرورت پڑے تو وہ اس کی خاطر ہر طرح کی قربانی کو تیار رہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس مٹی کو ماں کی طرح تصور کرتا ہے جو اپنے وسیع دامن میں اسے پھیلنے، پروان چڑھنے اور ترقی کی منازل کو پالینے میں ہر طرح کی معاونت دیتی ہے۔ اسی لئے ایسے اپنے وطن کی مٹی، دنیا کے دیگر تمام ملکوں سے افضل نظر آتی ہے۔

حب وطن کا جذبہ اس وطن اور قوم آئیڈلوجی سے بھی منسلک ہوتا ہے۔ اس میں فرد کے زمینی، ثقافتی، سماجی اور مذہبی عقائد بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح وطن یا اپنی ماں دھرتی، اپنے بسنے والوں کو یہ اختیار دیتی ہے کہ تمام لوگ اپنی سرزمین کی حفاظت کریں، اپنے اپنے مذہبی کام بلاخوف وخطر اپنی متعین کردہ حدود کے اندر رہ کر انجام دیں۔

انسان تو اشرف المخلوقات ہے اسے عقل و فہم اور نطق کی طاقت دی۔ حیوان بھی جس زمین پر پیدا ہوتا ہے اس سے محبت اور اس کی سرشت میں شامل ہو جاتی ہے۔ غرض چرند پرند سب اپنے گردو پیش اور ماحول سے استفادہ کر کے اپنے ہی مسکن کی طرف لوٹ کر آتے ہیں۔۔ یعنی اپنے گھر کے درودیوار، اپنے گلی کوچوں اور اپنے ماحول سے صرف انسان ہی کو نہیں بلکہ دیگر حیوانات کو بھی لگاؤ ہوتا ہے۔

جس طرح اپنے قریبی رشتوں کی محبت فطری ہوتی ہے اس طرح اپنی دھرتی سے محبت کا جذبہ اور رجحان بھی فطری اور طبعی ہوتا ہے۔ جس زمین پر انسان پرورش پاتا ہے۔ اپنے سپنے پورے کرتا ہے، اپنے خوبصورت رشتے بناتا ہے یہ سب ایسے فقط اپنے وطن، اپنے علاقے اور اپنے گھر میں نصیب ہوتا ہے۔ اور دیس کی مٹی اسے یہ سب دیتی ہے۔ وہ اپنی مٹی کی خوشبو سے معطر رہتا ہے۔ یہ مٹی اس کا گھر کہلاتی ہے۔ وہ وطن سے دور رہ کر بھی ہر سہولت ہر تعیش کے باوجود اپنے وطن کی یاد میں دن رات نیم بسمل رہتا ہے۔ وطن کی محبت اسے اپنے پن کا احساس دلاتی ہے۔

اس لیے جو لوگ اپنے وطن سے غداری کرتے ہیں، انہیں کبھی بھی وطن کی تاریخ میں عزت نہیں ملتی وہ اپنے ناپاک عزائم اور وطن دشمن سرگرمیوں کی وجہ سے ہمیشہ نفرت کے مستحق ٹھہرتے ہیں جبکہ اس کے بالکل برعکس جو محب وطن اپنے وطن کی حفاظت اور بقاو سلامتی کے لیے ہر دم مستعد رہتے ہیں اپنی جان کی پرواکیے بغیر اس کا تحفظ کرتے ہیں، ان کا نام تاریخ میں جلی حروف میں لکھا جاتا ہے۔ وہ لوگوں کے دلوں میں

زندہ رہتے ہیں۔

حب الوطنی کے اس فطری جذبے کی قدر ہمارے مذہب اسلام نے بھی کی ہے۔ اسلام اس فطری و طبعی جذبے کا احترام کرتا ہے۔ بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر ریاست میں پر امن ماحول بھی دیتا ہے تاکہ اس میں رہ کر تمام افراد وطن ملی یکجہتی اور محبت کی فراوانی کو یقینی بنائیں۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہمیں حب وطن کا بہترین نمونہ ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے 'مکہ' سے محبت کر کے یہ سنت آنے والوں کے سامنے رکھ دی کہ اپنی مٹی یا وطن سے محبت کیسے کی جاتی ہے۔ جب حضرت محمد ﷺ کو مشرکین مکہ نے مجبور کر دیا اور آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے مکہ کو الوداع کہا تو کس طرح آب دیدہ ہو گئے اور فرمایا:

"اے مکہ! تو مجھے بہت عزیز ہے مگر تیرے بیٹے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ سرزمین مکہ سے کس قدر دلی وابستگی رکھتے تھے۔ اذیتوں کی انتہا ہو گئی مگر مکہ کی سرزمین کو نہ چھوڑا مگر جب مجبوراً چھوڑنا پڑا تو اس کی مفارقت میں اپنی دلی کیفیت کا اظہار فرمادیا۔

ارض پاکستان، روئے زمین پر اللہ کا عطا کردہ بیش قیمت تحفہ ہے۔ اس سے محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ وطن سے محبت کا جذبہ جزوِ ایمان ہی نہیں بلکہ عین ایمان ہے۔ وطن جنت سے کم نہیں۔ اپنی مٹی سے وابستگی ہی کی وجہ سے ہر محب وطن جذبہ ایثار و قربانی میں پیش پیش رہتا ہے۔

اپنی سرزمین سے محبت پاکستانی عوام کے صرف جذبوں اور احساس تک محدود نہیں بلکہ ان کے قول و فعل میں بھی نظر آنی ضروری ہے۔ ہر محبِ وطن دعا گو رہتا ہے کہ اللہ وطن عزیز کو سلامت رکھے۔ یہ جذبہ حب الوطنی ہی ہے کہ ہر فرد کے لبوں پر یہ نغمہ جاری ہو جاتا ہے۔

یہ وطن ہمارا ہے ہم ہیں پاسباں اس کے
یہ چمن ہمارا ہے ہم ہیں نغمہ خواں اس کے

مگر تخریب کار عناصر قلع قمع کرنا بھی حب الوطنی کا اولین تقاضا ہے۔ جذبہ حب الوطنی ہی کی وجہ قوم میں اتفاق و یکجہتی پیدا ہوتی ہے اور قوم ایک لڑی میں پروئی رہتی ہے۔ اسی جذبِ باہمی کی وجہ سے قومیں ہر کڑی سے کڑی آزمائش میں سیسہ پلائی دیوار بن جاتی ہیں اور کامیابی و سرخروئی ان کی قسمت بن جاتی ہے۔

اپنے وطن سے محبت کے اس سچے جذبے ہی کی بدولت پاکستانیوں نے قیام سے لے کر موجودہ دور تک دشمنوں کی سازشوں، ریشہ دوانیوں اور دراندازیوں کا بھرپور جواب دیا۔ ایثار و قربانی اور محبت کے جذبے سے

جنگیں جیتی جاتی ہیں۔ اگر قوم میں یہ جذبہ ماند پڑ جائے تو لمحۂ فکریہ ہے۔ جذبہ حب الوطنی ہی وہ بنیادی عنصر ہے جس کی بدولت مختلف رنگ و نسل، مذہبی عقائد، مختلف زبانیں اور مختلف صوبوں سے تعلق رکھنے والے باہم متحد اور یک جان نظر آتے ہیں۔

قوموں کی زندگی میں وطن سے محبت کا جذبہ جب بھی ماند پڑتا ہے۔ قوم کو ایسے نقصان سے واسطہ پڑتا ہے جس کی تلافی نسلوں تک نہیں ہو سکتی۔ 65ء کی جنگ میں جب پاکستانیوں کے دل ماں دھرتی کی محبت سے لبریز تھے۔ پاکستانی عوام اپنی افواج کے شانہ بشانہ دشمن کی بزدلانہ یلغار کے آگے سیسہ پلائی دیوار بن کر ڈٹ گئی۔

ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والا پاکستانی مادرِ وطن کا جانباز محافظ اور سپاہی بن گیا۔ یوں لگتا تھا کہ یہ نہتے اہلِ وطن سرحدوں پر مامور غیور اور شجاع سپاہی ہیں۔ ہر کوئی اپنی بساط سے بڑھ کر وطن کے لیے اپنی تمام متاع کے ساتھ حاضر تھا۔ جب وطن اور دفاع وطن کے جذبے سے بھرپور پاکستانی مادرِ وطن کے دفاع اور بقا کے ساتھ ساتھ ایک ہی عزم لیے ہوئے تھے کہ عیار دشمن کو اس بزدلانہ اقدام پر ایسا سبق سکھایا جائے کہ اسے پھر کبھی وطن عزیز کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی بھی جرأت نہ ہو۔

وطن کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے ہر اہلِ وطن محاذوں پر اپنے جیالوں کو اپنی خدمات پیش کرنے میں پیش پیش رہے۔ قوم کے اس جوش و جذبے کے سمندر نے افواج پاک کے لہو کو گرمائے رکھا۔ سرحدوں پر دفاع وطن میں لڑتے سپاہی اور فخر اور مان کے ساتھ دشمنوں کو تہس نہس کرنے کے لیے تیار تھے۔ کسان، ہاری، مزدور، دفتری ملازم، افسر، خواتین نوجوان، قوم کا ہر فرد اپنی جگہ وطن کا سپاہی بن گیا۔ حتیٰ کہ اسی جذبے کی بدولت جب شاعر کے دل میں وطن کی محبت کا سوتا پھوٹا، حب وطن کی آنچ نے شاعر کا دل گداز کیا تو وطن کی محبت میں کیسے بے مثال اور دلنواز، سریلے گیت اس کے قلم سے نکلے کہ آج بھی جب اہلِ وطن کی سماعت سے ٹکراتے ہیں تو دل وطن کی محبت میں جھوم اٹھتے ہیں۔

مگر 1971ء میں جب اندرونی طور پر اس جذبے میں دراڑ آئی تو اہل وطن اور سپاہ وطن کو دو محاذوں پر بے جگری سے لڑنا پڑا۔ اندرونی سازشی عناصر اور مکار دشمن دونوں محاذوں پر ہماری افواج برسرِپیکار رہیں۔ اپنے کم تر جنگی و حربی سامان اور کم فوج کے ساتھ بڑی بے جگری سے وطن کا دفاع کیا۔ مگر اس جنگ میں وطن نے جس سانحے کو سہا، وہ سقوطِ ڈھاکہ کا دلخراش سانحہ ہے۔

مقاصد وطن کی تکمیل اور منزل کے حصول کے لیے اگر دشمن کی للکار کے سامنے ہمارے سپاہی سینہ

تانے کھڑے تھے تو ان آزمائش کے لمحات میں پوری قوم یگانگت اور اتحاد کا نمونہ بنی ہوئی تھی۔ ان کے ساتھ ساتھ اہل قلم نے قلمی محاذ سے جہاد میں شمولیت کی۔ جنگ ستمبر کے بعد سے 1980ء کے درمیانی عرصے میں ملک میں سیاسی منظر نامہ ہر گز ساز گار نہ تھا۔ اس کے اثرات وطنِ عزیز کے ہر شعبہ زندگی پر ہو رہے تھے۔ سماجی و معاشی اقتصادی، مذہبی حتیٰ کہ تعلیمی سطح پر ابتری کے حالات پیدا ہوتے جا رہے تھے۔

اس دوران میں قومی و ملی شاعری کی اصطلاح کا استعمال بڑھ گیا کیوں کہ اب جو ادب خاص طور پر شاعری تخلیق ہو رہی تھی وہ سیاسی و سماجی منظر نامے سے متاثر ہو کر لکھی جا رہی تھی چوں کہ پاکستان کو قیام ہی سے سازشی عناصر اور دیگر لاینحل مسائل ورثے میں ملے تھے اس سے ان کا قلع قمع اتنی کم مدت میں ممکن نہ تھا۔ ان حالات کا اثر قوم کے ہر طبقے کے لوگوں پر ہو رہا تھا۔

پس ملی نغموں کی روایت میں سیاسی و سماجی پہلو خاص طور پر نمایاں رہا۔ کیوں کہ شعراء اپنے سماج سے ہی جڑے ہوتے ہیں وہ اپنے عہد کی سیاسی اور سماجی فضا سے گہرا اثر لیتے ہیں۔ عصری حالات و واقعات ان کی حسیات کو متاثر کرتے ہیں۔ یوں وہ اپنے عصر کی سیاسی و سماجی صورت حال کو اپنی جذبہ اور تخیل سے آمیز کر کے شعری سانچے میں ڈھالتے ہیں۔ ملی نغمہ نگاری میں پاکستان کے ان دو دہائیوں پر مبنی عہد کی اخلاقی، سماجی اور سیاسی اقدار کی تصویر کشی ہوتی ہے۔ ملی جذبات کی حامل شاعری اپنے سماج کی ترقی اور بقا کی ضامن ہوتی ہے۔ کبھی مخدوش حالات میں امید اور حوصلہ بڑھاتی ہے۔ تو کبھی کبھی جبر و استبداد اور ظلم میں صدائے احتجاج بلند کرنے کا عزم بیدار کرتی ہے۔

ایک محبِ وطن شاعر اپنی سر زمین کی اعلیٰ روایات کا امین ہوتا ہے۔ ایک مخلص، سچا اور دیانت دار ادیب شاعر اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتا ہے۔ اپنے عصری حالات کی منظر کشی پوری صداقت اور دیانتداری سے کرتا ہے۔ وہ حق کا علم بلند کرتا ہے اور اپنے سامنے جواب دہ ہوتا ہے۔ اپنی شاعری کے ذریعے قوم و ملت کو اپنی مٹی سے وفا کا درس دیتا ہے۔ پاکستانی شعراء نے خواہ ان کا تعلق پاکستان کے کسی بھی صوبے یا خطے سے ہو، زبان کوئی بھی ہو اپنے وطن سے وفاداری کا حق نبھایا۔ ستر اور اسی کی دہائی میں شعراء نے بڑی جرأت اور دلیری سے قلم استعمال کیا۔ پاکستانی شعراء نے اپنی قوم اور سپاہ کے شانہ بشانہ قلم سے جہاد کیا اور ملک و قوم کو نئے عزم اور حوصلے سے اپنی منزل کی بڑھنے کے عزم کو بیدار کیا۔

1966ء سے 1980ء تک کے دورانیے میں تخلیق ہونے والے ملی نغموں میں حب الوطنی کے عناصر مختلف صورتوں اور حوالوں سے ملتے ہیں۔ ہر وہ واقعہ، حادثہ یا لمحہ شعراء نے ملی نغموں کی صورت میں محفوظ کر

لیا جو وطن سے وابستہ تھا یا جس کا تعلق وطن اور ملت کی بقاو سلامتی، تحفظ اور خوشحالی سے تھا۔

## 1۔ 1966ء کے بعد حب الوطنی کے مختلف عناصر:

کسی بھی ملک کی افواج اس ملک و قوم کا سب سے اہم ادارہ ہوتا ہے۔ یہ فوج ہی ہے جو اپنی قوم اور ملک کو پیش آنے والے تمام آزمائشوں اور کڑے وقت کا سینہ تان کر سامنا کرتی ہے۔ فوج ملک کو درپیش اندرونی اور بیرونی سازشوں اور دراندازیوں سے نمٹنے کے لئے ہمہ وقت مستعد رہتی ہے۔ پاکستانی افواج اپنی روایتی شجاعت و حمیت میں بے مثال ہیں۔

پاکستان کو قیام سے لے کر عہد حاضر تک جب بھی اندرونی یا بیرونی دشمن نے للکارا پاکستانی سپاہ نے جواں مردی سے جواب دیا۔

پاکستانی سپاہ کا شمار دنیا کی چند ایک بڑی افواج میں ہوتا ہے۔ پاکستانی افواج کا فرضِ اولیں ارضِ وطن کی سرحدوں کی حفاظت ہے۔ پاکستانی افواج نے قیام وطن سے لے کر آج تک وطن پر مسلط کی جانے والی ہر جارحیت کا منہ توڑ جواب دیا۔ اپنے ملک کے دفاع اور استحکام کے لئے افواج کا کردار بے نظیر ہے۔

قومی سالمیت کے لیے پاکستانی افواج نے چار بڑی جنگیں لڑیں۔ وطن اور قوم کی سالمیت کے لیے پاک فوج کے کردار اور کارناموں کا تذکرہ ہو تو اس میں پاک فوج کی قربانیاں بے حساب اور بے مثال ہیں۔ عالمی سطح پر حاصل ہونے والے اعزازات بھی ہماری سپاہ کے پاس ہیں۔ مثلاً ایک منٹ میں سب سے زیادہ طیارے تباہ کرنے کا اعزاز پاکستانی فضائیہ کے زیرک اور جری شاہین 'محمد محمود عالم" ایم۔ ایم۔ عالم کے پاس ہے۔ سطح سمندر سے 12 ہزار فٹ کی بلندی پر ٹینک کی تعیناتی افواج پاک کا کارنامہ ہے۔

ملک کی آزادی، خود مختاری اور بقا کا تحفظ قربانیاں مانگتا ہے۔ وطن کی سالمیت کے تحفظ کے لیے پاکستان کے جری سپاہیوں نے بے مثال قربانیاں دیں۔ افواج نے جذبہ حب الوطنی اور پیشہ وارانہ مہارت کے ساتھ قومی یکجہتی اور آئینی و جمہوری نظام کی مضبوطی میں اپنا کردار مثبت انداز سے اور بھرپور طریقے سے ادا کیا۔

23 ستمبر کو اقوام متحدہ کی طرف سے جنگ بندی کا اعلان ہو گیا۔ مگر قوم کے ہر فرد کا جذبہ حب وطن بہت بلند تھا۔ پوری قوم میں جہاد اور وطن سے محبت کا اک ولولہ تازہ پیدا ہوا۔ یہی جوش و ولولہ وطن کے شعراء میں نظر آیا اس دوران میں لکھے جانے والے ملی نغموں میں اپنی افواج سے دلی لگاؤ کا جذبہ غالب رہا۔

مشرقی پاکستان کا سانحہ ملی نغموں میں اداسی اور اپنوں کی مفارقت کا نوحہ بن کر ابھرتا ہے۔

جنگ کے بعد کی شاعری میں وطن کے چپے چپے سے محبت اور افواج اور محاذ جنگ کے بارے میں خراج عقیدت نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ اس دوران مختلف شخصیات جس میں فیلڈ مارشل ایوب خان کا تذکرہ موجود ہے۔ فوجی اعزازات کے بارے میں نغمات لکھے گئے۔ میجر عزیز بھٹی جنہوں نے بی۔ آر۔ بی نہر سے دشمن کو ایک قدم آگے نہ بڑھنے دیا انہوں نے دشمن کی افواج اس کے ٹینکوں کے سامنے دوبدو جنگ لڑی۔ اپنی جان دے کر مادرِ وطن کا دفاع کیا حتیٰ کہ دشمن بھی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا۔

شعراء کے دلوں میں وطن سے محبت کے ساتھ ساتھ اپنے بہادر سپاہیوں کے ان کارنامون کو بھی اپنی نغمہ نگاری کا موضوع بنایا، نہ صرف اس میں مرد شعراء پیش پیش رہے بلکہ شاعرات نے بھی اپنا قلم وطن اور سپاہِ وطن کے گیت لکھنے کے لیے وقف کر دیا۔ انہوں نے بھی وطن کی عظمت و رفعت اور محبت کے گیت لکھے۔

میجر عزیز بھٹی کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے کشور ناہید کا درج ذیل نغمہ ملاحظہ کریں۔ اس نغمے میں میجر عزیز بھٹی کی خدمات کو سراہا گیا۔

'عزیز بھٹی تیرا نام جرأتوں کا نشاں

نشانِ حیدر و جرأت تری وفا کا بیاں

تو اے عزیز! نگار وطن، سپاہ کے عزیز

رہا تو فوج کا آئینہ سکوں ساماں

میں اپنی شاعری اپنی نوا اور اپنا فن

تیری وفا کی ثنا کے لے کروں قرباں

(عزیز وطن، جنگ ترنگ)

66ء کے بعد کی ملی شاعری میں شعراء کے ہاں فکری اور موضوعاتی سطح پر جدت اور تنوع نظر آتا ہے۔ جنگ ستمبر نے سوچ کے نئے زاویے متعارف کروائے۔ شعراء کے سوچنے کے انداز میں تبدیلی آئی۔ روایتی عشق، محبت کے موضوعات سے نکل کر حبِ وطن کا جذبہ شدت اختیار کر گیا۔

عساکر سے محبت، جذبہ حب الوطنی کا اہم حصہ ہے۔ جنگی حالات میں شعراء اور ادباء کا حساس قلم اپنے احوال سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ عسکری شاعری ایک دن کی بات نہیں بلکہ یہ سالوں پرانی ہے اس وابستگی کا اظہار ہے جو کسی فرد کو اپنی قوم اور وطن سے ہوتی ہے۔ شعراء نے شاعری کو اس دوران ذریعۂ ابلاغ بنایا۔

اس دوران میں لکھے گئے ملی نغموں میں مقصدیت کے علاوہ ترنم، نغمگی اور گداز کی خوبیاں موجود ہیں۔ شعراء نے اپنی شاعری کی ذریعے اہل وطن کے جذبات کو مہمیز لگائی، ان کے اندر حب وطن کا جذبہ بیدار کیا۔ اپنی دھرتی کی شبانہ روز خدمت کا جذبہ پیدا کیا۔

شعراء کرام ملی جذبوں میں ڈوب کر شاعری کر رہے تھے۔ پاکستانی میڈیا ریڈیو پاکستان جس میں اب پاکستان ٹیلی ویژن بھی شامل ہو گیا تھا۔ ان مراکز پر ان نغموں کو سازو آواز سے مزین کر کے نشر کیا جاتا۔ یوں پاکستانی عوام کے جذبات سرحدوں پر دشمن سے نبرد آزما سپاہیوں تک پہنچائے جاتے۔ جو ان کا لہو گرماتے تھے اور پہلے سے کہیں زیادہ ولولے اور ترنگ سے دشمن کو جواب دیتے۔ ریڈیو پاکستان کا کردار بہت نمایاں رہا۔ جنگ کے بعد بھی جنگی ملی ترانے بڑے تسلسل سے نشر ہوتے رہے۔ قومی ٹیلی ویژن، پاکستان ٹیلی ویژن کا قیام 26 نومبر 1964ء کو عمل میں آیا تھا۔ اس لیے پاکستان ٹیلی ویژن کے پاس صرف لاہور مرکز سے نشریات کی سہولت تھی۔ اس کے باوجود بڑی تندہی سے جنگ کے دوران اور جنگ کے بعد خبریں اور ملی گیت پیش کیے۔

اس عرصے میں جو ملی نغمے پاک ریڈیو اور پاکستان ٹیلی ویژن نے پیش کیے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے انصر عباس رقمطراز ہیں:۔

> "نشریاتی اداروں پر نشر ہونے اور موسیقی کے ساتھ پیش کیے جانے کی وجہ سے شعراء نے پابند۔۔۔ پر زیادہ انحصار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ عسکری نغمات میں ترنم اور آہنگ زیادہ پایا جاتا ہے۔ یہی آہنگ رزمیہ اور عسکری شاعری کی پہچان ہے اور چونکہ رزمیہ اور عسکری شاعری کا مقصد عساکر کے جذبات کو ابھارنا اور گرمانا ہوتا ہے اس لیے نغمگی اور ترنم ان کا خاصا ہے۔ عسکری شاعری میں الفاظ کا چناؤ بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ ایسے الفاظ کا استعمال جن سے جذبات کی شدت کا اظہار ہو سکے عسکری اور رزمیہ شاعری کا لازمی حصہ ہیں اور یہ تمام خصوصیات ہمیں 1965ء کی جنگ سے متعلقہ شاعری میں بدرجہ اتم محسوس ہوتی ہیں۔ شاعری میں جذبات کی گہرائی اس دور کی شاعری کا امتیازی نشان ہے۔"[13]

میجر عزیز بھٹی شہید کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے جو نغمات بہت مقبول ہوئے۔ ان میں درج ذیل نغمہ کے بول ملاحظہ کریں:

"عزیز ملت، نشانِ حیدر"

یہ نغمہ منیر حسین اور ساتھیوں نے ملی جوش و جذبے سے بھرپور آواز میں سامعین کی نذر کیا۔ اس کے علاوہ ایک اور نغمہ جس کے بول درج ذیل ہیں بھی منیر حسین اور ساتھیوں کو گانے کا اعزاز حاصل ہوا۔

"اچی تیری شان مجاہد!

جنگ ستمبر میں کامیابی نے پوری قوم کو ایک نظریے پر متحد کر دیا۔ اس جنگ میں افواج کے ساتھ ساتھ قوم نے بھرپور کردار ادا کیا تھا۔ افواج پاکستان کے جری کارناموں کے ساتھ ساتھ پاکستانی قوم کی قربانیاں بھی لازوال اور بے مثال ہیں۔ اس واقعے کے نتیجے میں شعراء نے جو نغمہ نگاری کی وہ بھی تاریخ میں امتیازی مقام کی حامل ہے۔ طبقہ شعراء نے دل میں حب الوطنی کی جوت جگائے رکھی اور دل کھول کر پاکستانی فوج اور پاکستانی قوم کو داد شجاعت دی۔ انہوں نے اپنے ان نغمات کے زریعے سترہ روزہ جنگ کو تاریخ میں امر کر دیا۔ شعراء نے اس دوران جو شاعری کی اس میں جنگ کی منظر کشی۔ جذبہ حب الوطنی کے اظہار اور عسکری اوزاروں اور کارناموں کے بیان کے لیے جو الفاظ و تراکیب اور اصطلاحات کا استعمال کیں انہوں نے اردو زبان کو نئی لغت سے آشنا کیا۔ شعراء نے اپنی شاعری میں بھارتی افواج کی اس بزدلانہ کاروائی کی بھرپور مذمت کی، ان کا خاکہ اڑایا، پاکستانی افواج کی شجاعت، حمیت اور جذبہ محبت کی تحسین کی۔

جمیل الدین عالی کا تحریر کردہ یہ نغمہ جب نور جہاں کی دل سوز اور سریلی آواز میں پاکستانی فضاؤں میں گونجا تو پاکستانی عوام اور پاکستانی فوج کے خون میں گویا بجلیاں کوند گئی۔ اس کے بول درج ذیل ہیں:

"اے وطن کے سجیلے جوانو!
میرے نغمے تمہارے لیے ہیں
سرفروشی ہے ایماں تمہارا
جرأتوں کے پرستار ہو تم
جو حفاظت کرے سرحدوں کی
وہ فلک بوس دیوار ہو تم
اے شجاعت کے زندہ نشانو
میرے نغمے تمہارے لیے ہیں۔

(میرے نغمے تمہارے لیے ہیں، جیوے جیوے پاکستان)

اس دوران ملی نغموں میں شعراء نے قومی طرزِ احساس اور جذبۂ حب الوطنی کا اظہار مختلف صورتوں

میں کیا۔ بعض موقعوں پر زمین، مٹی اور دھرتی کے الفاظ خاص مفہوم میں استعمال ہوئے۔ اپنی دھرتی اور اپنی ثقافت کو مرکزی و محوری حیثیت حاصل رہی۔ شعراء کے ہاں اپنی دھرتی سے پیار اور وابستگی، اس کا تحفظ، دفاع اور بقا ہمارے ادب اور ہماری تہذیب کی بحیثیت قوم بنیاد قرار پائی۔ یعنی ملی نغمہ نگاری یا ملی شاعری میں اپنی دھرتی سے وفا کا جذبہ بھرپور طور پر موجود ہے۔ اس لیے پاکستانی قومی طرز احساس اپنی مختلف صورتوں میں ظاہر ہوا۔ یہ دورانیہ تخیلاتی اور تخلیقی سطح پر وطن کی محبت کی مختلف صورتوں کے اظہار کا ذریعہ بنا۔

1966ء یعنی جنگ ستمبر کے بعد سے 1971ء کی جنگ تک پاکستانی شعراء نے ملی و قومی جذبات سے لبریز جو شاعری کی وہ بلاشبہ اپنی دھرتی اور ثقافت سے منسلک ہے۔ اس دوران پاکستانی ادب خاص طور پر شاعری کی زیادہ بہتر نظریہ سازی ہوئی۔ شعراء کا تخلیقی محرک ان کی اپنی سرزمین پاکستان بنا۔

گویا شعراء نے پاکستانی ثقافت، سرزمین، عقائد، مذہب، یہاں کی مٹی، ہوا، موسم اور اس میں بسنے والے عوام کے ساہت ساتھ اس ارض وطن کے محافظوں کو خراج عقیدت پیش کیا۔ دراندازی کرنے والی ہر طاقت کے مقابل ایک متحد قوم بن کر آنے اور سرحدوں پر مامور اپنے جیالوں کے قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہونے کے عزم کا اظہار کیا۔

ہماری ملی نغمہ نگاری کی تاریخ اپنی دھرتی کے لمس سے آشنا ہوئی۔ اس پورے عرصے میں پاکستانی قوم صبر آزما مراحل سے گزری وہ وطن جو جان مال، عزت سب کچھ وار کر حاصل کیا گیا۔ خاک و خون کا ایک سمندر پار کیا گیا۔ اب اسی مادر وطن کا تحفظ اور بقا مزید قربانیاں دے کر کیا گیا۔ اپنی دھرتی اور اپنے ثقافتی مظاہر کا دفاع ناگزیر ہوتا ہے۔ جب دشمن از سے درپے آزاد ہو۔

اس تمام منظر نامے کا اثر ادب پر بہت گہرا ہوتا ہے۔ ادیب و شاعر اپنی تخلیقات میں اس عصر کو قید کر لیتا ہے۔ یہ نقطۂ نظر اس عرصے میں بہت واضح صورت میں ملی و قومی شاعری میں نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر رشید امجد اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

"۔۔۔ اپنی دھرتی سے وابستگی کے اس احساس اور رویے نے پاکستانی ادب میں پہلی بار اپنی زمین کی اہمیت کا احساس پیدا کیا جو 65ء کی جنگ کے بعد اور مضبوط ہوا۔ شروع میں اسے دھرتی پوجا کہہ کر رد کرنے کی کوشش کی گئی لیکن 65ء کی جنگ کے بعد دھرتی کی محبت ایک زندہ حقیقت بن گئی۔۔۔"[14]

پنی مٹی سے پیوسٹ رہنا، اس سے بے لوث محبت، اس کا دشمن سے دفاع یہ سب ایک نیا طرز احساس

تھا جو شعراء کو ملا۔ اس کے اظہار کے زبان کے نئے وسیلوں اور اظہار کے نئے قرینوں کی ضرورت پیش آئی۔ شعراء نے اس کے مطابق اپنی زبان کو ڈھال کر نظم، گیت اور غزل کی مختلف صورتوں میں اپنے قومی جذبات کا اظہار کیا۔ اس دوران میں شاعری میں جس نئی جہت اور فکری بالیدگی کا اضافہ ہوا وہ کسی تحریک کا نتیجہ نہ تھی نہ یہ اس میں جبر، زبردستی یا مرضی کار فرما تھی۔ یہ تو وقت کی پکار اور اس وقت کا تقاضا تھی کہ شعراء نے اپنی تخلیقات کو جذبہ حب الوطنی کے اظہار کے لیے قومی و ملی روپ میں ڈھالا۔ یہ شاعری اپنی سماجی، معاشرتی، ثقافتی، مذہبی اور خاص طور پر قومی اقدار اور جبلتوں کی بقا کا جذبہ سامنے لاتی ہے۔

حبِ وطن پر محیط یہ حربی دورانیہ جو قیامِ پاکستان کے فوراً بعد یعنی 1948ء ہی میں شروع ہو گیا تھا اور یہ انجام کار وطن دولخت ہونے پر منتج ہوا۔ ایسے موضوعات سامنے آئے جو مختلف لہجے، زبان اور طرزِ احساس کے متقاضی تھے۔ شعراء نے اندرون ذات کو ظاہری منظر نامے سے آمیز کر کے پیش کیا۔ اس طرح قومی نغمہ نگاری میں زبان و پیرایہ بیان کو بدلنے کی اگر شعوری کوشش کی گئی تو اس کے ساتھ ساتھ از خود ایک نئی زبان وضع ہونے لگی۔

بھارت جو پاکستان کا ازلی دشمن ہے وطن عزیز کے بارے میں اس کے مذموم عزائم کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں، ان جنگوں نے پوری قوم کو ایک نظریے اور ایک فکر کے جھنڈے تلے جمع کر دیا۔ پاکستانی افواج اور قوم نے بڑی بے جگری، روایتی شجاعت اور قومی حمیت کے جذبے سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ پوری قوم نے اپنی سپاہ کے شانہ بشانہ بھارتی جارحیت کا مقابلہ کیا۔ افواج پاکستان کے جری کارناموں کے ساتھ ساتھ پاکستانی قوم کی قربانیوں کی بے مثال داستان تاریخ میں جلی حروف کی رقم کی گئی ہے۔

اس تمام صورت حال میں پاکستانی شعراء کی خدمات قابل قدر ہیں۔ شعراء نے بڑی وسعتِ قلبی کے ساتھ افواج وطن اور اپنی قوم کو داد شجاعت دی۔ انہوں نے ایسے بے مثال نغمے لکھے کہ ان کے ذریعے جنگی حالات اور افواج و قوام کے جذبہ حبِ وطن اور جوشِ حمیت کو امر کر دیا۔

جنگ میں عموماً جغرافیائی حدود کی پاسبانی اور قومی نظریے کی تحفظ اور بقا کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔ لیکن جب پر امن ماحول کو دشمن جنگ میں بدل دے اور جنگ مسلط کر دی جائے تو جغرافیائی حدود کی پاسبانی کے ساتھ ساتھ اسلامی و قومی نظریے اور ریاست کے تحفظ اور بقا کا عنصر شامل ہو جاتا ہے۔ آسان الفاظ میں اسلام اور کفر کا معرکہ تھا اس لیے قوم اور فوج نے ہر دو محاذوں پر دشمن کو اپنی طاقت اور قومی غیرت و یگانگت کا اندازہ لگانے کا موقع فراہم کیا۔

پاکستانی شعراء نے اپنی شاعری میں عوام الناس کے قومی جذبات کو مہمیز لگائی۔ سیاسی و سماجی مسائل و مشکلات کی وجہ سے پیدا ہونے والی بد نظمی اور اختلاف کو ملی یکجہتی میں بدل دیا۔ اور حب الوطنی کا جذبہ تمام نا انصافیوں اور ناراضیوں پر غالب آ گیا۔ وطن جغرافیائی حدود سے آور آگے بڑھ کر اس حد بندی سے نکل کر قومی نظریہ بن گیا اور پھر اس اسلامی و قومی نظریے کے تحفظ اور بقا و سلامتی کی آرزو نے ہر فرد قوم کو بھارتی جارحیت کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بنا کر کھڑا کر دیا۔

اس دوران لکھی گئی نظمیں گیت اور جنگی ترانے اپنے وطن سے محبت کے غماض ہیں۔ جب پوری قوم کے جذبوں میں وطن اور نظریے کا تحفظ رچ بس گیا تھا۔

'حفیظ جالندھری' نے حب وطن کا یہ گیت اس انداز سے گیا، اقتباس ملاحظہ کریں:

"پاکستان کی عزت ہیں جو لڑنے مرنے جاتے ہیں
نہیں کر جانیں دیتے ہیں ہم سب کی جان بچاتے ہیں
پاکستان کی عزت ہیں جو فتح کے نغمے گاتے ہیں
قوم کو جوش دلاتے ہیں اسلام کی شان بڑھاتے ہیں
پاکستان کی عزت ہیں جو طوفان پر یلغار کریں
ملاحوں کا ہاتھ بٹائیں، قوم کا بیڑا پار کریں۔

(پاکستان کی عزت، جنگ ترنگ)

اپنے وطن پاکستان سے محبت پاکستانی قوم کے ہر فرد کے خون میں شامل ہے۔ قوم اس جذبے کو اپنے ایمان کا حصہ خیال کرتی ہے۔ انسان جس سر زمین پر آنکھ کھولتا ہے۔ جس مٹی میں کھیلتے اس کا بچپن بیتتا ہے۔ وہ جن مہکی فضاؤں میں سانس لیتا ہے۔ جس ماں دھرتی کی گود میں سکون حاصل کرتا ہے۔ اس سے بے پناہ محبت اس کا فطری جذبہ ہے۔ جب دشمن اس سر زمین پر بری نظر ڈالتا ہے یا اسوے نقصان کا درپے ہوتا ہے تو قومی و سپاہیانہ رد عمل کے علاوہ شعراء کا قلم اپنی ارض وطن کی بقا و سلامتی کے ترانے لکھتا ہے اور دشموں کو ان نغموں اور گیتوں کے ذریعے سر زنش کرتا ہے تاکہ وہ کسی غلط فہمی نہ رہیں۔ اس طرح قارئین و سامعین کے دل میں دوطن کی محبت و سلامتی کے لیے عملی ترغیب دلائی جاتی ہے۔

دشمن کو للکارنا اور اس کو عبرت ناک انجام سے دوچار کرنا ہر فردِ قوم کی دلی تمنا ہے۔ پاکستانی دھرتی کے دفاع پر مامور ایک پاکستانی سپاہی کی اپنے دشمن کو للکار، احمد ندیم قاسمی نے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

اقتباس ملاحظہ کریں:۔

"آخری بار اندھیرے کے پجاری سن لیں

میں سَحر ہوں، اجالا ہوں، حقیقت ہوں میں

میں محبت کا تو دیتا ہوں محبت سے جواب

میرا دشمن مجھے للکار کے جائے گا کہاں

خاک کا طیش ہوں، افلاک کی دہشت ہوں میں

(6 ستمبر، محیط)

اس عرصے میں ہونے والی ملی شاعری میں پاکستان کی سیاسی، سماجی اور عسکری تاریخ میں رونما ہونے والے تمام واقعات کا عکس نظر آتا ہے۔ ان واقعات نے ادب خاص طور پر شاعری کا رخ متعین کیا۔ اس دوران ملی نغمہ نگاری کی نمود میں پاکستان کے سیاسی، ک سماجی اور عسکری ماحول نے مرکزی کردار ادا کیا۔ 65ء کی جنگ، معاہدہ تاشقند، 71ء کی جنگ، سقوط ڈھاکہ یا 77 کا مارشل لا ہو ان تمام نے ہمارے ادب پر گہرے اثرات ڈالے۔ شاعری میں قومی حوالوں سے نئے موضوعات اور الفاظ و استعارات کا تعین ہوا۔ نئی علامتیں سامنے آئیں۔ ہر سماجی تجربہ، اظہار کا نیا قرینہ لے کر آیا۔

**معاہدہ تاشقند کے پس منظر میں نغمہ نگاری:۔**

معاہدۂ تاشقند کے تحت جنگ ختم کر دی گئی مگر پاکستانی قوم میں حب وطن کا اور جذبہ جہاد کا اک ولولۂ تازہ پیدا ہوا۔ اب جنوری 1966ء کے بعد تاشقند معاہدے تک جو قومی نغمے لکھے گئے وہ پاکستان ریڈیو کی تمام مراکز کی نشریات کا حصہ بنے۔ اس معاہدے کے بعد چوں کہ جنگ کے حالات نہیں تھے۔ اس لیے ریڈیو پاکستان سے اب جنگی اور حربی نغمے تو نشر نہیں کیے جا رہے تھے مگر اب ہر ریکارڈ ہونے والے اور نشریات کا حصہ بننے والے نغمے میں اپنے مجاہدوں اور افواج کے لیے محبت و عقیدت اور ستائش کے جذبات لازمی طور پر شامل ہوئے تھے۔ 1971ء کی جنگ اور مشرقی پاکستان کی علاحدگی کے اثرات ان نغموں میں آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

اس دور میں ہونے والی ملی نغمہ نگاری میں عسکری رنگ نمایاں نظر آتا ہے اس کے علاوہ شاعری میں نئی فکری، موضوعاتی تنوع، نئے استعارے، تشبیہیں اور تمثیلات کا بھی اضافہ ہوا۔

ابصار احمد، اپنی کتاب "میں اس دوران ہونے والی قومی نغمہ نگاری کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:۔

"۔۔۔۔۔اسی قومی ادب نے وطن پاک کے مجاہدوں کے لیے نئے نئے خیالات، استعارات، تمثیلات اور تشبیہات بھی وضع کیں۔ جو آج بھی مستعمل ہیں، جنگ ستمبر کے بعد ہمارے قومی نغمات میں عسکری رنگ نمایاں ہوا، تاہم اسی دور میں ملک میں زرعی اصلاحات بھی نافذ کی گئیں اور صدر محمد ایوب خان مرحوم کا دس سالہ حکومتی جشن بھی منایا"[15]

"ہو جمالو، واہ! واہ! جمالو"

پاکستانی ملی شاعری خاص طور پر نغمہ نگاری کا مقصد قوم میں جوش اور ولولہ پیدا کر کے ان کے قومی بیداری کی لہر پیدا کرنا اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے انہیں مستعد کرنا۔ اس لیے ملی گیت / نغمہ کی اہم خوبی حب وطن اور جوش وجذبہ ہے۔ جوش اور ولولے کے عنصر کے بغیر ملی نغمہ نگاری سے قومی مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔ پاکستانی ملی نغمہ نگاری نے اس خصوصیت کا بھرپور اہتمام کیا۔ ان نغمات میں ایسی لفظیات استعمال کی گئیں جو جوش اور ولولے سے لبریز ہوں۔ کیوں کہ جوش و ولولے پر مبنی اشعار ہی سپاہ وطن اور افراد قوم کو دشمن کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے تیار کرتے ہیں۔

اگر جنگ 65ء کا دورانیہ دیکھیں تو ان سترہ دنوں میں پاکستان کے صوتی محاذ نے بھی دشمن پر صوتی گولہ باری کی اور انہیں اعصابی طور پر شکست دی اگر یہ کہا جائے کہ ستمبر 1965ء کی جنگ میں کامیابی میں جوش وجذبے اور وطن سے محبت کے جذبے سے بھرپور ملی نغمہ نگاری نے کلیدی کردار ادا کیا تو بے جا نہ ہو گا۔

اس عرصے میں بشیر فاروق، کا ملی نغمہ عوام میں جوش وولولے کے لیے مہمیز ثابت ہوا۔ اس کے بول درج ذیل ہیں۔

"ہم ہیں جیالے ارض حسین کے، غیر کے متوالے
ہم ہیں سپاہی چاند زمیں کے، جان لٹانے والے
تجھ پر آنچ نہ آنے دیں گے، پیارے پاکستان
دل بھی تیرا، جان بھی تیری، میرے پاکستان
مشمولہ: تیرا پاکستان ہے یہ میرا پاکستان

اس دور کی شاعری جوش وولولے اور جذبات سے پُر الفاظ، تشبیہات اور استعارات سے بھرپور ہے۔ یہ الفاظ ہی جنھیں سن کر مجاہدینِ سربکف کے خون میں بجلیاں بھر جاتی ہیں۔

1971ء کی جنگ سے پہلے جو نغمات تحریر کیے گئے۔ ان کا زیادہ تر مقصد عوام الناس اور افواج کو پیغام دینا اور انہیں باور کرانا کہ وہ ہر قدم اپنی افواج کے ساتھ کھڑے ہیں۔ ہم عزم وہمت کی چٹانوں کو اور مضبوط کر رہے ہیں اگر قوم سے قربانیوں کی ضرورت پڑی تو ہر فردِ قوم سر سے کفن باندے اپنی افواج ساتھ شانہ بشانہ محاذِ جنگ پر مردانہ وار اپنے دشمن سے مقابلہ کرے گا۔

اس مختصر سے دورانیے میں ملی نغمہ نگاروں نے وطن کی محبت میں جو شاعری کی وہ تاریخ میں امر ہو گئی۔ اس نے قوم کو ایک نیا حوصلہ، اور عزمِ صمیم عطا کیا۔ قوم ایک نئے حوصلے اور عزم سے مستحکم ہوئی۔ ان کے دنوں میں اس نغمہ نگاری کے زریعے امید کی ایک نئی کرن پیدا ہوئی۔ جس کی بنا پر اہل پاکستان نے وطن اور قوم کو نئے مقاصد نئی آرزوؤں اور امنگوں کا نیا روپ دیا۔

'زہرا نگار، اس عرصے میں پاکستانی قوم کی تخلیقی و فکری صلاحیتوں اور ان کے ولولے اور جذبات کے بارے میں درج ذیل الفاظ میں تبصرہ کرتی ہیں:۔

> "۔۔۔شاید زندگی میں پہلی مرتبہ ہر چھوٹے بڑے نے سوسائٹی اور ملک کے اجتماعی کاکے پر سنجیدگی سے نظر ڈالی تھی۔ خلوص نیت سے اپنے ایمان، اپنے بچوں کے مستقبل، قوم کی محبت، عظمت اور وقار کو قوم کے اجتماعی میعار پر جانچا تھا۔ ان سترہ دنوں میں زندگی کا ہر بلند نظریہ ان کے دماغوں میں پیدا ہوا اور پروان چڑھا"۔ [16]

جنگ کے بعد کے عرصے میں افواج پاکستان کے ان جری سپوتوں کو تمغات سے بھی نوازا گیا۔ جنہوں نے ہوش ربا کارنامے انجام دیے۔ یہ اعزازات بھی ملی نغمہ نگاری کا موضوع ہے۔ "نشان حیدر" جو وطن کا سب سے بڑا فوجی اعزاز ہے۔ اب تک دس شہدائے وطن کو مل چکا ہے۔ جنہوں نے وطن عزیز کے تحفظ اور بقا کے لیے شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے اور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ وطن کی مٹی کو اپنے کون سے سینچا۔

'اکرم باجوہ' نے قومی و ملی نغمہ نگاری میں "نشان حیدر" کا موضوع بھی شامل کیا۔ تمغہ نشان حیدر کے بارے میں انہوں نے ایک شاہ کار نغمہ لکھا۔ اس نغمے کے بول اس طرح ہیں:

بہادری کا شجاعتوں کا، یہ جانثاری کا پاک تمغا
یہ شیر یزاں، یہ فاتح خیبر، علی کی نسبت کا خاص طغرا
وار ملت ہے، فخر عسکر

نشاں حیدر، نشان حیدر

(نشان حیدر، تکبیر کا رنگ للکار ہوا)

ایک اور نغمہ جو اسی موضوع پر ہے اور عوام میں مقبول ہوا۔ ریڈیو پاکستان لاہور مرکز سے نشریات کا حصہ بنا۔ اس کے گلوکار، مہدی حسن، ہیں اس نغمے کے بول درج ذیل ہیں:

"ہمارا رہبر نشان حیدر"

1971ء کی جنگ سے پہلے کے عرصے میں پاکستان ٹیلی ویژن (جس کا آغاز ہو چکا تھا) نے ریڈیو پاکستان کے شانہ بشانہ اپنی خدمات قوم کے نام کیا۔ اس دوران جن موضوعات پر نغمہ نگاری ہوئی۔ ان میں ایک پھر سبز ہلالی پرچم پاکستانیوں کے سر کا تاج اور دلوں کی دھڑکن بنا رہا۔

ابصار احمد نے "پرچم (سبز ہلالی پرچم) کے حوالے سے نشریات کا حصہ بننے والے نغموں کی تفصیل بیان کی ہے۔ ان میں وہ نغمے جو عوام الناس میں بہت مقبول ہوئے، وہ درج ذیل ہیں:

| نغمہ | گلوکار |
|---|---|
| 1۔ ہمارا سبز پرچم ہے ہلالی | احمد رشدی اور ساتھی |
| 2۔ یہ چاند تارا، اپنا مقدر اپنا سہارا | عشرت جہاں |
| 3۔ سلام پرچم وطن سلام! | نگہت سیما، اسما احمد، اقبال علی، ساتھی |
| 4۔ فلک کی گود میں، لہرائے پاکستان کا پرچم | رونا لیلیٰ |
| 5۔ یارب میرے وطن کا پرچم بلند رکھنا | نگہت سیما، ظفر علی، ساتھی |
| 5۔ حق کا پرچم لے کر اٹھو! باطل سے ٹکراؤ | مسعود رانا، نسیم بیگم و ساتھی |
| 6۔ پرچم ہے چاند تارا سورج وطن ہمارا | طاہرہ سید |
| 7۔ رودشن چاند ستارا، پاکستان ہمارا | مہدی حسن |
| 8۔ چاند تارا، ہمارا نشاں | باتش، بابر حسین، ساتھی |
| 9۔ سلام پرچم وطن سلام! | محمد علی شہکی |
| 10۔ اک پرچم کے نیچے، پاک فوک کے جواں ہم | محمد علی شہکی، ساتھی |
| 11۔ "پرچم پاکستان کا۔۔۔۔" | بینجمن سرز، رجب علی، ساتھی |

قائد اعظم محمد علی جناح:۔

ملی نغمہ نگاری میں پاکستان کے تمام رنگ جھلکتے ہیں۔ پاکستانی ملی نغموں میں موضوعاتی تنوع پیدا ہوا۔ دراصل سماجی، سیاسی اور عسکری حوالے سے جو واقعہ رونما ہوا وہ نغمہ نگاروں کے قلم سے نغموں کا موضوع بنا۔ اس دور میں قریباً ہر حوالے سے جو گیت، ترانے یا نغمے تخلیق کیے جا رہے تھے ان میں جو قدر مشترک تھی وہ اپنی مٹی، اس سے محبت، اس کی بقا اور دفاع کا جذبہ تھا۔ اس دور میں بھی قومی و ملی رہنماؤں اور قائدین کو موضوعِ نغمہ بنایا گیا اور یہ فطری امر ہے کہ آپ اپنے قائدین کی ان تھک کوششوں اور بے مثال قربانیوں کو فراموش ہی نہیں کر سکتے۔ اس دور میں فیلڈ مارشل صدر محمد ایوب خان اور فضائی ہیرو ایم۔ ایم عالم کے علاوہ میجر عزیز بھٹی شہید اور دیگر قومی ہیروز پر نغمے لکھے گئے اور نشریات کا حصہ بنے۔

قائدِ اعظم بانی پاکستان کی مسحور کن شخصیت ہر دور میں ہماری قومی شاعری کا مرغوب ترین موضوع بنی۔ قائدِ اعظم کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتی ہوئی، کشور ناہید، کی نظم بعنوان "اے قائدِ اعظم! تیرے زمانے میں" سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ کریں:

"ہوا نے پانی پہ جو لکھا

وہ معتبر تھا

کہ وقت ایسا تھا

رات بھی دن کی روشنی سے حسیں تر تھی

کہ وقت ایسا تھا

مسکراہٹ اداس ہونٹوں سے جھانکتی تھی

(اے قائدِ اعظم! تیرے زمانے میں، مشمولہ: ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح)

اسی طرح مختلف شعراء نے قائدِ اعظم کے حوالے سے خوبصورت نغمے لکھے۔ ان نغموں میں قائدِ اعظم کی ذات سے قومی عقیدت اور محبت کا جذبہ کار فرما نظر آتا ہے۔

سیماب اکبر آبادی کی ملی نغموں پر مشتمل اپنے مجموعہ کلام "قائدِ اعظم کی خوشبو" میں مشمولہ نظم بعنوان "میر کارواں" سے اقتباس ملاحظہ کریں:

"منزل سے تجھ کو عشق ہے اے پائے مردِ عشق

آئیں گے تیرے بعد کئی رہ نوردِ عشق

اک عمر چاہیے کہ گوارہو دردِ عشق

رکھی ہے آج لذت زخم جگر کہاں

اے میر کارواں!

(نظم "میر کارواں" قائد کی خوشبو)

ملی نغمہ کی بنیادی خاصیت اس کا مترنم بحروں میں ہونا ہے کیوں کہ ملی نغموں کا تعلق سازو آواز کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ ملی نغموں کا رشتہ گائے جانے سے بھی ہے۔ اس لیے نغمہ نگاروں نے اس کو بھی مد نظر رکھا اور اردو شاعری کی پابند شعری ہئیتوں میں نغمہ نگاری کی۔ اس طرح انہیں موسیقی کے سر تال سے آمیز کرنا مشکل نہیں لگا۔

نقش ہاشمی کا لکھا ہوا ایک نغمہ جو حکیم الامت علامہ محمد اقبال سے عقیدت و محبت کا مظہر ہے مثنوی کی صورت میں لکھا گیا اس نغمے کو انہوں نے "اقبال کے حضور" عنوان دیا یہ نغمہ کتاب "جاوداں اقبال" میں شامل ہے۔ اس کے چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں:

"حضرت اقبال اقلیم خودی کے تاجدار

دانش و حکمت شعور آگہی کے شہریار

شاعر ملت! حکیم الامت اے اقبال مند

تیرا پرواز تخیل آسمانوں سے بلند

تو کہ تھا سقراط دوراں اے فلاطون زماں

عصر حاضر کے ارسطو، رازدارِ کن فکاں

(اقبال کے حضور، جاوداں اقبال)

قائد اعظم محمد علی جناحؒ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے جو نغمے لکھے گئے وہ عوام الناس میں بہت زیادہ مقبول ہوئے۔ مقامی زبانوں کے شعراء نے اردو کے علاوہ اپنی علاقائی زبانوں میں بھی نغمہ نگاری کی ان میں سندھی شعراء بھی کسی پیچھے نہ رہے۔ اس حوالے سے ابصار احمد کے مضمون مشمولہ 'ہلال' سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ کریں:

"بلبل مہران روبینہ قریشی نے بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے حضور اپنی آواز کا نذرانہ بھی پیش کیا اور سب سے پہلے 'قوم جاجامی، قوم جاہمدم' زندہ باد قائد اعظم'

ماسٹر محمد ابراہیم کے ساتھ پیش کیا جسے سید منظور نقوی نے تحریر کیا تھا۔ اس کے علاوہ بلاول پردیسی کا لکھا ہوا ترانہ، السلام اے قائداعظم ج اپاسبان، السلام اے ملک وملت جے چمن جاباغباں، بھی روبینہ قریشی کے حصے میں آیا، جو آج بھی سندھی زبان میں قائداعظم پر سب سے مقبول نغمہ شمار ہوتا ہے۔"[17]

ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن سے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے جو نغمات ریکارڈ کیے گئے۔ وہ پاکستانی عوام کے دلوں میں ایک نئی ترنگ پیدا کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے محبوب قائد کے گیت گنگنانے لگتے ہیں۔ ان نغمات کی تفصیل درج ذیل ہے:

| نغمہ | گلوکار |
|---|---|
| 1۔ تو اٹھا قوم کی کشتی کا محافظ بن کر (نغمہ قائداعظم) | رشیدہ بیگم، ساتھی |
| 2۔ اپناوہ میر کارواں (نغمہ قائداعظم) | ریحانہ یاسمین، ساتھی |
| 3۔ اے قائداعظم! تو زندہ رہے گا، | کراچی ریڈیو کورس |
| 4۔ اے قائداعظم! اے قائداعظم، | نیرہ نور |
| 5۔ تو آج بھی زندہ ہے، تو کل بھی سلامت تھا، | تاج ملتانی، اقبال علی، ساتھی |
| 6۔ اے قائداعظم میرے، اے قائداعظم | تاج ملتانی، زمردبانو، ساتھی |
| 7۔ حیات نو کے اجالے، حیات نو کے چراغ | نگہت سیما |
| 8۔ میرے محبوب قائد میرے محترم | نگہت سیما |
| 9۔ بیاد قائداعظم عقیدتوں کے گوہر | نگہت سیما |
| 10۔ بیاد قائداعظم تیرے نقشِ کفِ پا ہیں | شوکت علی |
| 11۔ ہم سب میں مکرم، وہ قائداعظم | اقبال علی، ظفر علی |
| 12۔ دعا کرتی ہے یہ روح قائداعظم | نسیمہ شاہین |
| 13۔ جان سے پیارا قائداعظم، سوہنا پاکستان | غلام عباس وساتھی |
| 14۔ چمکے گا تیرے کردار کا پرچم، اے قائداعظم | غلام عباس وساتھی |
| 15۔ قائداعظم کا پیغام، کام کرو بس کام | |

جو نغمہ اپنی مقبولیت کی بلندیوں تک پہنچا اور آج بھی زبان زدِ عام ہے۔ ہر فرد قوم یہ نغمہ سنتے ہی جھوم

اٹھتا ہے۔ درج ذیل ہے:۔

16۔ ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح ثمر اقبال و ساتھی (مسعود رانا)

**کلام اقبالؔ:۔**

کلام اقبالؔ ملی نغمہ نگاری کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے پہلے ریڈیو سے اقبالؔ کی غزلیات پیش کی جاتی تھیں جو روایتی غزل گائیگی کے انداز میں پیش کی گئیں مگر اب کلام اقبالؔ گانے اور پیش کرنے کا انداز پہلے جیسا نہ رہا بلکہ بدل گیا۔ تاہم اب اقبالؔ کے کلام کو بھی غزلیہ انداز کی بجائے خالص ملی قومی اور جنگی آہنگ سے آمیز کر کے موسیقی میں پیش کیا گیا۔

اقبالؔ کی شاعری الہامی و آفاقی شاعری ہے۔ جو انوں کو جہد مسلسل جذبہ صادق اور اپنی صلاحیتوں سے کام لینے کا درد دیتی ہے۔ قوم میں حب الوطنی، اتحاد و یگانگت کا جذبہ بیدار کرتی ہے۔ اور انہیں ستاروں پہ کمند ڈالنے، نئی دنیائیں تسخیر کرنے کی ترغیب دلاتی ہے۔

ملی نغمہ نگاری میں کلام اقبال ایک اہم جہت ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے بہترین اور مقبول گلوکاروں نے کلام اقبال گایا، انہوں نے کلامِ اقبالؔ کو اپنی آواز میں پیش کرنا ایک قومی اعزاز سمجھا اور بات بھی سچ ہے۔ کلام اقبالؔ ریڈیو پاکستان کے ہر سٹیشن سے نشریات میں لازماً شامل کیا جاتا رہا۔ اس دور میں ریکارڈ کیا ہوا اقبال کا کلام قومی نغمات کی تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔ ریڈیو پاکستان اور ٹیلی ویژن نے ان کے ذریعے اپنی قوم کو بڑی ذمہ داری سے قومی خدمت کے لیے ہر دم تیار رہنے اور اپنی سپاہ سے محبت اور یگانگت کا درس دیا۔

ابصار احمد نے کلام اقبال کی تقریباً پوری فہرست اپنی کتاب میں دی ہے۔ وہ نظمیں اور غزلیں وغیرہ جو اس تمام عہد میں پاکستان ریڈیو اور پاکستان ٹیلی ویژن کے ذریعے نشر کیے گئے۔ کلام اقبال میں سے چیدہ چیدہ درج ذیل ہیں:۔

| | کلام اقبال | صداکار / گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن | نور جہاں، تاج ملتانی |
| 2۔ | یارب! دل مسلم کو زندہ تمنا دے | تاج ملتانی، اقبال علی |
| 3۔ | فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی | تاج ملتانی |
| 4۔ | تجھے یاد کیا نہیں ہے، میرے دل کا وہ زمانہ | شہناز عالم (خورشید بیگم) |
| 5۔ | شاخ گل اپنی، آشیاں اپنا | رشیدہ بیگم |

| | | |
|---|---|---|
| 6۔ | قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی | رشیدہ بیگم |
| 7۔ | آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش | رشیدہ بیگم |
| 8۔ | نشان یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا | عشرت جہاں وساتھی |
| 9۔ | بتاؤں تجھ کو مسلماں کی زندگی کیا ہے۔ | عشرت جہاں |
| 10۔ | پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ ودمن | عشرت جہاں |
| 11۔ | کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ | شمیم بانو |
| 12۔ | خدائے لم یزل کا دست قدرت تو زباں تو ہے | جاوید اختر |
| 13۔ | ہر شاخ سے یہ نکتہ پیچیدہ ہے پیدا | روبینہ قریشی |
| 14۔ | مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا | سلیم رضا |
| 15۔ | یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی | سلیم رضا |
| 16۔ | ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں | سلیم رضا |
| 17۔ | برتر اندیشہ سود وزیاں ہے زندگی | سلیم رضا |
| 18۔ | نہ تو زمیں کے لیے نہ آسمان کے لیے | نسیمہ شاہین |
| 19۔ | مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا | نذیر بیگم |
| 20۔ | دل بیدار فاروقی، دل بیدار کراری | بشیر احمد |
| 21۔ | دل سوز سے خالی ہے نگہ پاک نہیں ہے | ایم کلیم |

اقبال کے ان تمام نغمات میں قوم کے ہر فرد کے نام پیغام موجود ہے۔ قوم کے جوانوں کو ملی غیرت و حمیت اور قومی جوش جذبے سے کام کے کر اپنے فرائض ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے تو کبھی اسلاف کی قربانیوں اور کردار سازی کا پیغام دیا گیا ہے۔ کلام اقبال میں اسلامی ثقافتی و تہذیبی کارناموں کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ مسمانوں کی تہذیب و ثقافت کے نقوش سامنے آجاتے ہیں۔ اور اپنے انفرادی شخص اور قومی بقا کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

پاکستان کا قیام مذہب اسلام، اسلامی فکر اور اسلامی نظریے کی بنیاد پر ہوا تھا۔ اس لیے ان ترانوں میں اس کے تحفظ اور سلامتی کا پیغام مضمر ہے۔

اقبال کے ان نغموں سے قوم اور عساکر وطن کے نام پیغام کہ وہ اپنی دھرتی سے اپنی جڑیں مضبوط

کریں۔ قومی یکجہتی کو ممکن بنائیں ان کے نظر میں فرد و قوم ایک دوسرے میں مدغم ہیں۔ دونوں کا وجود ایک دوسرے کا رہین ہے۔ قومی غیرت اور خودداری ہر محاذ پر قائم رکھنے عشق الہیٰ، حب رسول ﷺ اور حب وطن کے تمام تقاضے پورے کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

پاکستانی میڈیا نے جب بھی کلام اقبال سازو آواز کے سروں میں ڈھال کر نشر کیا سامعین کے دلوں کی دھڑکن بن گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وطن کے قریے قریے میں گونج اٹھا۔ کلام اقبال سے محبت ہر ذی شعور اور محب وطن اور اہل ذوق کو ہے۔ کلام اقبال جو 1966ء کے بعد کے عرصے میں وطن کی سریلی آوازوں میں ڈھل کر عوام الناس کی سماعتوں میں رچ بس گیا اور انہیں اقبال کا جاوداں پیغام دے کر مایوسی اور بے عملی کی حالت سے نکل کر آمادہ عمل کیا۔ کلام اقبال کے لیے پاکستان کے ماہر موسیقی اور بہت مقبول اور مایہ ناز صداکاروں نے اپنی خدمات، پیش کیں تاکہ وطن اور اہل وطن کی خدمت کی جاسکے۔ اور اپنی قوم کے افراد اور غیور فوجی جوانوں کا لہو گرمایا جاسکے۔

"شہناز بیگم نے اپنی آواز کے ذریعے قوم کو اقبال کا پیغام سنایا۔ چنانچہ انہوں نے کلام اقبال کے ضمن میں جو قومی نغمات ریکارڈ کرائے ان میں، ہے، یہی میری نماز ہے یہی میرا وضو، پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش، آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں! ذرا، شامل ہیں۔"[18]

ایک اور مضمون میں انہوں نے پاکستان ریڈیو اور پاکستان ٹیلی ویژن سے نشر ہونے والے نغمات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ 'شہناز بیگم، جو مقبول گلوکارہ ہیں، نے اپنی آواز کے ذریعے اقبال کا پیغام اپنی قوم تک پہنچایا۔

اقبال کی شاعری قومی و ملی شاعری ہے۔ اقبال کی وہ شاعری جو فقط ملی جذبات کی آئینہ دار ہے قومی ملی نغمہ نگاری کے زمرے میں آتی ہے۔ یہ قومی نغمہ نگاری کی ایک جہت ہے۔

سقوط ڈھاکہ کے بعد سے 1980ء تک جو نئے نغمے ریکارڈ کیے گئے اور سامعین تک پہنچے ان میں بھی اقبال کی شاعری شامل کی گئی۔ جنہیں سن کر سامعین میں قومی جذبہ اور ملی جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ اس عرصے میں جو نغمے پاکستان ٹیلی ویژن یا ریڈیو پاکستان پر زیادہ مقبول ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

| نغمہ | گلوکار |
|---|---|
| 1۔ پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن، | شہناز بیگم |

2۔ اوروں کا ہے پیام اور، میرا پیام اور ہے — طاہرہ سید

3۔ فطرت کو خرد کے روبرو کر — زمرد بانو وساتھی

4۔ یارب! دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے — فریدہ خانم

5۔ کیا میں نے اس خاک داں سے کنارا — شوکت علی

6۔ یارب دل مسلم کو۔۔۔۔۔۔ — امانت علی

یہ نغمہ مختلف گلوکاروں کی آواز میں میڈیا کا حصہ بنا۔

7۔ جیتا ہے رومی، ہارا ہے رازی — مہدی حسن

8۔ سرشک چشم مسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا — ظفر علی

9۔ زنجیر حلقہ موج گرداب — اقبال بانو

10۔ نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا — کراچی ریڈیو کورس

11۔ آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش — نسیمہ شاہین وساتھی

12۔ چوں چراغ لالہ سوزم — نور جہاں

13۔ یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یک دانہ

14۔ زمانے کے انداز بدلے گئے — احمد رشدی، ساتھی

گویا یہ دور عشرہ کلام اقبال کا عشرہ کہا جائے تو بے جانہ ہو گا۔ سقوط ڈھاکہ کے علاوہ 71ء کی جنگ کے حالات واقعات اور نتائج نے قوم میں مجموعی طور پر جو مایوسی پیدا کی، اب قوم اس مایوسی اور کرب کے گرداب سے نکل رہی تھی۔، اس میں ملی نغموں کا کردار مرکزی ہے۔ خاص طور پر کلام اقبال میں بیداری ملت اور جزبۂ عمل کا درس ملتا ہے۔ نئ دنیائیں اور جہاں تسخیر کرنے کی ترغیب دلائی گئی۔ سب سے بڑھ کر اس عرصے پر محیط نغموں میں اقبال کا فارسی زدہ کلام بھی شامل ہے۔۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سامع عام اور اوسط درجے کے پڑھے لکھے لوگ نہیں تھے۔ بلکہ اعلی تعلیم یافتہ، علم وادب کا اعلیٰ شغف رکھنے والا طبقہ بھی اس میں شامل تھا گویا پوری قوم کے دل کی دھڑکن تھے یہ نغمے۔ کلام اقبال کی فہرست بہت طویل ہے جو میڈیا کی زینت بنے۔

**اسلامی سربراہی کانفرنس:۔**

اردو نغمہ نگاری ملی واسلامی روایات کی آئینہ دار ہے۔ پاکستانی شعراء نے اسلامی روایات اور ماں دھرتی

کے تقدس کے امین بن کر نغمہ نگاری کی۔ ان نغموں میں اسلامی روایات و ملی تقاضے بڑے قرینے سے شامل ہوئے۔ یہ نغمے جذبہ حب الوطنی اور قومی یگانگت میں گندھے ہوئے ہیں۔ ان نغموں کو عوام الناس کی سماعتوں تک پہنچانے کے لیے میڈیا نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ اگر پاکستان ریڈیو کے تمام مراکز اور 80ء کی دہائی میں پاکستان ٹیلی ویژن اپنا کردار قومی فرض سمجھ کر نہ نبھاتا تو ان نغمات کی رسائی ہر فرد قوم تک نہ ہوتی۔ پاکستان کے ہر شعبے کے فنکاروں، ماہروں نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اسے اپنی دھرتی اپنی سپاہ اور اپنی قوم کی خدمت سمجھا۔ ان کے اس کردار میں ایک تقدس کا رشتہ قائم رہا۔

سیاسی و سماجی یا عسکری حوالے سے کوئی بھی موقعہ آیا۔ پاکستان کے شعراء نے اپنا قلم فقط وطن کے گیت لکھنے کے لیے وقف کر دیا۔

ان کے شانہ بشانہ پاکستانی ماہرین موسیقی سازندوں، کاریگروں صداکاروں نے دن رات بڑے ذوق شوق سے اس فرض میں اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ ان کی شبانہ روز محنت کے صلے میں یہ نغمات جیسے ہی اہل وطن کی سماعتوں سے ٹکرائے، ان کی تاثیر سے ہر فرد قوم جب وطن کے جذبے سے سرشار ہوا۔ پاکستانی افواج اگلے مورچوں پر دشمن کے سامنے سینہ سپر ہوتے ہوئے، جب یہ جوش وولوے سے بھرپور نغمے سنتے ان کے لہو میں قومی جذبوں سے بجلی سی کوندجاتی اور وہ تازہ دم ہو جاتے کہ ہماری تمام قوم ہمارے ساتھ ہے۔

پاکستان اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے ہمارا دشمن بھارت ہمارا ازلی دشمن ہے، تمام عالم اسلام کو عالمی سطح پر غیر مسلم ممالک کی ساز باز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسلام کے دشمن بین الاقوامی سطح پر اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں اور ان پر عالمی ایجنڈے کے تحت عمل کرتے ہیں۔ خلافت کے خاتمے اور اسلامی ممالک میں نااتفاقی ڈالنے میں کامیابی کے بعد مسلمانوں کے مقدس مقامات ان کی زد میں تھے۔

اسلام دشمنوں نے 1969 میں مسجد اقصیٰ کو آگ لگانے کی ناپاک سازش کی۔ نتیجتاً اسلامی ممالک کے سربراہان کو متحد ہو کر دفاع بارے سوچنا پڑا اور اسلامی ممالک کے اتحاد سے اسلامی سربراہی کونسل، قائم ہوئی۔ اس کانفرنس کا پہلا اجلاس مراکش کے شہر، رباط میں ہوا۔ اس کی سربراہی مراکش کے صدر نے کی۔

دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس 22 فروری 1947ء کو لاہور میں ہوئی۔ شہر کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ 37 اسلامی ملکوں کے سربراہوں نے اس کانفرنس میں شرکت کی۔ تاریخ میں مسلم سربراہان کا اتنا بڑا اجتماع پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس کانفرنس کے لیے نغمے اور ترانے تخلیق کیے گئے۔ تاکہ مہمانوں کی آمد پر ان کے اعزاز میں پاکستانی میڈیا کے ذریعے اس پر وقار تقریب کو یادگار بنایا جاسکے۔

اسلامی سربراہی کانفرنس کی اس پر شکوہ تقریب کو اس وقت چار چاند لگ گئے جب جمیل الدین عالی، کا لکھا ہوا نغمہ خوبصورت اور سریلی آواز اور بہترین موسیقی کے ساتھ پاکستان ٹیلی ویژن سے نشر کیا گیا۔ جیسے ہی یہ ترانہ پاکستان ٹیلی ویژن سے نشر کیا گیا یہ آناً فاناً عوام الناس کے دلوں میں اتر گیا۔ اور گلی گلی ہر چھوٹے بڑے کے لبوں پر اس ترانے کے میٹھے بول تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ ترانہ زبان زد عام و خاص ہو گیا۔ اس نغمے کی مقبولیت کے بارے میں بات کرتے ہوئے نیشنل بک فاؤنڈیشن کے اس وقت کے ڈپٹی ڈائریکٹر، (جن کا نام حمود الرحمٰن ہے) کہتے ہیں:۔

"مسلم سربراہوں کی جو تاریخی کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کے لئے انہی
(جمیل الدین عالی) کا نغمہ "اللہ اکبر" منظور ہوا تھا اور اس کا ترجمہ عربی کے علاوہ
انگریزی اور فرانسیسی میں بھی کیا گیا۔"[19]

جمیل الدین عالی، کا یہ نغمہ ان کے مجموعہ کلام "جیوے جیوے پاکستان" میں شامل ہے۔ اس نغمے کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں:۔

'ہم تا بہ اَبد سَعیٔ و تغیُّر کے ولی ہیں
ہم مصطفوی، مصطفوی، مصطفوی ہیں

ہم مصطفوی ہیں۔
دین ہمارا، دین مکمل
استعمار ہے باطل ارزل
خیر ہے جہد مسلسل
عند اللہ، عند اللہ

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر

(اللہ اکبر، جیوے جیوے پاکستان)

اسلامی سربراہان کی یہ کانفرنس تمام عالم اسلام کے لیے ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جس میں تمام اسلامی ممالک یکجہتی اور اسلامی یگانگت کا ایک ایسا نمونہ پیش کرتے ہیں جس کے متعلق شاعر مشرق اقبال نے اس خواہش کا اظہار بہت پہلے کر دیا تھا۔ یہ شعر درج ذیل ہے:۔

ایک ہوں مسلم، حرم کی پاسبانی کے لیے

نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

(نظم "خضر راہ" بانگ درا)

اس عظیم الشان اسلامی سربراہی کانفرنس کے انعقاد نے عوام الناس میں ایک نیا قومی و ملی جوش و ولولہ بھر دیا۔ اسی جوش وولولے کو مزید تقویت دینے کے لیے مسلم امہ کے لئے ملی نغمے پیش کیے گئے۔

میڈیا نے اسلامی سربراہی کانفرنس سے متعلق نغموں کو نشریات میں خاص طور پر شامل کیا۔ ان میں سے جو عوام میں زیادہ مقبول رہے۔ درج ذیل ہیں:

| نغمہ | | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | پاکستان وچ مہمان آئے | محمد علالم لوہار |
| 2۔ | ہم مسلمان ہیں، مسلمان ہیں | کراچی ریڈیو کورس |
| 3۔ | اک مرکز پہ جمع مسلماں سارے | زمرد بانو وساتھی |
| 4۔ | ہم ایک ہوئے اسم محمد ﷺ کے سہارے | زمرد بانو وساتھی |

سبز پرچم کا حسن وجمال اور منفرد رنگ وروپ اسے عالم کے تمام پرچموں میں نمایاں کرتا ہے۔ قوم کی اس سے عقیدت اور وابستگی بے مثال ہے۔ کیوں کہ اس پرچم کی سربلندی اور عظمت نہ صرف وطن عزیز بلکہ ملت اسلامیہ کی شان و عظمت میں اضافے کا باعث ہے۔ پس ہمارا پرچم نہ صرف پاکستانی قوم کا پرچم ہے بلکہ یہ تمام ملت اسلام کا پرچم اور رفعتوں کا نشان ہے۔ یہ پرچم ہر فرد پاکستان کی آنکھ کا تارہ ہے، یہ قوم کے یقین، ایمان اور اتحاد کی علامت ہے۔ اس کو سربلند رکھنا اور اس سے محبت کے گیت گانا فرض اولین ہے:

اصغر سودائی نے سبز ہلالی پرچم کا گیت کچھ اس انداز میں گایا۔ اس کا نمونہ ملاحظہ کریں۔

"سبز ہلالی پرچم سے ہے نشانِ وطن اور آن وطن

یہ پرچم ایمانِ وطن، ایقانِ وطن، عرفانِ وطن

اس پرچم کو اونچا رکھنا قومی فرض ہمارا

میرے وطن کا سبز ہے پرچم، جس پر چاند ستارہ

(اجلا اجلا پیارا پیارا، امیدوں کا تارا ہے، قومی نظمی ص:306)

پاکستان کے لئے جن شعراء نے بہترین نغمے لکھے ان میں 'بشیر فاروق، کا نام ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ وہ پاکستان کے معروف و مقبول نغمہ نگاروں میں شامل ہیں۔ انہوں نے دیگر ملی و قومی موضوعات پر نغمے لکھے اور

قومی پرچم کو بھی اپنا پسندیدہ موضوع بنایا۔ انہوں نے اس پیارے پرچم کو ملک و قوم کی آبرو اور عصمت قرار دیا۔ ان کا بہترین نغمہ "آبرو" سے اقتباس ملاحظہ کریں:

ہماری آبرو پرچم ہمارا

ہلالی سبز پرچم پیارا پیارا

اسے بابائے ملت نے سنوارا

اسے خون شہیداں نے نکھارا

اسے حیدرؓ نے، خالدؓ نے ابھارا

ہماری آبرو پرچم ہمارا

(نغمہ "آبرو" مشمولہ، تیرا پاکستان ہے یہ میرا پاکستان ہے)

نامور پاکستانی شعراء نے وطن اور وطن کی عظمت کے نشان قومی پرچم پر ترانے لکھنے کو نہ صرف اپنا قومی فرض خیال کیا بلکہ اپنے لیے اسے ایک اعزاز جانا۔

'طفیل ہوشیار پوری، کے نزدیک' پرچم ستارہ و ہلال قوم اور افواج کی شجاعت، بہادری، حمیت و جرأت کی علامت ہے۔ اس لیے ان کے نزدیک تا ابد پرچم کو سربلند رکھنا ہمارا قومی اور ملی فرض ہے۔ وہ اس سبز ہلالی پرچم کو سدا پاکستانی فضاؤں میں لہراتا ہوا دیکھنے کے متمنی ہیں۔ انہوں نے پرچم کی شان میں ملی نغمہ بعنوان 'پاکستان کا پرچم" لکھا اس کا نمونہ دیکھیں:

'حمیت کی قسم تم کو، شجاعت کی قسم تم کو

جوانو! اپنے ابا کی روایت کی قسم تم کو

فضائے دو جہاں پر چھائے پاکستان کا پرچم

یہ پرچم ہی حقیقت میں نشان ہے سرفرازی کا

دل و جاں سے حفاظت اس کی ہے ایمان غازی کا

رہ عزم و یقین دکھلائے پاکستان کا پرچم

(پاکستان کا پرچم، میرے محبوب وطن)

یہ پاک دھرتی ہمارے آباؤ اجداد اور ہماری پاکستانی قوم اور سپاہ کے لہو کا نذرانہ ہے۔ اس پاک مٹی کو ہم نے اپنے لہو سے سینچا ہے۔ وطن کی سربلندی و تحفظ پاکستگانی قوم کے خون میں شامل ہے۔ پاکستانی پرچم ابد

تک ہوا کے دوش پر لہرائے رکھنا ہے تا کہ یہ پاک دھرتی ہماری عظمتوں کی امیں عالم بھر میں امتیازی شان، مقام اور مرتبہ حاصل کرے۔

نغمہ نگاروں کے لکھے گئے یہ نغمات جہاں ان کی وطن سے محبت کا مظہر ہیں وہیں پاکستانی میڈیا نے ان کو قبول دوام بخشنے کے لیے دن رات محنت کی۔ وطن کے فنکاروں نے اپنے اپنے حصے کا کردار حب وطن سے سرشار ہو کر نبھایا اور پھر جب یہ نغمے اہل وطن کی سماعتوں کی نذر کیے گئے تو حب وطن، حب سپاہ وطن اور ملی یگانگت و یکجہتی کے جذبات دیدنی تھے۔ ہر فرد قطع نظر عمر، مقام اور مرتبے کے انہیں سن کر فرط جذبات سے لبریز ہو گیا اور جذبہ ایثار لیے دھرتی کے لیے حاضر ہو گیا۔

اخبارات نے بھی بہت فعال کردار ادا کیا۔ جنگ ہمیشہ پیش رہا۔ کیوں پرچم قوم کی رفعتوں کا امیں ہوتا ہے۔ پرچم اور قوم کے درمیان ہم آہنگی لازمی امر ہے۔ قومی پرچم میں یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ قوم کو ہر طرح کی آزمائش میں اور ہر پکار پر ملی و قومی مقاصد کے لیے اپنے سایے تلے جمع کر لے۔ پاکستان پرچم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پر ہر فرد قوم اس کا قدر دان ہے اور سبز ہلالی پرچم کے سائے تلے متحد ہونے کا جوش اور عزم موجود ہے۔ اور پھر جب قوم اپنے پرچم کو اپنا سائبان بنا لیتی ہے تو ہر غم اور خوشی سانجھی ہو جاتی ہے۔ جس طرح تمام دریا آخر ایک سمندر میں آ کر مدغم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح علاقائی لسانی، ثقافتی، مذہبی تفریق مٹ جاتی ہے اور تمام افراد قوم فقط اپنے جھنڈے تلے پاکستانی قوم کی صورت متحد ہوتے ہیں۔

کلیم عثمانی وطن کے مایہ ناز قومی نغمہ نگار ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ قوم اور قومی پرچم کے باہمی رشتے کو کتنے حسین امتزاج کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ ان کا قومی نغمہ جو آج بھی قوم کو اپنے ایک بول پر ہی سبز ہلالی پرچم تلے یکجان اور ایک دل کر دیتا ہے۔ درج ذیل نمونہ ملاحظہ کریں:

اس پرچم کے سائے تلے ہم ایک ہیں ہم ایک ہیں
سانجھی اپنی خوشیاں اور غم ایک ہیں، ہم ایک ہیں
ایک چمن کے پھول ہیں سارے، ایک گگن کے تارے
ایک سمندر میں گرتے ہیں سب دریاؤں کے دھارے
سب دریاؤں کے دھارے

(مشمولہ: روزنامہ 'جنگ' ملتان، 29 اگست 2016ء)

## آئین 1973ء دستور پاکستان:-

حب وطن کے تقاضے کے تحت مسلمان اپنے وطن سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہے مگر وہ غیر مسلموں کی طرح اس وطن کی پوجا نہیں کرتا۔ مسلمانوں نے دنیا میں کہیں بھی سکونت اختیار کی، اسی علاقے کو اپنا وطن بنا لیا۔ اسلامی روایات و اقدار کے مطابق جس علاقے میں بھی مقیم ہوئے۔ ان کی حب الوطنی اسی خطے سے منسوب ہو گئی وہاں کے عوام کی فلاح و بقا اور بھلائی کے لیے کام کیا۔ اس کی حفاظت اور آزادی کے لیے انہوں نے عملی اقدامات کیے۔ اس کے بقا و تحفظ کے لیے اصول و ضوابط طے کیے۔ قانون سازی کی۔ آئین اور دستور بنائے گئے۔ تاکہ ملکی بقا کے علاوہ اسلامی تعلیمات کے مطابق عنان حکومت چلائی جا سکے۔ پاکستانی ملی نغموں میں اسلامی تعلیمات، فکر اور مذہبی روایات کی عکاسی کی گئی ہے۔ قیام پاکستان کا مطلب ہی اسلامی آئین کا نفاذ اور اس خطے کو امن و سلامتی اور عافیت کا گہوارہ بنانا۔ اس وطن میں قرآن کے دیے گئے ضابطہ حیات کے مطابق زندگیاں گزارنا۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب ملک کی قانون ساز مجالس، قانون سازی کرتے ہوئے اسلام اور قرآن کے اصولوں کو مد نظر رکھیں تاکہ ان پر عمل پیرا ہو کر اسلامی نظام حکومت رائج کیا جا سکے۔

ملک کا آئین ایک بار پھر قانون ساز اسمبلی سے پاس ہوا اور یوں وطن عزیز کو اب 1973ء کا آئین ملا۔ ملی نغمہ نگاری میں ملکی دستور اور آئین کا موضوع بھی شامل ہوا اور اب سقوط ڈھاکہ کے بعد مغربی پاکستان کی دستور ساز اسمبلی / مقننہ نے 73ء کا آئین پاس کیا اور یہ آئین ملک میں نافذ ہو گیا۔

اپنے نغمات میں شعراء نے آئین کو موضوع بنا کر نغمات تحریر کیے۔ یہ ترانے یا گیت دراصل اہل وطن تک پیغام پہنچانے کے لئے لکھے گئے۔ انہیں ملک کے مقبول ترین گلوکاروں نے گایا اور ماہرین موسیقی نے انہیں بڑی کاری گری سے سریلی دھنوں سے سجایا۔

## آئین پاکستان کے بارے میں ملی نغمے:۔

سقوط ڈھاکہ کے بعد نئے نظام کو چلانے کے لیے بہت سے اقدامات اٹھائے گئے۔ آئین پاکستان میں بھی اور کچھ نئے اقدامات کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

سپیکر قومی اسمبلی "فضل الٰہی چودھری نے 12 اپریل 1973ء کو ملک کے نئے قانون کا مسودہ پیش کیا ۔ ذوالفقار علی بھٹو، وزیر اعظم ملک میں صدارتی نظام حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس دستور میں بھی بہت سے متنازع امور موجود تھے۔

دستور پاکستان 1973ء میں پاکستان کو "اسلامی جمہوریہ" قرار دیا گیا اور پاکستان کا سرکاری مذہب "اسلام" قرار دیا گیا۔ 1962ء کے آئین کی طرح 1973ء کے آئین میں بھی حکمرانوں کے مفادات کی

بھرپور عکاسی ہوتی تھی۔ پارلیمانی نظام میں اس وقت کے حکمرانوں کے لیے آسائشیں موجود تھیں۔ غیر متوازن صورت حال تھی۔ اس پر حکومت کی طرف سے بے جا اختیارات کا یہ جواز پیش کیا گیا کہ ملک دولخت ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ معاشی، اقتصادی اور سماجی ہر سطح پر عدم استحکام ہے۔ اس صورت حال سے بخوبی نمٹنے کے لے یہ اختیارات ناگزیر ہیں۔ اس وقت کی حکومت نے یہ وعدہ کیا کہ وہ جمہوری اداروں اور اقدار کو پروان چڑھانے کی حتی الامکان کوشش کریں گے۔

'لارنس زائرنگ، اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "بھٹو ایک ایسا دستور بلکہ ایک ایسا سیاسی نظام چاہتے تھے جس میں انہیں مکمل اقتدار حاصل ہو۔ ان کے طور طریقے وائسرائے جیسے تھے۔ انہیں آئینی تحفظ کی ضرورت تھی۔ جس میں انہیں قومی سطح پر کوئی چیلنج نہ کر سکے۔ بھٹو پاکستان پر غیر معینہ عرصے کے لیے حکومت کرنا چاہتے تھے۔۔۔ ان کی یہ امیدیں نقش بر آب ثابت ہوئیں۔"[20]

یہ آئین بھی قوم کے لیے تازہ ہوا کا ایک جھونکا ثابت ہوا۔ نئی آرزوئیں اور نئی امیدیں وابستہ کی گئیں۔

اس متفقہ آئین سے یہ امید بندھ گئی کہ اب سقوط ڈھاکہ اور دیگر زخموں کو مندمل کیا جا سکے مگر 77ء کے مارشل لاء نے اس جمہوری آزادی کا جشن قوم کو زیادہ عرصہ نہیں منانے دیا مگر قوم میں نئے آئین کے تحت وطن کو 'اسلامی جمہوریہ' قرار دینے پر اپنے رد عمل کا اظہار اپنی خوشی سے کر رہی تھی۔

ڈاکٹر رشید امجد اپنے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں:

> "سقوط ڈھاکہ نے مجموعی مایوسی کو گہرا کر دیا لیکن جمہوریت کے آغاز اور پہلی بار ایک متفقہ آئین نے چند ہی برسوں میں پرانے زخموں پر مرہمکاری کا عمل شروع کر دیا"[21]

شعراء کرام نے اس جمہوری آئین کو پاکستان کی سربلندی اور قوم کی سرفرازی قرار دیا۔ دستور کو قوم وملک کی بقا اور عظمت کی علامت کہا۔ آئین وطن کے گیت لکھے۔ شعراء نے 1973ء کے دستور کو خوش آئند قرار دیا۔ حقیقی خوشی پاکستان کو 'اسلامی جمہوریہ قرار دینے اور اسلام کو اس پاک دھرتی کا مذہب قرار دیے جانے پر اللہ کے حضور شکر بجالا رہے تھے۔ شعراء اور عوام الناس نے دستور کو وطن کے لیے نوید قرار دے رہے تھے۔

آئین کو موضوع بنا کر جو نغمے لکھے گئے ان میں سے بہت سے نغمے بہترین صداکاروں کی آواز میں

ریڈیو اور ٹیلی ویژن مراکز سے پیش کیے گئے۔ قوم اس موقع پر سرخوشی کی کیفیت میں تھی۔

ملکی آئین پر ریکارڈ کیے جانے والے نغمات میں سے چند مشہور نغمات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

| | نغمہ | | گلوکار |
|---|---|---|---|
| 1۔ | آئین سرفرازی جمہور مل گیا" (نغمہ آئین) | | اقبال علی، ظفر علی، ساتھی |
| 2۔ | عظمت نشان رہے گا دستور ہمارا (نغمہ آئین) | | نسیمہ شاہین، ساتھی |
| 3۔ | قوم کو نئے دستور کا پیغام ملا، | نغمہ آئین | تصور خانم |
| 4۔ | کریں شکر خدا، آئین ملا | نغمہ آئین | تصور خانم |
| 5۔ | دستور عوام آیا ہے | نغمہ آئین | تاج ملتانی و ساتھی |

## قیدیوں کی واپسی اور یگر موضوعات پر ملی نغمے:۔

بعد از جنگ ستمبر میں جو صورت حال تھی وہ اس طرح کہ پاکستانی قوم میں سیاسی و سماجی مشکلات کی بنا پر پیدا ہونے والے بد نظمی اور انتشار، ملی نظم وضبط اور یگانگت کی صورت نظر آیا۔ جذبہ حب وطن ہر جذبے پر غالب رہا۔ قوم وطن کی جغرافیائی حد بندیوں اور علاقائی تقسیم کی بجائے وطن کی مجموعی بقا اور سلامتی کے لیے سبز ہلالی پرچم کے تلے متحد ہو گئی۔ پھر قوم کی بقا وطن کے دفاع کے لیے اپنے کئی گنا بڑے دشمن کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر ماں دھرتی کا دفاع کیا۔

'سقوط ڈھاکہ' پاکستان کا ایسا نقصان جس کی تلافی نہیں ہو سکتی اس دور پاکستانی فوج اور دیگر سول لوگوں کو قید کر لیا گیا۔ حکومتی سطح پر جنگ کے قیدیوں کی واپسی کے لیے پیش رفت ہونے لگی۔ اس وقت ذوالفقار علی بھٹو بھارت میں موجود پاکستانی قیدیوں کی جلد رہائی کے لیے کوشش کی گئی۔ اس وقت کی حکومت نے یہ کوشش بھی کی کہ ان پر مقدمات کا سلسلہ نہ جاری کیا جائے کیوں کہ معلوم تھا کہ اس طرح زخم پھر سے ہرے ہو جائیں گے۔ اس حوالے سے جو حکومتی سطح پر کوششیں ہو رہی تھیں۔ اس بابت لارنس زائرنگ لکھتے ہیں:۔

> "۔۔۔۔انہوں نے اندرا گاندھی پر زور دیا کہ دوطرفہ اختلافات کو ختم کیا جائے، بھٹو نے اپنے فوجی کمانڈروں کو آگاہ کر دیا تھا کہ بھارت کے ساتھ تنازعات مذکرات کے ذریعے طے کیے جائیں گے۔ انہیں معلوم تھا کہ پاکستانی فوجیوں کو رہائی دلانے کے لیے بھارت کو بعض مراعات دینا پڑیں گی۔"[22]

جنگی قیدیوں کی واپسی شروع ہوئی تو اپنوں کو واپس پا کر قوم کی خوشی دیدنی تھی۔ ایسا ہر گز نہیں تھا کہ یہ عام شہری اور پاکستان کے سپاہی کی واپسی اور رہائی فقط ان کے اپنے خاندان وقبیلے کے باعث مسرت تھی۔ بلکہ اس وقت پاکستانی قوم کا ہر فرد دوسرے کے ساتھ مثالی برادرانہ تعلق تھا قوم ایک جسم کی صورت تھی ہر ایک اپنے ہم وطنوں کی واپسی پر اللہ کے ہاں سر بسجود تھا اور شکر ادا کیا گیا، خوشی کے گیت گائے گئے۔

ایسے میں شعراء بھی کسی سے پیچھے نہ رہے انہوں نے فرط جذبات سے اپنے آنے والے سپاہیوں کے لیے استقبالیہ ترانے لکھے۔ انہیں بڑی فراخ دلی اور دلی محبت سے خوش آمدید کہا اور بہترین ملی نغمے اس حوالے سے تحریر کیے۔

اس دوران میں ریڈیو پاکستان کے تمام مراکز کے علاوہ پاکستان ٹیلی ویژن بھی اب ایک موثر اور فعال ادارہ بن چکا تھا۔ اس لیے یہ نغمہ ٹیلی ویژن لاہور مرکز سے نشر ہوئے جس سے عوام الناس کے دلوں میں اپنے ان سپاہیوں کے لیے عزت، پیار اور یگانگت کے جذبات پیدا ہوئے بلکہ واپس آنے والوں میں خود اعتمادی اور بڑھ گئی۔ انہیں یہ باور ہو گیا کہ پیچھے وطن میں ان کے ماں جائے، ان کی بحفاظت واپسی کے لیے نہ صرف دعا گو رہے بلکہ ہر گزرنے والا لمحہ انہیں اپنوں کی جدائی کے کرب میں مبتلا کیے ہوئے تھا۔

ان میں اہم اور مقبول نغموں کی تفصیل درج ذیل ہے:

| نغمہ | | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | غم کی یہ رت بھی گزر جائے گی<br>سکھ کا سورج نکلنے کو ہے۔ | غلام علی |
| 2۔ | اٹھو اہل وطن! حب وطن کی آزمائش ہے | زمرد بانو |
| 3۔ | اے پاک وطن! دیکھوں میں آزاد تجھے | تاج ملتانی، خالد ممتاز |
| 4۔ | وہ تمام دن جو گزر گئے ہمیں یاد ہیں | نیرہ نور |
| 5۔ | اسیر ہیں جو مجاہد، وہ جلد آجائیں | زمرد بانو |

اسی عرصے کے دوران ملک جو جب بدترین سیلاب کی آفت نے گھیرا تو بھی شعراء نے اپنی تخلیقی کاریگری دکھائی اور قوم کا حوصلہ جوان رکھنے کے لیے، اس قدرتی آفت کا مقابلہ کرنے کے لیے نغمے لکھے۔ یہ نغمے بھی پاکستانی میڈیا کے ذریعے عوام الناس کی سماعتوں تک پہنچے اور ان میں ایک تازہ ولولہ اور عزم بیدار کیا گیا۔ عوام الناس اس مشکل کی گھڑی سے بھی سرخرو ہو کر نکلے۔

یہ ترانے موقع محل کی مناسبت سے لکھوائے گئے تاکہ قوم اس مشکل گھڑی میں ہمت اور حوصلہ بلند رکھے۔ اور سب مل کر اس سے ہونے والے مالی و جانی نقصان کا غم بانٹ لیں۔ ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن نے ان نغمات کی ریکارڈنگ اور انہیں نشر کرنے کا خاص اہتمام کیا۔

ابصار احمد نے اپنی کتاب میں ان نغمات کو "نغمہ سیلاب" کا نام دیا ہے۔

ایک نغمہ "طاہرہ سید" نے اپنی منفرد آواز میں ریکارڈ کروایا۔ اس نغمے کے بول درج ذیل ہیں:

"کل تائیں سوہنا بابلا!

یہ نغمہ پنجابی زبان میں لکھا گیا۔

ایک اور پنجابی زبان میں لکھا گیا نغمہ بہت مقبول ہوا۔ یہ نغمہ صبیحہ خانم کی رسیلی اور مترنم آواز میں نشر کیا گیا۔ اس کے بول درج ذیل ہیں:

"میں سوہنی نئیں"

یہ سیلاب 1973ء میں صوبہ سندھ، صوبہ بلوچستان اور صوبہ پنجاب میں زیادہ تباہی کا باعث بنا۔ سیلاب کی تباہ کاریوں، جانی و مالی نقصانات سے نمٹنے اور اس قدرتی آفت میں قوم کا حوصلہ بلند رکھنے کے لیے نغمہ نگاری کی گئی اور ریڈیو اور پاکستان ٹیلی ویژن نے عوام الناس کا جذبہ بلند رکھنے اور قومی و ملی جوش و حمیت سے یکجان اور یک دل ہو کر اس کا سامنا کرنے کے لیے اپنی نشریات بڑے موثر انداز میں پیش کیں۔ جیسے ہی یہ ملی ترانے ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن کے مراکز سے نشر ہوتے، اہل وطن کا ملی جوش و ولولہ دیدنی ہوتا، ان میں ایک نیا ملی و قومی جوشد اور ترنگ پیدا ہو جاتی اور ہر نشر ہونے والا ہر نیا نغمہ اس جوش و جذبے کو مزید تقویت دینے کا باعث بنتا۔

پاکستان کے قومی پھول "چنبیلی" کو قرار دینے کا اعلان ہوا تو اس موضوع پر شاعری کی گئی۔ اس حوالے سے درج ذیل نغمہ بہت مقبول ہوا۔ اس نغمے کے ذریعے قوم کے ہر فرد کو اپنے ملی اور قومی تشخص کے ہر حوالے کو اپنانے اور اس عقیدت و احترام کا جذبہ وابستہ کرنے کا درس دیا گیا۔ یہ نغمہ اقلیتی گلوکاراؤں "بنجمن سسٹرز" نے اپنی شیریں اور سریلی آوازوں میں پیش کیا۔

اس نغمے کے بول درج ذیل ہیں:

"اے گل یاسمین!

ان موضوعات کے علاوہ شعراء نے یوم دفاع، شاعروں فنکاروں اور عید کے پر مسرت موقعہ پر اپنی

قوم میں باہمی اتحاد اور خوشیوں کے تبادلے کے لیے نغمے لکھے۔

مثلاً عید سعید کے پر مسرت موقعہ پر اپنی قوم کو شادمانی اور مسرت کا پیغام دینے کے لیے ترانے لکھے گئے اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے انہیں ریکارڈنگ کے مراحل سے گزار کر عوام الناس کے لیے پیش کیا۔

پاکستانی قومی و ملی اقلیتی گلوکار ایس۔پی۔ جون اور تاج ملتانی اور ساتھیوں کی آوازوں میں عید کے موقع پر درج ذیل نغمہ نشر کیا گیا۔

"عید مبارک! اہل پاکستان تمہیں"

6 ستمبر 1965ء کی یاد میں نغمات لکھے گئے۔ یوم دفاع کا درج ذیل نغمہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے نشر کیا گیا اور عوام الناس میں مقبول ہوا۔ یہ نغمہ رشیدہ بیگم اور ساتھیوں کی آوازوں میں نشر کیا گیا۔ اس کے بول درج ذیل ہیں:

"تجھ سے وابستہ ہے تاریخ کا اک باب حسیں"

"یوم دفاع جو ہمارے عزم لازوال کی تاریخ کا دن ہے۔ اس لفظ یعنی "یوم دفاع" کو سب سے پہلے پروفیسر ناصر بشیر نے ریڈیو پاکستان لاہور کے لیے تحریر کردہ اپنے نغمے کے مکھڑے میں شامل کیا۔ جسے 2015ء میں سینٹرل پروڈکشن یونٹ ریڈیو پاکستان لاہور پر انور رفیع کی آواز میں ریکارڈ کیا گیا۔ اسی طرح لفظ "چھ ستمبر" پہلی بار یحیٰی نامی شاعر نے اپنے نغمے "چھ ستمبر سلام" میں استعمال کیا۔ یہ نغمہ ریڈیو پاکستان کراچی پر اسماء احمد، رشیدہ بیگم، نسیمہ شاہین، اور ساتھیوں نے ریکارڈ کروایا تھا۔"[23]

وطن کو ابتلا یا آزمائش میں دیکھنا اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ رہنا محب وطن اور غیور پاکستانیوں کو کب گوارہ ہے۔ چنانچہ وطن کے ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والوں نے مادر وطن کی آواز پر لبیک کہا۔ فنکاروں، کاری گروں صداکاروں اور موسیقاروں سب نے اپنی اپنی خدمات وطن عزیز کے نام کر دیں۔

طبقہ شعراء خصوصاً پیش پیش رہے۔ انہوں نے شعراء فنکاروں اور دیگر کاریگری کا مظاہرہ کرنے والوں کے لیے ترانے لکھے۔

مثلاً درج ذیل نغمہ:

"ہم ہیں پر وقار قومی فنکار

یہ نغمہ ڈھاکہ ریڈیو کورس، نے پیش کیا۔ اسی فنکاروں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے نغمہ لکھا

گیا۔ جو سامعین میں بے حد مقبول رہا۔ اس نغمے کو 'علاؤالدین'، (اداکار) نے گایا، اس کے بول کچھ اس طرح ہیں:

"اے وطن! تیرے حکم پہ فنکار آگئے"

محمد علی شہکی کی آواز میں "میں شاعر پاکستان کا، ریکارڈ کیا گیا اور نذر سامعین ہوا۔

بیت المقدس:۔

جب شر پسند یہودیوں نے قبلہ ءاول کو اپنی ناپاک سازش کا نشانہ بنایا تو شعراء نے اس حساس موضوع پر اپنے تخلیقی جوہر دکھائے اور غیرت وحمیت اسلامی سے بھرپور نغمے لکھے۔ یہ نغمے پر سوز اور پر اثر آوازوں میں ریکارڈ ہوئے اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے اہل وطن کی سماعتوں تک پہنچے۔ ان میں سے چند ایک نغمے درج ذیل ہیں۔ ملاحظہ کریں۔

یہود کے ہاتھوں بیت المقدس کی بے حرمتی پر نور جہاں نے یہ نغمہ اتنے سوز اور درد مندی سے گایا کہ سامعین فرط جذبات سے آبدیدہ ہو گئے۔ اس کے بول یہ ہیں۔

1۔ "دشمن کے ہاتھوں، قبلہ اول تو جل چکا"

2۔ الفتح کے جوانو! کعبہ کے پاسبانو!"

یہ نغمہ بھی نور جہاں نے گایا۔

## ج: جذبہ شہادت، خصوصی مطالعہ

پاکستان کے قیام سے تاحال ملک دشمن عناصر اپنی معاندانہ کاروائیوں اور تخریب کاریوں میں سرگرم عمل ہیں، وطن عزیز اپنے دشمن کے عزائم سے باخبر ہے اور اس کی افواج ہر دم چوکس اور تیار وطن کی سرحدوں پر مامور اس کا دفاع ناقابل تسخیر بنانے میں سرگرم عمل ہیں۔

قوم اور وطن کی سرحدوں کی حفاظت افواج پاکستان کی اولین ترجیح ہے۔ وطن سلامت ہو گا تو قوم آزادی سے اسلامی قوانین کی روشنی میں زندگی گزار سکے گی۔ اسلام کے نقطہ نظر سے انسانی زندگی مادی اور روحانی اقدار کے انتہائی خوبصورت امتزاج کا نام ہے چنانچہ نظام زندگی میں زمین کو بھی اتنی ہی اہمیت حاصل ہے جتنی کہ آسمانوں کو، حدیث مبارک میں آتا ہے۔ "حب الوطن من الایمان "یعنی وطن سے محبت ایمان کا

حصہ ہے۔ اپنی دھرتی سے محبت گویا اپنے وجود کی بقا و سلامتی، اپنے نظریے اور ایمان کی بقا و سلامتی ہے۔ جو شخص اپنی سرزمین پر رہتے ہوئے اس سے کیے گئے عہد وفا کا پاس نہ کرے تو ایسے شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ ماں دھرتی کا خیر خواہ، اس سے محبت کرنے والا نہیں مگر اس سے استفادہ ضرور کرے۔ ایسے سازشی اور وطن دشمن عناصر کا ہر دور میں مقابلہ کیا گیا۔ اندرونی و بیرونی دشمنوں کو ان کے انجام تک پہنچایا گیا۔ ایسا شخص اگر اپنے وطن سے محبت نہیں کرتا تو وہ کائنات کی دیگر چیزوں کا بھی سچا محب نہیں ہو سکتا۔

وطن سے محبت فطرت میں شامل ہے۔ یہی حب وطن ہے جس کی وجہ سے وطن کا ہر سپاہی اپنے سروں پر کفن لپیٹے دشمن کے گولہ بارود کے سامنے اگلے محاذوں پر سینہ تان کر مقابلہ کرتا ہے۔ وطن کی عزت پر مر مٹنے والے یہ دلیر سپاہی دو ہی مقصد لے کر میدان جنگ میں اترتے ہیں کہ بقا اور دفاع وطن کے لیے لڑتے ہوئے شہادت کو گلے لگا کر سرخرو ہوں گے یا غازی کا تمغہ سجا کر سرحدوں سے واپس لوٹیں گے۔

گویا حب الوطنی ایک ایسا جذبہ ہے جو اپنی قوم اور سپاہ کے دل میں ایک ایسے سدا بہار پھول کی مانند کھلا رہتا ہے جس کی تازگی، شگفتگی اور پیار کی مہک ہر موسم میں قائم دائم رہتی ہے۔ وطن عزیز پاکستان ایک پیاری اور مقدس دھرتی ہے اس دھرتی کی بنیادوں میں ہزاروں شہداء کا لہو شامل ہے۔ اللہ کے یہ سپاہی اپنی ماں دھرتی کی حفاظت کے لیے جانوں کے نذرانے لیے ہر دم چوکس اور مستعد رہتے ہیں۔ سرفروشی کی تمنا ان غیور اور نڈر سپوتوں کی اولین تمنا ہوتی ہے۔ یہ اپنے وطن کے لیے محبت کا فرض ادا کرنے کے لیے بیقرار رہتے ہیں۔ امن ہو یا جنگ تیز قدم، تیز گام کے مصداق پیش پیش ہیں۔

عام حالات میں ہر انسان کو اپنی جان ہر مادی چیز سے بڑھ کر عزیز ہوتی ہے۔ مگر جب معاملہ وطن سے محبت کا ہو تو یہ جان جو فانی ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی اور وطن سے محبت کا جذبہ تمام جذبوں پر غالب آ جاتا ہے۔ ایک سپاہی کے لیے جس کا مقصد و مشن ہی اپنی دھرتی کا تقدس پامال نہ ہونے دینا اور اس کی بقا کی خاطر، اس کے تحفظ کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دینا ہوتا ہے۔

وطن عزیز اسلامی ملک ہے۔ اور وطن کی خاطر، جانوں کا نذرانہ دینا بھی دنیا و آخرت میں سرخروئی کا ضامن ہے۔ حب الوطنی میں تحفظ اور بقائے وطن کے دو ہی راستے ہیں۔ شہادت کا یا غازی ہونے کا۔

شہید اس پاکیزہ دل و روح کا مالک سپاہی ہے جس نے اعلائے کلمتہ اللہ کے لیے اپنی جان وار دی۔ دراصل شہادت ایک ایسا تمغہ اور اعزاز ہے اسے صرف وہی پاسکتے ہیں جن کے دلوں میں ایمان کی چنگاریاں بھڑکتی ہیں۔ قرآن مجید میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ اللہ کی راہ میں جان دینے والا کبھی نہیں مرتا بلکہ

شہادت کے مقام پر فائز ہو کر امر ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے بھی شہداء کو بے شمار اعزازات سے نوازا۔ قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق شہید کبھی نہیں مرتا بلکہ وہ تا ابد زندہ و جاوید ہو جاتا ہے۔ اسے دوام نصیب ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے رب کریم کا مقرب بن جاتا ہے۔ وہ کھاتا پیتا ہے مگر رزق اسے خالق کائنات کی ذات عطا کرتی ہے، علاوہ ازیں وہ جنت کی ابدی نعمتوں کا حق دار ٹھہرتا ہے اور وہ جہنم کے عذاب الیم سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں شہید کا جو مقام و مرتبہ اور اس کی زندگی کی حقیقت بارے وضاحت خود اللہ رب العزت نے فرمائی ہے۔ قرآن و حدیث کے مطابق شہید کا مقام و مرتبہ بہت ارفع ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:

ترجمہ:

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ (عام مردوں کی طرح) مردے ہیں۔ بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم (ان) حواس سے (اس حیات کا) ادارک نہیں کر سکتے"۔

یعنی شہید اس دنیا میں اللہ کی راہ میں جان قربان کر گیا ہے مگر عام مرنے والوں کی طرح نہیں بلکہ وہ حیات جاوداں پا گیا ہے اور وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہے۔ مگر ہماری دنیاوی زندگی میں ہماری ناقص عقل اس کی زندگی کا ادارک کرنے سے قاصر ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

ترجمہ:

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے مقرب ہیں، ان کو رزق بھی ملتا ہے، وہ خوش ہیں اس چیز سے جو انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا کی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے، ان سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے"۔

(آل عمران:269)

شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہونے والے خوش قسمت ہوتے ہیں۔ جن کی قسمت میں ہمیشہ کی

کامیابی اور فلاح لکھ دی جاتی ہے۔

سورۃ النساء" میں اللہ تعالیٰ نے ان شہیدوں کو ان خاص لوگوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جن پر اللہ کریم نے اپنا خاص فضل و کرم اور انعام کیا۔ اور اللہ نے ان عظیم لوگوں کو صراط مستقیم کا معیار اور کسوٹی کہا۔ قرآن میں شہید کے مرتبے اور مقام کو نبی کے مرتبے اور مقام سے تیسرے درجے پر مقرر کیا۔

جیسا کہ اللہ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

ترجمہ:

"اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی (صدق دل کے ساتھ) اطاعت کرتا ہے پس وہ (روز قیامت) ان لوگوں کے ساتھ ہو گا، جن پر اللہ تعالیٰ نے (اپنا خاص) انعام فرمایا، جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کتنے بہترین ساتھی ہیں"۔

سورۃ النساء:69

حضرت محمد ﷺ کی حیات مبارکہ میں بھی وطن کے دفاع اور اللہ کی رضا کے لیے دشمن سے جہاد کرنے کا درس ملتا ہے۔ آپ ﷺ کے فرامین کی روشنی میں شہادت کی اہمیت، شہید کے مقام و مرتبے اور مابعد شہادت زندگی بارے بہترین رہنمائی موجود ہے۔

آپ ﷺ نے خود غزوات میں شرکت فرمائی، زخم کھائے، جنگی حکمت عملی کے گر صحابہ کو بتائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ مروی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ:

"جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہو۔ اور اللہ ہی جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے۔ وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون کا فوارہ بہہ رہا ہو گا، رنگ خون کا اور خوشبو کستوری کی"۔

(صحیح بخاری و مسلم)

"حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ سے رایت کہ رسول اللہ ﷺ سے رایت ہے کہ:

"بے شک اللہ کے ہاں شہید کے لیے سات (7) کرامتیں ہیں: پہلی بار اس کے بدن سے خون نکلتے ہی اس کی بخشش فرما دی جاتی ہے، جنت میں وہ اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے،

ایمان کے زیور سے آراستہ کر دیا جاتا ہے۔"

اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کا مقام و مرتبہ بہت اعلیٰ وارفع ہے۔ اگر شہداء کی قربانیاں نہ ہوتیں تو حق کی آواز بلند نہ ہوتی، جس سرزمین پر آزادانہ زندگی بسر کرتے ہوئے قرآن پر عمل پیرا ہو کر اللہ کا پیغام دنیا کو پہنچارہے ہیں ممکن نہ ہوتا، وطن کا پرچم آزاد فضاؤں پر ملی و قومی جوش اور وقار سے سربلند نہ ہوتا۔ شہید جان کا نذرانہ دے کر اپنے وطن اور قوم کو عالم میں سرخرو کرتا ہے اپنی قوم کو عروج اور سربلندی عطا کرتا ہے۔

وطن کی خاطر جان دینے والے شہداء کی عظیم قربانیاں تقاضا کرتی ہیں کہ قوم اپنے شہداء کی ان قربانیوں کو یاد رکھے۔ یہ ہماری تاریخ کا ایسا باب شجاعت ہے جس پر قوم کو ہمیشہ افتخار رہے گا۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمان کی اصل اور دائمی فلاح یہی ہے کہ وہ اسلام کی سربلندی کے لیے لڑے۔ وطن عزیز کا ہر سپاہی پاکستانی قوم کا ہر فرد یہ جذبہ اور تمنا لیے ہوئے ہے۔ وہ اللہ کے دین اور دفاع وطن کے لیے قربان ہونے کے لیے ہر دم تیار رہتا ہے۔

قیام پاکستان سے لے کر تاحال ہماری افواج اندرونی و بیرونی دشمن کی سازشوں کے خلاف نبرد آزما ہے۔ یہ ساری تاریخ ان شہداء کی یاد دلاتی ہے جنھوں نے فقط اپنے وطن کی سرحدوں اور ملکی سلامتی و بقا کے لیے جنگیں لڑیں اور کام آئے۔ ان شہداء کی قربانیوں کے طفیل پاکستانی قوم امن و سکون سے زندگی بسر کرتی ہے اور وطن کے نڈر جیالے سپوت موسمی تغیر و تبدل اور شدت کو خاطر میں لائے بغیر وطن اور وطن کی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ حق و باطل میں تفریق کی یکسر اپنے لہو سے کھینچتے ہیں۔

ان پاکستانی شہداء کی ذات جرأت و شجاعت اور حق و صداقت کا وہ بلند مینارہ ہے جس سے وطن کے عاشق اور دین محمد ﷺ کے متوالے حق و صداقت اور جاںنثاری کا علم بلند کرتے ہیں۔ اور اسی راہ میں اپنی جان قربان کر دیتے ہیں۔

وطن عزیز پاکستان کا ہر سیاسی و سماجی تناظر عیار سامراجی حکمرانوں کی حکمت عملی کی وجہ سے جنگی حالات کا پیش خیمہ بنا رہا۔

مسلمانان برصغیر کی آزادی کا وہ کارواں جو سراج الدولہ کی رہنمائی میں چلا، منزل در منزل ہزاروں رکاوٹیں عبور کرتا ہوا، جانوں کی قربانیاں پیش کرتا ہوا، سلطان حیدر علی، ٹیپو سلطان، سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید کے خون کا خراج دیتا ہوا، اب اس کا علم محمد علی جناحؒ کے ہاتھوں میں آگیا۔ شاعر مشرق نے کبھی

جو خواب دیکھا تھا اب وہ تعبیر کی منزل کی طرف بڑھنے والا تھا اور چشم عالم نے دیکھا یہ خواب عظیم قائد کی رہنمائی میں 14 اگست 1947ء کو حقیقت میں بدل گیا اور پاکستان دنیا کی پہلی نظریاتی ریاست کے طور پر قائم ہوا۔

دراصل وہ جنگ جو سالوں سے لڑی جا رہی تھی قیام پاکستان سے اس کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ ایک نئے مرحلے میں داخل ہو گئی۔ پاکستان اور بھارت بظاہر دو الگ ریاستوں میں بٹ گئے مگر انگریز نے برصغیر سے جاتے جاتے بھی دونوں ملکوں کے مابین ایک خونی لکیر کھینچ دی یوں بادل نخواستہ اس خطے سے چلے تو گئے مگر ہمیشہ کے لیے جنگ کی بھٹی میں جھونک گئے۔ گویا یہ تمام مسائل جو بوقت تقسیم انگریزوں کی عیاری اور ہندوؤں کی مکاری کی وجہ سے کھڑے ہوئے اب دو انتہاؤں میں بٹ گئے تھے۔ نظریے اور عقیدے کا اختلاف آخر تک قائم رہا۔

دراصل قیام کے وقت ہی ایسے مسائل پیدا کیے جا چکے تھے جن کی بنا پر مستقبل قریب و بعید میں سخت ترین اور گھمبیر حالات کی پیش گوئی کی جا سکتی تھی۔ گویا افواج پاکستان روز اول ہی سے سروں پر کفن باندھے اس نوازئیدہ مملکت کے دفاع کے لیے سرحدوں پر مامور ہو گئیں۔

ملک کی جغرافیائی اور عسکری نفسیاتی تخلیق ہی میں رزم حق و باطل کا عنصر شامل ہو گیا تھا۔ دشمن کو پاکستان کی عسکری طاقت کا اندازہ تھا۔ اسے یقین تھا کہ اسے پاکستان پر ہر حوالے سے برتری حاصل ہے مگر ہندو بنیا اس بات سے کلی طور پر غافل تھا کہ جذبہ شہادت اور اللہ کی راہ میں حق و باطل میں جب جنگ ہو تو ان مردان حق کے سامنے شمشیر و ساں اور ٹینک اور توپ خانے بھی خس و خاشاک سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے اور اللہ کے یہ شیر دل سپاہی موت کے خدشے سے بے نیاز گولہ اور بارود کو بھی اپنے لہو سے بھسم کر دیتے ہیں۔

1965ء کی پاک بھارت جنگ میں دشمن کا مقصد پاکستان کے دفاع کو کمزور کرنا اور زیادہ سے زیادہ پاکستانی علاقوں کو قبضے میں لینا تھا۔ دشمن کے عزائم بہت واضح تھے، دشمن کو عبرت ناک نتائج کا سامنا کرنا پڑا۔ 1966ء سے 1980ء کے دوران بہت سے اتار چڑھاؤ آئے۔ ملک سیاسی، سماجی، معاشی ہر پہلو سے ان حالات کے زیر اثر رہا، 1971ء کی جنگ، مشرقی پاکستان کی علیحدگی، جنگی قیدی انتخابات مارشل لاء، آئین پاکستان وغیرہ یہ دورانیہ سیاسی، عسکری اور ہر اندرونی محاذ پر مملکت پاکستان کی آزمائش کا دورانیہ رہا۔ وطن عزیز کو ایک طرف تو اپنے بیرونی دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کا سامنا تھا تو دوسری طرف اقتدار کی ہوس رکھنے والے ٹولے کی سازشوں نے ملک میں سیاسی و سماجی امن داؤ پر لگا دیا تھا۔

ان حالات میں پاکستانی افواج کی قربانیاں بھی بے مثال تھیں۔ قوم اپنی فوج کے شانہ بشانہ ہر وقت مدد کے لیے مستعد کھڑی تھی۔ شعراء بھی اس تمام صورتحال سے متاثر ہوئے۔ انہوں نے دل کھول کر افواج پاکستان اور اہل وطن کو داد شجاعت دی۔ انہوں نے اپنی نغمہ نگاری کے ذریعے ان جنگوں میں اپنی افواج اور قوم کی بہادری و شجاعت کے بے مثال کارناموں کو امر کر دیا۔

ان جنگوں کی تصویر گری اپنے الفاظ میں کمال مہارت سے کی جنگ کے حالات کی منظر نگاری اور جذبۂ ایثاراور حب الوطنی کے اظہار کے لیے نئی لفظیات استعمال کیں۔ شعراء نے اپنی شاعری میں دشمن کی جارحیت کی مذمت کی اور اپنی سپاہ کی جرأت اور ہمت کو خراج عقیدت پیش کیا۔

1971ء کی جنگ میں پاکستانی سپاہ کو بیک وقت کئی محاذوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جنگ اپنی جغرافیائی حدود کا تحفظ اور قومی نظریے کی بقا کے لیے لڑی جاتی ہے۔ یہ جنگ جغرافیائی حدود کی حفاظت ملک کو متحد رکھنے کے ساتھ ساتھ اسلامی نظریے اور تحفظ ریاست کی جنگ تھی۔

دشمن نے جنگی محاذ گرم کیا تو شعراء نے لہو گرمانے والے جذبہ حب الوطنی اور ذوق شہادت کو انگیخت کرنے والے نغمات لکھے۔ اور جب یہ نغمے سازو آواز میں ڈھل کر محاذ جنگ پر مصروف جنگ سپاہیوں کی سماعتوں سے ٹکراتے تو ان کے اندر نیا ذوق اور نیا جوش پیدا ہو جاتا۔ یہی حال قوم کا تھا۔ قوم کا بچہ بچہ، گلی گلی میں سبز ہلالی پرچم تھامے۔ یہ گیت گاتا اپنی قوم اور افواج کے ساتھ یگانگت کا اظہار کر رہا تھا۔ پاکستانی میڈیا شب و روز مصروف عمل تھا۔ وطن کے لکھاری جنگ کے دوران حالات کا بڑی گہرائی و گیرائی سے مشاہدہ کر رہے تھے۔ اور پھر انہوں نے اپنے مشاہدے کو الفاظ کا پیکر دیا اور شعری اظہار کے سانچے میں ڈھالا۔

جنگ ستمبر 1965ء میں دشمن نے جو ہزیمت اٹھائی اس کا بدلہ لینے کے لیے دشمن نے مکمل منصوبہ بندی اور تیاری کی اور ملک میں سازشوں کا جال بچھا دیا۔ اس مقصد کے لیے اس نے ہمارے ہی لوگوں کو استعمال کیا۔ پاکستان کی مسلسل سیاسی کمزوریوں نے دشمن کے مکروہ عزائم کو کامیاب ہونے کا موقعہ دیا۔

اپنے وطن سے محبت اور وطن کے محافظوں کے لیے عقیدت کا جذبہ اہل وطن میں بہت زیادہ ہے۔ انہوں نے اپنے اپنے انداز سے وطن کی حفاظت پر مامور دلیر سپاہیوں سے اپنی دلی وابستگی کا اظہار کیا۔

اس دوران ایک بار پھر ملک کے دانشور، ادیب اور شاعر اس پاکیزہ جذبے سے سرشار تھے اور انہوں نے حب وطن کے جذبے کے تحت اپنے سپاہیوں کی شجاعت کی جو داستانیں رقم کیں۔ ان کی شہادت کو جس انداز سے خراج عقیدت پیش کیا وہ تاریخ میں شعری و فنی شاہکار کی حیثیت اختیار کر گیا۔

اس جنگ میں پاکستانی افواج نے اپنے لہو کی سرخی سے تاریخ کا ایک ایسا باب شہادت رقم کیا جس پر نہ صرف قوم بلکہ اہل عالم بھی فخر کریں۔ ان جنگوں میں یعنی معرکہ حق و باطل میں وطن کے ہر غیور بیٹے نے اپنے فرائض بڑی بے جگری اور خوش اسلوبی سے انجام دیے۔ خاص طور پر ملک کی بری، بحری اور فضائی افواج کے بہادر جوانوں نے وطن کے تحفظ کے لیے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ان کی نظیر نہیں ملتی۔

ستمبر 1971ء کی جنگ میں ایک بار پھر ملی شاعری اپنے کمال کو پہنچی اور شعراء کے قلم سے وہ لازوال نغمے تخلیق ہوئے جو آج بھی جب سماعتوں سے ٹکراتے ہیں تو دل فرط جذبات سے جھوم اٹھتا ہے۔

اس آزمائش میں پاکستان ریڈیو اور ٹیلی ویژن دونوں نے دشمن کو سبق سکھانے کے لیے صوتی محاذ، کو بھرپور انداز سے استعمال کیا۔ ایس۔ پی جون اور ان دیگر مقبول فنکاروں اور گلوکاروں نے جنگ 71ء میں بھی بھرپور انداز سے دشمن کے خلاف جہاد کیا۔ اس جنگ کے پہلے دن ریڈیو پاکستان کراچی سے جو نغمہ پیش کیا گیا۔ وہ ایس پی جون (اقلیتی گلوکار) اور تاج ملتانی کی ولولہ انگیز آوازوں میں تھا۔

یہ نغمہ شاعر "محشر بدایونی" کا تحریر کردہ ہے۔ اس کے اس نغمے کے بول درج ذیل ہیں:

"اے دشمن عیار۔۔ کس قوم سرفراز کو للکار رہا ہے"

اس جنگی ترانے اور دیگر ترانوں کے بارے میں ابصار احمد، نے اپنے ایک مضمون میں تحریر کرتے ہیں:

"یہ جنگ ستمبر 1971 کا پہلا ترانہ بھی ثابت ہوا۔ ریڈیو پاکستان کے اس صوتی مورچے پر ایس۔ پی۔ جون نے اپنی آواز سے دشمن پر صوتی بم برسائے اور جنگ کے دوران کئی پرجوش ترانے ریکارڈ کروائے۔ ٹرانسکرپشن سروس ریڈیو پاکستان کے نگران سید سلیم گیلانی کا تحریر کردہ نغمہ،"ہم حیدری ہیں ہم میں ہے زور غضنفری۔۔۔ مولا علی نے ہم کو سکھائی ہے صفدری" جسے شہنشاہ غزل مہدی حسن نے گایا تھا۔ اس کے کورس میں بھی ایس۔ پی۔ جون کی آواز نمایاں تھی۔ اس کے علاوہ اسی جنگ میں ایس۔ پی۔ جون نے انفرادی طور پر محشر بدایونی کا تحریر کردہ نغمہ بھی گایا یا جس کے اشعار کچھ یوں تھے:

"کسی کو ہے ناز اپنی تیغ دودم پر
کوئی لڑ رہا ہے محاذ قلم پر
گھر ہو کہ بازار، دفتر یا خندق
میرا سر بلند ہے ہر اک مورچے پر
میری قوم کا ہر جواں ہے سپاہی۔۔"

(ہلال، شمار، 7، اکتوبر 2021ء)

دوران جنگ ایس۔پی۔جون نے ساقی جاوید کا لکھا ہوا نغمہ بھی ریڈیو پاکستان کراچی سے ریکارڈ کرایا۔ یہ نغمہ اپنے منفرد استہفامیہ انداز کی وجہ سے بہت مشہور ہوا۔ جس میں شاعر نے ارض پاک کی ایک آواز پر لبیک کہنے والے ان پاک سپوتوں کا پاک دھرتی سے مکالمہ کرایا جو اپنی جان ہتھیلی پر لیے سروں سے کفن باندھے پروانہ وار اس کے لیے تحفظ کے جام شہادت نوش کر گئے۔ اس نغمے کے بول درج ذیل ہیں:۔

"اے ارضِ وطن! تو ہی بتا تیری صدا پر
کیا ہم نے کبھی فرض سے انکار کیا ہے؟
اے جان وفا تو ہی بتا تیرے پیار کے آگے
کیا ہم نے کبھی اپنی جاں سے پیار کیا ہے؟"

ابصار احمد، اس نغمے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"۔۔۔یہ ایسا استفہامیہ نغمہ ہے جس میں وطن کا ہر فرد اور بالخصوص ایک سپاہی وطن کی مٹی کو گواہ بنا کر پوچھتا ہے کہ
"اے ارض وطن! تو ہی بتا تیری صدا پر
یہ پر فکر اور پر جوش نغمہ ایس۔پی جون نے اپنی ہی موسیقی میں تیار کیا تھا اور یہ جنگ دسمبر کے بعد بھی ریڈیو سے نشر ہوتا رہا بلکہ 1974ء میں پہلی اقلیتی کانفرنس منعقد ہوئی تو اس میں ایس۔پی جون نے اسے پیش کیا"[24]

افواج پاکستان نے اس وطن کی مٹی کو اپنے خون سے سینچا۔ شہید یا غازی اس کے علاوہ کچھ نہیں اس جنگ کے دوران اپنے سپاہیوں میں تازہ ولولہ اور جواں ترنگ پیدا کرنے کے لیے اگر ایک طرف شعراء اس حوالے سے شاعری لکھ رہے تھے تو دوسری طرف پاکستانی میڈیا بشمول ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے انہیں بہترین ماہر موسیقی، اور صداکاروں کی مدد سے ان کا یہ پیغام قوم اور افواج تک پہنچا رہا تھا۔

ریڈیو پاکستان کراچی کی طرح ریڈیو پاکستان لاہور بھی سرگرم عمل تھا بلکہ یہاں پر عوام الناس کا جوش اور ولولہ دیدنی تھا۔ زندہ دلان لاہور، جذبات سے بھرے بیٹھے تھے۔ انہیں فقط وطن کا دفاع عزیز تھا جس کے لیے وہ اپنے ہر دلعزیز سپاہیوں کے حوصلے اور جرأتوں کو سلام عقیدت پیش کر رہے تھے اور نشریات کا حصہ بننے والے گیتوں کو گنگنا رہے تھے۔ اس کے علاوہ اخبارات کی زینت بننے والی ملی شاعری بھی ان کی زد میں

تھی۔ بڑے ذوق وشوق سے گلی کوچوں میں گنگناتے پھرتے اور عوام الناس کالہو گرماتے۔

"دسمبر 1971ء میں قوم پر ایک بار پھر آزمائش کا وقت آیا تو شوکت علی نے ایک بار پھر لاہور ریڈیو پر آواز کا مورچہ تیار کیا اور سب سے پہلے عبد الرؤف شیخ کا تحریر کردہ نغمہ "ڈک لو ڈک لو، قہر دے طوفان" نذر افواج کیا۔ اس کے بعد انہوں نے "جنگ باز انڈیا، جنگ باز انڈیا" اور بھارتی ریڈیو، آکاش وانی، پر طنزیہ نغمہ "جھوٹ بولیے، اے جھوٹیے آکاش وانیے! بھی ریکارڈ کروایا جسے اعجاز کشمیری نے تحریر کیا۔

ابصار احمد مزید لکھتے ہیں:

"6دسمبر 1971ء کو شوکت علی نے تصور خانم کے ساتھ مرحوم 'فیاض ہاشمی' کا لکھا ہوا ترانہ "دشمنو! تم نے اس قوم کو للکارا ہے" بھی گایا جو بعد میں فلم آزادی" کا حصہ بھی بنا۔ اس جنگ میں ریڈیو پاکستان کے ساتھ ساتھ پاکستان ٹیلی ویژن بھی ایک موثر ادارہ بن چکا تھا۔ اس کے لیے شوکت علی نے پی ٹی وی لاہور مرکز پر بھی دیگر فنکاروں کے ساتھ قومی نغمات ریکارڈ کروائے جن میں اے وطن! تو نے ہم کو پکارا تو ہم سر بکف آ گئے "[25]

دوران جنگ بے حد مقبول ہوا۔

سقوط ڈھاکہ کے بعد افواج اور اہل وطن کے دلوں کو ڈھارس دینے کے لے شاعر " جمیل الدین عالی، کا لکھا ہوا نغمہ شوکت علی نے گایا اس نغمے کے بول یوں ہیں: (یہ نغمہ اگست 1972ء میں لاہور ٹیلی ویژن سے گایا۔ اس کے بول ملاحظہ کریں:

"یہ پاک سرزمین ہے، یہ منزل مراد ہے
اسی زمین کے لیے ہزار امتحان دیے
بہت کٹھن تھے مرحلے مگر وہ ہم نے طے کئے
گزر گیا جو وقت، وہ تمام ہم کو یاد ہے
یہ پاک سرزمین ہے یہ منزل مراد ہے۔

اپنے غیور جوانوں کی شہادت اور قید پر ہر دل دکھ سے بھر گیا۔ مشرقی پاکستان کا سانحہ ایک بار پھر ہجرت کے غم کو تازہ کر گیا۔ ایسے میں قوم کی نفسیاتی حالت ابتر تھی۔ مگر یہ نغمے ان میں سعی و عمل کی جوت جگانے، ان کا حوصلہ بڑھانے اور تعمیر نو کا جذبہ بیدار کرتے تھے۔ ایک ایسا ہی دعائیہ نغمہ جسے، احمد ندیم قاسمی،

نے تحریر کیا شوکت علی اور سکول کے بچوں کی آواز میں پاکستان ٹیلی ویژن لاہور مرکز نے ریکارڈ کیا اور نشر کیا گیا اس کے بول ملاحظہ کریں:

"یارب! میرے وطن کو ایک ایسی بہار دے

جو سارے ایشیا کی خزاں کو نکھار دے"

افواج پاکستان کا مورال بلند کرنے کے لیے حمایت علی شاعر، نے قائد اعظم پر نغمہ لکھا جس کے بول درج ذیل ہیں:

یہ نغمہ پاکستان ٹیلی ویژن لاہور سے نشر ہونے والا پہلا نغمۂ قائد تھا۔ اس سے پہلے ریڈیو پاکستان کے مراکز نے قائداعظم پر نغمے نشر کیے تھے۔

"دسمبر 1974ء میں شوکت علی نے پاکستان ٹیلی ویژن کے لیے حمایت علی شاعر کا تحریر کردہ قومی نغمہ۔۔۔ گایا تو یہ پاکستان ٹیلی ویژن کا ریکارڈ شدہ پہلا نغمہ قائد تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے پی ٹی وی پر قائد اعظم کے نام سے وہی نغمے نشر ہوتے تھے جو فنکار پہلے ہی ریڈیو سے نذر عوام کر چکے ہوتے تھے۔"[26]

اس جنگ میں اپنے ہی غیروں کے ساتھ مل کر خون آلود کہانی لکھ رہے تھے۔ اسلحے اور جوانوں کی کمی کے باوجود افواج پاکستان اور محب وطن مقامی رضاکاروں نے بھارتی فوج اور مکتی باہنی کے حملوں کا بھرپور انداز میں مقابلہ کیا۔ توحید کی قوت ایک ایسی بے مثال قوت ہے جو مردِ مومن کو جرأت کردار پر ابھارتی ہے۔

سقوطِ ڈھاکہ کے تناظر میں حالات کا جائزہ لیں تو اس وقت بھی پاک فوج کے جوانوں کا جذبہ شہادت عروج پر تھا۔ وہی جوش، ولولہ اور دفاع وطن کے لیے ترنگ نظر آتی تھی جو ان کا روایتی کردار رہی ہے۔

بر گیڈیئر سعد اللہ خان اپنی آپ بیتی میں اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

"کمانڈنگ افسر یاسین نے نوجوانوں کو بتایا تھا کہ اگر زندہ رہے تو یہ ہمارے گھر ہیں اور اگر مارے گئے تو یہ ہماری قبریں ہیں۔ اس لیے ہتھیاروں کے لئے خندقوں کو بڑی محبت اور احتیاط سے تیار کرو"[27]

افواج پاکستان کے اندر جذبہ جہاد اور شوق شہادت وہ جذبہ ہے جس کی نظیر دیگر عالمی افواج میں بمشکل ملتی ہے۔ یہی جذبہ کم ساز و سامان کے باوجود جنگی محاذ پر ثابت قدم رکھتا ہے۔ اس المناک گھڑی میں پاک فوج نے عزم و استقلال کا ثبوت دیا۔

اس جنگ میں شعراء نے شہادت کے مرتبے سے سرفراز ہونے والے غیور سپاہیوں کو خراج عقیدت پیش کیا۔ قومی شاعر، نغمہ نگار، اور فنکاروں نے پھر ایک بار سابقہ جذبہ کی عملی تصویر پیش کی۔ ایک بار پھر وطن سے محبت و عقیدت، افواج کی قربانیوں اور شجاعت کی داستانیں پر سوز آوازوں اور سریلی و پر سوز آواز میں قوم کو سنائیں۔

اس دوران میں شعراء نے اپنے شہید ہو جانے والے شعراء اور ان سپاہیوں اور شہریوں کی شان میں گیت لکھے جو قید کر لیے گئے تھے۔ دشمن کی بزدلی اور مکاری کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

جذبہ شہادت اور افواج پاکستان کے شیر دل جوانوں کو محبتوں اور ملی یگانگت کا پیغام دینے کے لیے جو نغمات ریکارڈ کیے گئے اور ریڈیو، ٹیلی ویژن سے نشر کے گئے۔ ان میں سے مقبول ترین نغمات کی تفصیل درج ذیل ہے:

| نغمہ | گلوکار |
|---|---|
| 1۔ "دشمنوں نے اس قوم کو للکارا' | تصور خانم، ساتھی |
| 2۔ "تدبیرِ جنگ روح ہلالی کے ساتھ ہے' | مہدی حسن، شہناز بیگم، ساتھی |
| 3۔ "اے وطن کے سجیلے جوانو! میرے نغمے تمہارے لیے ہیں" | شہناز بیگم |
| 4۔ "تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے آج" | شہناز بیگم |
| 5۔ "پھر شیر خدا جاگے، پھر وقت جہاد آیا" | نور جہاں |
| 6۔ "میدان تمہارے ہاتھ رہے، اللہ کی رحمت ساتھ رہے" | نور جہاں |

کبھی تو شعراء نے اپنے فوجیوں کے ناز اٹھانے والے نغمے لکھے جس سے اہل وطن کا اپنے فوجی بھائیوں سے گہرا پیار اور دلی وابستگی کا پتہ چلتا ہے۔ یہ نغمے سرحدوں پر مصروفِ جنگ وطن کے بہادر سپوتوں کے نام کہ جو دفاعِ وطن کے لیے جان کے نذرانے پیش کرنے گئے تھے۔ یہ نغمات ملاحظہ کریں:

| نغمہ | گلوکار |
|---|---|
| 1۔ میرا سپاہی ہے لاکھوں میں ایک | نور جہاں |
| 2۔ بلے بلے نی وطناں دارا کھاے | نور جہاں |
| 3۔ ایہہ سوہنا سانوں پیارا نی | نور جہاں |
| 4۔ میرے ڈھول سپاہیاں لائے سرحداں تے ڈھیرے | نور جہاں |

5۔ ہائے نی، کرنیل نی، جرنیل نی — نور جہاں

6۔ میرا ماہی شیر جوان کڑے! — زمرد بانو

7۔ تم ایک بھی سو پہ بھاری ہو! — منیر حسین، ساتھی

8۔ میرے دیس کے اے رکھوالو! — محمد افرا ہیم، اسماء احمد

پاکستانی سپاہی کی شان ہے کہ وہ خون کے آخری قطرے تک ہمت نہیں ہارتا اور شہید یا غازی میں سے کوئی ایک اس کا انتخاب ہوتا ہے۔ جنگ میں پیٹھ دکھانا، دشمن کے سامنے ہتھیار پھینک دینا، شکست تسلیم کر لینا اس کا شیوہ نہیں۔ ہماری سپاہ کے حوصلے بلند تھے وہ دشمن کی اندرونی اور بیرونی دونوں طرح کی جارحیت کا مقابلہ اپنی جانیں وطن پر قربان کر کے کر رہے تھے مگر اپنے چٹانی عزم سے کہیں دور تک یہ نشان نہیں ملا کہ وہ اس آزمائش میں پر اعتماد نہیں وہ پورے قومی جوش اور شجاعت سے صف آراء تھے۔ ہمارے شہیدوں اور غازیوں کے عزم صمیم کی تاریخ گواہی دیتی ہے۔ یہ دشمن تو ان کا آزمایا ہوا تھا۔

ہتھیار ڈال دینا ہماری گھٹی میں شامل ہی نہیں۔ لڑتے ہوئے مردانہ وار شہید ہو کر سرخرو ہونے کی تمنا ہر سپاہی کا خواب ہوتی ہے۔

> "مسلمان مجاہدین کی یہ شان ہے کہ وہ آخری دم تک لڑتے ہیں اور شہادت یا غازی میں سے کوئی ایک مرتبہ پاتے ہیں۔ جنگ میں بھاگ جانا یا دشمن کے آگے ہتھیار پھینک کر شکست تسلیم کر لینا ایک مسلمان مجاہد کا شیوہ نہیں ہے۔ اس لیے جب پاکستانی جنرل امیر عبداللہ نیازی نے بھارتی جنرل جگجیت سنگھ اروڑہ کے آگے ہزاروں کے لشکر کے ساتھ ہتھیار ڈال دیے تو غیور مسلمانوں کے لیے یہ لمحہ بہت درد انگیز تھا اور پوری قوم اس غم میں مبتلا تھی کہ پاکستان کی اتنی بہادر فوج کیسے شکست کھا گئی۔"[28]

'میجر ضمیر جعفری' نے اس دردناک پہلو کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ انہوں نے اس حوالے سے نظم بعنوان، "گنر شیر خان" لکھی۔ اس کی وجہ اپنوں کی سازشیں تھیں اس کے بول درج ذیل ہیں؛

"یہ جانثار لشکر نہ کھاتا شکست
مگر تھا قیادت کا کردار پست
عزائم تو بیدار سینوں میں تھے
مگر سانپ بھی آستینوں میں تھے"

(نظم گنر شیر خان)

اس نظم کا تناظر مشرقی پاکستان ہے۔"شیر خان" استعارہ ہے ایک باہمت اور حب وطن کے جذبے سے چور مجاہد اور سپاہی کے لیے۔ جو پاک فوج میں ملکی حفاظت، سلامتی اور بقا کا عزم صمیم لے کر بھرتی ہو جاتا ہے۔ وہ جنگ میں بڑی بہادری سے لڑتا ہوا دشمن کو بھاگنے پر مجبور کر دیتا ہے لیکن جب قیادت کی طرف سے شکست کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ اس کا دل غم سے نڈھال ہو گیا۔ جب سانحہ مشرقی پاکستان ہو گیا ہزاروں غیور اور بہادر سپاہی پاک فوج کے دشمن کے ہاتھوں قیدی بنا لیے گئے۔ کئی ماؤں کے جگر پارے، بیویوں کے سہاگ اور بہنوں کے لاڈلے اس جنگ میں پاکستان کا دفاع کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ تو دشمن کو سبق سکھانے اور اپنے جنگی قیدیوں کو واپس لانے کے لیے ایک اضطراب کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ تو ایسے میں عسکری مجاہدین اور طبقہ شعراء کا ردِ عمل کیا تھا۔

"۔۔۔ ایسے میں عسکری مجاہدین و شعراء نے قوم کے جذبات کو سہارا دیتے ہوئے اس شکست کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور یہ مؤقف اپنایا کہ ایک پاکستان کی بجائے دو پاکستان اور ایک مسلم ریاست کی بجائے دو مسلم ریاستوں کا ظہور ہوا ہے۔ صوبیدار افضل تحسین، ان مجاہد پاکستانی شعراء میں شامل ہیں جو شکست کو کفار کی اڑائی ہوئی خبر سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے"[29]

بے شمار شعراء کرام ہیں جنہوں نے اس جنگ کے دوران اور بعد میں بھی اپنے فوجیوں کی شہادت اور جذبہ شہادت کو موضوع سخن بنایا۔ فقید المثال ترانے لکھے گئے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے دن رات نغموں کے لیے موسیقی کی دھنوں اور آوازوں کے انتخاب اور ریکارڈنگ سے لے کر نشریات تک کے صبر آزما لمحوں کو بڑی زندہ دلی اور خوش اخلاقی سے نذر وطن کیا۔ جو شہداء میں شامل ہوئے قوم کو ان پر ناز تھا مگر اپنے غیور سپاہیوں کو قید میں سننا ان کی سماعتوں کے لیے اذیت کا باعث تھا۔

اس دلخراش سانحے پر شعرائے وطن بھی افسردہ تھے۔ اس دوران جو نغمہ نگاری ہوئی اس میں سیاسی، سماجی، اقتصادی، نظریاتی عسکری پہلو کے ساتھ ساتھ نفسیاتی پہلو بھی شامل ہوا۔

ایسے ہی ایک حساس شاعر ماجد صدیقی نے اپنی نظموں "اے میرے افسردہ وطن!" اور "میں ایک ماں ہوں" میں اس ذہنی کرب و اذیت کی تصویر کشی کی ہے۔

اس جنگ کے دوران نشر ہونے والے ملی نغموں کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے ابصار احمد

کہتے ہیں:

"اس جنگ میں بھی جنگ ستمبر کی طرح بے شمار قومی نغمات ریڈیو اور پاکستان ٹیلی ویژن سے نشر ہوئے۔ جو ہمارے قومی نغمات کی تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔ جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ ہمارے قومی فنکاروں نے ہمیشہ اپنے وطن کی آواز پر لبیک کہہ کر اپنا فن نذر وطن کیا۔"[30]

1971ء کی جنگ میں قوم کے ہر طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ ایک بار پھر اپنی بہادر اور غیرت مند فوج کے ساتھ ہیں۔ اس جنگ کے دوران ایسی صورت حال بھی سامنے آئی جب دشمن بھارت نے پیارے وطن پاکستان کے خلاف نغمات کے ذریعے پروپیگنڈہ کیا اور پاکستان اور افواج پاکستان کے خلاف ہرزہ سرائی کی۔ اس ہرزہ سرائی کا بڑا دلچسپ جواب ریڈیو پاکستان اور پاکستانی فنکاروں اور ماہرین موسیقی نے دیا۔

"5 نومبر کو بھارتی ریڈیو آکاش وانی نے پاکستان کے خلاف ایک گیت میں ہرزہ سرائی کی تو ریڈیو پاکستان کراچی میں بیٹھے ٹرانسکرپشن سروس کے نگران سید سلیم گیلانی کو شدید غصہ آیا۔۔۔ انہوں نے کچھ پرانے بھارتی گیتوں کے ریکارڈ طلب کیے جو جنگ ستمبر سے قبل ریڈیو پاکستان سے نشر ہوتے تھے۔۔۔ انہوں نے موسیقار نذر جمال کو بلوایا اور کہا۔۔ یہ بنی بنائی طرزیں ہیں۔ آپ انہیں فوراً مرتب کریں اور مجھے بتائیں۔ اب بھارت سے بات اسی کی زبان میں کرنی ہوگی۔"[31]

یعنی ریڈیو پاکستان کراچی سے بھارتی گیتوں کی پیروڈی لکھی گئی اور وہ اپنے گلوکاروں سے گوا کر نشر کیے گئے۔ ان میں سے تین نغمے درج ذیل ہیں۔

| | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | میر اسندر سپنا ٹوٹ گیا، میں جیتی بازی ہار گئی | شہناز بیگم |
| 2۔ | وہ جنتا کہاں سے لاؤں اور کس کس کو لڑواؤں | شہناز بیگم |
| 3۔ | ہم ایسے دیش کے نیتا ہیں، جس دیش میں گنگا بہتی ہے | شہناز بیگم |

یہ نغمات پیروڈی تھے۔ جس میں ریڈیو کراچی، ٹرانسکرپشن سروس کے نگران سید سلیم گیلانی نے اس وقت کے بھارتی وزیر اعظم اور بھارتی آرمی چیف "سیین مانگ مانک' کے تصوراتی مکالمے بھی شامل کیے تھے جو

ان کے اپنے تخیل کی اختراع تھے کیوں کر بھارتی آرمی چیف 'جنرل سین مانک شا، لڑائی سے کترا رہا تھا اس کا موقف یہ تھا کہ اس طرح حملہ کرنا بہادری نہیں ہوتی۔

اب چونکہ سلسلہ چل نکلا تھا اور پاکستانی عوام نے ان پیروڈی نغمات کی دل کھول کر داد دی، یہ عوام میں بہت مقبول ہوئے، اس کے ساتھ ساتھ سپاہیوں کے جوش و ولولے میں بھی اضافہ ہوا۔ 'سید سلیم گیلانی' نے یہ محاذ خود سنبھال لیا اور انہوں نے اب دوران جنگ کاونٹر پروپیگنڈہ نغمات کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ نغمات انہوں نے خود تخلیق کیے۔ ان کا تحریر کردہ ایک نغمہ جو فوراً گراموفون کیا گیا اور نشریات کا حصہ بنا۔ اس کے بول درج ذیل ہیں:

"گیڈر بھبکی کیا دیتے ہو!
رن میں اتر کر دیکھو آج
سیدھی بات کرو مہاراج!

یہ نغمہ بہت زیادہ مقبول ہوا۔ اس کے علاوہ پاکستانی فوج جو دشمن کے مقابلے میں کہیں کم تھی اور ان کا ساتھ دینے کے لیے رضاکار شامل ہوئے تھے۔ انہیں دو محاذوں پر برسرپیکار ہونا پڑا۔ اول انہیں اندرونی غداروں سے لڑنا تھا اور دوم وہ بھارتی افواج سے مد مقابل تھے۔ اس دوران میں جن نغمات کو عوامی مقبولیت حاصل ہوئی درج ذیل ہیں:۔

| شاعر | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| الطاف پرواز | ہلچل ہے بحر و بر میں کہ فوج خدا چلی | |
| | ہم بڑھ رہے ہیں نعرہ لگا کے علی علی | نسیمہ شاہین، سلامت علی، ساتھی |
| میجر ضمیر جعفری | ہمیشہ روشن ہمیشہ زندہ۔۔کمال پور کا دلیر دستہ | نسیمہ شاہین، ظفر علی، ساتھی |
| منظور حسین جھلا | غازی اتے کرم نبی ﷺ دا، رب دے رنگ نیارے نے | |
| | ساڈے صرف بتالی شیر اں، پنج سو چالی مارے نے | عنایت حسین بھٹی، ساتھی |
| نصیر ترابی | میری سرحد کو میرا لہو چاہیے، میرے کھیتوں کو میری نمو چاہیے | احمد رشدی، ساتھی |

منظور حسین جھلا کا لکھا ہوا فاتحانہ نغمہ جو انہوں نے مادری زبان پنجابی میں تحریر کیا۔ اس پوری صورت حال کو الفاظ میں مصور کر دیتا ہے جو ہمارے جری، جیالوں کو مشرقی پاکستان کے ہلی بوگرہ سیکٹر، میں پیش آئی۔ یہ سیکٹر بھی گویا ایک محاذ کامرانی تھا جہاں قوم کا غیور سپوت "میجر محمد اکرم' (نشان حیدر) اپنے چند جانثاروں

کے ساتھ اندرونی و بیرونی دشمنوں کے سامنے سینہ سپر تھا۔ یہ محاذ 22 نومبر سے 5 دسمبر تک شدید لڑائی کی لپیٹ میں تھا۔

پاکستانی فوج کی محض ایک کمپنی تھی۔ اس میں کل پچاس جوان شامل تھے۔ جبکہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی اس محاذ پر میجر محمد اکرم نے اپنے جوانوں کے ساتھ دشمن بھارت کے 540 سپاہیوں کو جہنم واصل کیا۔ اسی بہادری پر منظور حسین جھلانے یہ نغمہ لکھ کر اس کارنامے کو ملی و قومی نغمہ نگاری کی تاریخ میں امر کر دیا۔

نصیر ترابی کا نغمہ گلوکار احمد رشدی نے خاص طور سے کہہ کر لکھوایا تھا۔"میری سرحدوں کو میرا لہو چاہیے" یہ نغمہ مذکورہ دن سہ پہر چار بجے مکمل ہوا۔ یہ رزمیہ ترانہ احمد رشدی کی آواز میں ساڑھے پانچ بجے ریڈیو سے نشر ہونے والے فوجی بھائیوں کے پروگرام میں نشر کر دیا گیا۔

دسمبر 1971ء کی چار تاریخ کو جب دشمن نے باقاعدہ حملہ کر دیا تو جو سب سے پہلا ترانہ سامعین کی نذر کیا گیا اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

| شاعر | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| منظر ایوبی | اے دشمن عیار! کس قوم سر فراز کو للکار رہا ہے<br>کس ملک کی سرحد کی طرف ہے تیری پرواز | تاج ملتانی |
| منظر ایوبی | پرچم دعاؤں کا بھی نشانوں کے ساتھ ہے<br>ملت تمام اپنے جوانوں کے ساتھ ہے۔ | |

5 دسمبر ہی کو ریڈیو پاکستان کراچی درج ذیل نغمہ نشر کیا گیا۔ اس کی تفصیل

| شاعر | نغمہ |
|---|---|
| موج لکھنوی | میں مصطفوی ہوں سر ہیں میرا سرمایہ۔۔ اب میں چھیڑوں گا اپنے جوش سے سرگم" |

یہ نغمہ جنگ کے اختتام تک روزانہ ریڈیو کی سب سے پہلے صبح کے پروگرام میں نشر ہوتا رہا۔

ساقی جاوید کا نغمہ:

وطن کے جانباز سپاہی تو نے
وطنِ پاک کی حفاظت کی ہے
تو نے دیس کی گلیوں کو دیا اپنا لہو

تو نے ڈھاکہ کی حفاظت کی قسم کھائی ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| سلیم گیلانی: | کافر سے جنگ ہو تو مسلمان ایک ہیں | |
| سلیم گیلانی: | ہم حیدری ہیں ہم میں زورِ غضنفری | |
| | مولا علی نے ہم کو سکھائی ہے صفدری | |
| محشر بدایونی | میری دعائیں ساتھ ہیں جہاں جہاں بھی جاؤ گے | |
| سلیم گیلانی | اب سر زمین ہند پہ آ کے کھڑے ہیں ہم | |
| اس محمد خاں | موج بڑھے یا آندھی آئے دیا جلائے رکھنا ہے۔ | شہناز بیگم |

ریڈیو پاکستان ہنگامی خبروں کے ساتھ ساتھ خصوصی نشریات بھی کر رہا تھا تاکہ عوام کا جوش ولولہ بڑھتا رہے اور سپاہ پاکستان کا عزم بلند رہے۔ یہ وہ کڑی آزمائش اور لازوال (ایثار کی داستانیں رقم کرنے کے دن تھے جب عوام الناس میں ہر کوئی خواہ اس کا تعلق زندگی کے کسی بھی شعبے سے تھا، وہ وطن کے کسی بھی قرینے کا رہنے والا تھا، وطن کی محبت اور افواج پاکستان کی محبت میں میدان جنگ کی طرف جذبہ حب الوطنی سے سرشار اپنی خدمات اور اپنی جانیں نذر کرنے کے لیے لپک پڑا۔ وطن کے شعراء، فنکار، صداکار سب کے دل میں یہی ترنگ انگڑائی لے چکی تھی کہ اس وقت مادر وطن کے لیے کچھ کرنا ہے۔ نہ صرف ریڈیو پاکستان بلکہ پاکستان ٹیلی ویژن کی نشریات کا بھی آغاز ہو چکا تھا وہ بھی پیش پیش تھا مگر زیادہ تر وہی نغمے نشر کیے جا رہے تھے جو پاکستان ریڈیو سے نشر ہو چکے تھے۔

وہ اہل وطن فنکار جو جنگ 65ء میں اپنی افواج کے جذبوں اور عزم کو اپنی پر سوز صداؤں کے ذریعے مہمیز لگا چکے تھے وہ اب بھی پیش پیش تھے۔ 'نور جہاں' نے سابقہ جذبے سے کہیں بڑھ کر 1971ء کی جنگ میں بھی اپنے جوانوں کی ہمت جواں رکھنے کے لیے اپنی سریلی اور پر سوز آواز کا جادو جگایا۔ مختلف شعراء نے ان کے لیے ہنگامی بنیادوں پر نغمات لکھے اور اگلے دن ہی یہ تمام نغمے ریکارڈ کر کے نشر کر دیئے گئے۔ ان نغمات کی تفصیل درج ذیل ہے:

| شاعر | نغمہ | گلوکارہ |
|---|---|---|
| 1۔ ساقی جاوید | پھر شیر خدا جاگے پھر وقت جہاد آیا | نور جہاں |
| 2۔ حفیظ ہوشیار پوری | میدان تمہارے ہاتھ رہے، اللہ کی رحمت ساتھ رہے | |

3۔ جون ایلیا　　　　اے شیر دل جوانو! ہم تمہارے ساتھ ہیں

4۔ حمید نسیم　　　　صورت بھی خوب ہے سیرت بھی نیک

5۔ سلیم گیلانی　　　　اے سوہنا سانوں پیارانی، ایہہ دیس دی اکھ دا تارہ نی۔

6۔ سلیم گیلانی　　　　وہ فنکار نہیں جس کو اپنے وطن سے پیار نہیں

وطن سے محبت افواج سے دلی وابستگی، قومی وملی اتحاد، جوش، ولولہ امید، آگے بڑھنے کا عزم ہے، مادر وطن کے تحفظ اور بقا کا جذبہ لئے شعرا ملی نغمے تخلیق کر رہے تھے۔ وہ عین موقع محل کے مطابق ترانے لکھ کر اہل وطن اور سپاہ وطن کا لہو گرما رہے تھے تو دوسری طرف دشمن کو پیغام بھی دے رہے تھے کہ ہم ایک زندہ قوم ہیں، وقت کڑا ہے مگر ہمارے عزم، ہمارے حوصلے جواں ہیں اور جواں رہیں گے۔

ریڈیو پاکستان کے تمام سٹیشنوں سے یہ نشریات حب وطن پاکستانیوں کے اندر نئی امنگ اور نئی ترنگ پیدا کر رہی تھیں۔ ریڈیو کراچی اور ریڈیو لاہور پیش پیش رہے۔ اہل لاہور اپنے مثالی جوش وجذبہ پہلے ہی دشمن کو دکھا چکے تھے۔

ریڈیو لاہور سے جن شعراء نے ملی نغمے لکھ کر پیش کئے تاکہ وطن کے سریلے صداکار اپنی آوازوں کے سوز سے عوام الناس اور سپاہ کے ولولے کو مہمیز لگاتے رہیں۔ ان شعراء کی خدمات تاریخ کا ایک سنہرا باب ہیں۔ انہوں نے شاندار اور پر جوش ترانے اور گیت لکھے اور وطن کے ان فنکاروں نے اپنی سوز بھری آواز سے قوم کو بیدار اور ان کے حوصلوں کو بلند رکھا۔

ریڈیو لاہور میں اس دوران جو صورت حال تھی، شعراء حب وطن سے بھرپور ملی نغمے لکھ رہے ہیں۔ ماہرین موسیقی انہیں سریلی اور دبنگ دھنوں سے آراستہ کر رہے ہیں اور صداکار اپنی اثر انگیز اور پر سوز بھری آوازوں میں انہیں ریکارڈ کرا رہے ہیں۔ اس کا نقشہ 'ابصار احمد' نے اپنے ایک مضمون میں کچھ اس طرح کھینچا ہے:

> "ریڈیو پاکستان کراچی کی طرح، ریڈیو پاکستان لاہور نے بھی شاندار اور پر جوش قومی نغمات تخلیق کیے۔ جہاں سب سے پہلے عنایت حسین بھٹی نے آواز کا محاذ سنبھالا اور سب سے پہلے شوکت علی کے ساتھ مل کر "جھوٹ بولیے نی، جھوٹے آکاش وانیئے، جیسا نغمہ گایا۔ پھر عنایت حسین بھٹی نے دوران جنگ چار نغمات گا کر بھارت کو للکارا تو شوکت علی نے گرج دار آواز میں دشمن پر صوتی بم برسائے۔ عنایت حسین بھٹی اور

ساتھیوں کی آوازوں میں اختر کاشمیری کا لکھا ہوا ترانہ "رکھ جگرا تے ہو جائیں تگڑا،
مٹ جائے کفر دا چگڑا۔۔ بھلا جی ہن دھر رگڑا" اس جنگ کا ایک مشہور ترانہ ثابت ہوا
جس کی گونج آج بھی برقرار ہے۔"[32]

گویا شعراء کے دل و دماغ اپنی قوم کی خدمت کے لیے وقف ہو گئے تھے۔ وہ نغماتِ وطن، حب وطن کے جوش میں لکھ رہے تھے اور خوش گلو فنکار اپنی سریلی، پر جوش و پر تاثیر آوازوں میں اہل وطن تک پہنچا رہے تھے۔ اس دوران لاہور کے دیگر شعراء نے ملی ترانے لکھے جو مسعود رانا کی آواز میں نشر کیے گئے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے: ملاحظہ کریں:

| شاعر | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ خواجہ پرویز | قوم کے پیارے محافظ! تجھے ہو میر اسلام | مسعود رانا |
| 2۔ خواجہ پرویز | اے قوم کے مجاہدو! اے غازیو! بہادرو! | مسعود رانا، ندیم |
| 3۔ ناصر کاظمی | پاکستان آباد رہے گا | مسعود رانا |

1965ء کی جنگ کی طرح 1971ء کی جنگ میں بھی اگرچہ اب حالات مختلف تھے۔ کیوں کہ ملک میں اندرونی و بیرونی دونوں محاذوں پر افواج اور اہل وطن اپنے وطن کے دفاع کے لیے ڈٹے کھڑے تھے۔ مگر بے شمار ملی نغمے لکھے گئے اور ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن سے یہ نشریات جاری کی گئیں۔ یہ تمام نغمات جو ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن سے نشر ہوئے ملی و قومی شاعری کی تاریخ کا سنہرا باب ہیں۔ یہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ہمارے قومی تخلیق کاروں اور دیگر فنکاروں نے ہمیشہ مادر وطن کی صدا پر لبیک کہا اور اپنا تن من اور فن سب وطن کو نذرانہ، عقیدت کے طور پر پیش کر دیا۔

جنگ 1971ء قوم کڑی آزمائش سے گزری، وطن عزیز دو لخت ہوا۔ لاہور ریڈیو اسٹیشن سے ملی نغمات کی نشریات کا سلسلہ جاری تھا۔ شعراء اس دوران اپنے ملی جذبات اور قومی جوش و جذبے سے سرشار تھے۔ وہ اس حساس گھڑی میں اپنی مادر وطن کا جو درد محسوس کر رہے تھے انہیں اشعار کی صورت میں ڈھال کر ملی نغموں کی بے مثال تاریخ رقم کر رہے تھے۔ درج ذیل نغمات مختلف شعراء نے تحریر کیے:

| شاعر | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ عبد الرؤف شیخ | "ڈک لو، ڈک لو، قہر دے طوفان | شوکت علی |
| 2۔ عبد الرؤف شیخ | "جنگ باز انڈیا، جنگ باز انڈیا | شوکت علی |

3۔فیاض ہاشمی "دشمنو!تم نے اس قوم کو للکارا شوکت علی، تصور خانم

یہ نغمہ بعد میں جنگ کے موضوع پر بننے والی فلم 'آزادی' میں بھی شامل کیا گیا۔

جنگ 71ء کے دوران ریڈیو پاکستان کے ساتھ ساتھ پاکستان ٹیلی ویژن بھی ایک مکمل ادارہ بن چکا تھا۔ پاکستان ٹیلی ویژن سے نشر ہونے والے ملی نغمے بہت مقبول ہو رہے تھے۔ اب مواصلات کا یاک جیتا جاگتا ذریعے عوام الناس کو میسر ہو گیا تھا۔ اور پاکستانیوں میں جوش ولولہ بھی بے مثال تھا۔

'اے وطن تونے پکارا تو ہم سر بکف آ گئے" یہ نغمہ شوکت علی کی آواز میں پاکستان ٹیلی ویژن لاہور مرکز کا مقبول ترین نغمہ بنا۔ جنگ کے بعد کی صورت حال اگرچہ گھمبیر تھی اور ملی نغمات کی جہت میں ایک نیا سنگ میل بھی۔ اب نہ صرف قوم کو اپنے زخم تازہ کو مندمل کرنا ہے بلکہ اپنے ایک ہی بازو پر بھروسا کرنا ہے اور وطن کی سلامتی، بقا اور تحفظ کی طرف اڑان بہت اونچی بھرنی ہے۔ اب اسی عزم کے ساتھ نئی صف بندی اور شیرازہ بندی وقت کا تقاضا تھی۔

قوم میں نیا حوصلہ اور حب الوطنی کے جذبات کو مزید گہرا کرنے اور اپنے جری سپاہیوں کے اندر عزم نو اور نئی ترنگ پیدا کرنے کے لیے شعرائے وطن کی خدمات پیش پیش تھیں۔

جنگ کے بعد طفیل ہوشیار پوری نے وطن کے مزدور کسانوں کے عزم کو مہمیز لگانے کے درج ذیل نغمہ لکھا۔ کسان بھائیوں کے لیے لکھا ہوا یہ نغمہ بہت زیادہ مقبول ہوا۔ اس کے بول درج ذیل ہیں:

'چل چل چل، چل میرے ہل۔۔۔ کر دنیا کی تو مشکل حل'

ایسا ہی ایک اور نغمہ جو شوکت علی اور طاہرہ سید کی آواز میں نشر کیا گیا۔ اہل وطن کو اپنی اپنی حیثیت سے کردار ادا کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔ اسی نغمے کے بول ہیں:

اپنا اپنا کام کرو، اپنا اپنا عہد نبھاؤ

اس نغمہ کا شمار ستر کی دہائی کے مقبول ترین ملی نغموں میں ہوتا ہے۔

احمد ندیم قاسمی نے وطن کے جو نغمات تحریر کیے ان میں سے احمد ندیم قاسمی کا یہ دعائیہ نغمہ ہر زبان پر جاری ہو گیا۔ جس میں جنگ کے بعد کی صورت حال میں اللہ سے دعا کی گئی ہے کہ وہ اسے پھر سے ایسی بہار رتوں کا مسکن و محور بنائے جو اسے ایشیا بھر میں معتبر کر دے۔ اس نغمے کے بول درج ذیل ہیں:

یارب! میرے وطن کو ایسی بہار دے

جو ساری ایشیا کی خزاں کو نکھار دے

یہ نغمہ شوکت علی کی آواز میں پاکستان ٹیلی ویژن لاہور مرکز پر ریکارڈ ہوا۔

سانحہ مشرقی پاکستان کے بعد جو نغمات تحریر کیے گئے وہ ملی نغموں کے موضوعات میں تنوع لے کر آئے۔ موضوعاتی اور فکری دونوں سطح پر ان میں سے ایک نئی نہج کا اضافہ ہوا۔ اب شعراء کی فکر قوم اور اپنے لگے زخموں کو مندمل کرنے اور ان کا علاج کرنے کے احساس کو اجاگر کر رہی ہے۔ گزرے ہوئے وقت پر ماتم کرنے کی بجائے اگلی منازل کی طرف پیش قدمی کی ترغیب دی ہے"

ابصار احمد نے ایسی ہی صورت حال پر مبنی ایک ملی نغمے کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوا لکھا ہے:

"اگست 1972ء میں شوکت علی نے پاکستان ٹیلی ویژن کے لیے جمیل الدین عالی کا تحریر کردہ نغمہ "یہ پاک سر زمین ہے، یہ منزل مراد ہے" بھی گایا جو سانحہ مشرقی پاکستان کے بعد ٹوٹے ہوئے دلوں میں احساس جگاتے ہوئے کہہ رہا تھا:

"اسی زمیں کے لیے ہزار امتحاں دیئے۔۔۔
بہت کٹھن تھے مرحلے مگر وہ ہم نے طے کیے
گزر گیا جو وقت وہ تمام ہم کو یاد ہے
یہ پاک سرزمین ہے، یہ منزل مراد ہے۔"[33]

پاکستان کی 75 سالہ سیاسی تاریخ نشیب و فراز اور سیاسی دھوپ چھاؤں کی داستان ہے۔ ایسی عالمی و علاقائی قوتیں جو اہم جغرافیائی اور سیاسی پوزیشنیں رکھتی تھیں انہوں نے عالمی ایجنڈے اور علاقائی عناصر کی وجہ سے بڑی دور اندیشی سے پاکستان کو کمزور کرنے اور خدانخواستہ ختم کرنے کی جو منصوبہ بندی کی تھی۔ انہوں نے پاکستان کو سیاسی و سماجی جغرافیائی اور معاشی ہر اعتبار سے غیر مستحکم کرنے کی حتی الامکان کوششیں کیں۔

پاکستان کا سیاسی حوالے سے منظر نامہ، سماجی و معاشی مسائل، فوج، حکومت، عوام، مشرقی پاکستان سے بنگلہ دیش تک، پاک بھارت تعلقات کے ساتھ بھاری اور وسیع ایجنڈے پر پھیلا ہوا ہے۔

قائد اعظم کے فرمودات کی روشنی میں، استحصالی نظام کو انقلابی کوششوں میں بدل کر وطن عزیز پاکستان کو اصل معنی میں اسلامی فلاحی ریاست بنانے کا خواب ہنوز شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ اخبار جنگ اپنے سپیشل ایڈیشن میں لکھتا ہے:

"۔۔۔75 میں سے 31 برس تک طالع آزماؤں کی حکم رانی، جس میں بنیادی حقوق، معطل، سیاسی جماعتیں کالعدم اور حقوق انسانی کی پامالی آرڈر آف داڈے قرار پائی۔

1947ء سے 1973ء تک 26 سالہ سیاسی سفر کے بعد قوم کو آئین دیا گیا، مگر اسے بھی محض 4 سال کاغذ کا ٹکڑا قرار دے کر طاق نسیاں پر رکھ دیا گیا۔ پاکستان میں 75 سالہ تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اس کا مرثیہ کبھی لکھا گیا نہ نوحا پڑھا گیا۔۔۔ وفاقی ڈھانچے کو ایک مطلق العنان مرکز نے کیسے کمزور کیا، اختیارات اور وسائل کی منتقلی کو کیسے بہ ذور روکا گیا، وسائل کی عدم دستیابی غربت کی گلی سے گزرتے ہوئے محرومی کی شکل اختیار کر کے نفرت میں کب تبدیل ہوئی۔۔۔ 75 برسوں کی سیاسی دھوپ چھاؤں، دنیا کے لیے صنعتی و اقتصادی ترقی کی مثال بننے والے پاکستان کی معیشت کیسے خستہ حالی کا شکار ہوئی"۔[34]

پاکستان کی سیاسی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ صاحب اقتدار اشرافیہ نے یہ طے کر لیا تھا کہ ایسی سوچ کی پاکستان میں کوئی جگہ نہیں جس میں عوام الناس کی معاشی خوشحالی، محنت کشوں کے استحصال کے خاتمے اور زرعی اصلاحات کی بات ہو۔ 1971ء کی جنگ، سقوط ڈھاکہ، اقتدار کی منتقلی کے مراحل سے گزرنے کے بعد آئین 1973ء حقیقت میں پاکستان کا پہلا عمرانی معاہدہ تھا۔ اس آئین کو تمام سیاسی جماعتوں متفقہ طور پر قبول کر لیا۔ سماجی، معاشی، سیاسی اور دفاعی حوالے سے پاکستان کا دفاع مضبوط بنانے کے لیے پاکستان کو ایٹمی طاقت بنانے کا آغاز ہو گیا تھا۔ اگرچہ امریکا اور مغرب نے اس کی مخالفت کی۔ اس پروگرام کو جنرل ضیا الحق نے کامیابی کی منزل پر پہنچایا پھر نواز شریف (وزیراعظم) نے مئی 1988ء میں پاکستان میں ایٹمی دھاکہ کر کے ازلی دشمن بھارت سمیت دنیا کو حیران کر دیا۔

کسی معاشرے کے بسنے والوں پر روزمرہ قومی زندگی میں ہونے والے واقعات و سانحات اثر انداز ہوتے ہیں۔ سیاسی منظر نامہ قوم کے سماجی معاشی اور اقتصادی ہر پہلو کو متاثر کرتا ہے۔ پاکستان کا سیاسی منظر نامہ اس کے سماجی ڈھانچے پر بہت بری طرح اثر انداز ہوا۔

ہر پل بدلتا ہوا سیاسی رنگ، سماج کی روزافزوں بے چینی کے علاوہ اس کے ملی احساس اور مٹی سے رشتے کو اور حساس کرتا چلا گیا۔ اس صورت حال سے اردو ادب پر بھی واضح اثرات پڑے۔ خاص طور پر شعراء کے طبقے نے اس سے متاثر ہو کر شاعری تخلیق کی۔ دراصل ادب اور سیاست کا آپس میں گہرا رشتہ ہے۔ یہ دونوں عوامل کسی بھی خطے کی معاشرتی زندگی کے اہم پہلو ہوتے ہیں۔ دونوں افراد اور سماج سے بہت زیادہ منسلک ہوتے ہیں۔ شعراء اور ادباء اپنے سماجی حوالوں سے شعری فکر کو اجال دیتے ہیں۔ اپنے معاشرے سے مواد

حاصل کر کے اپنی قوت متخیلہ سے کام لے کر معاشرے کی صورت حال اور دیگر موضوعات کو اپنی تخلیقات کا حصہ بناتے ہیں۔ یوں وہ اپنی قوم کو کئی گنا کر کے لوٹاتے ہیں۔

جب کہ سیاسی پہلو سے اگر جائزہ لیں تو اہل سیاست، سیاسی بصیرت اور سماجی شعور کے ذریعے ریاست کو ترقی اور خوشحالی کی منزل کی طرف گامزن کرتے ہیں۔ ملکی سیاسی اور سماجی صورت حال ہر فرد کی زندگی پر بہت گہرے اور دور رس اثرات مرتب کرتی ہے۔ تخلیق کار اپنے معاشرے کا حساس ترین فرد ہوتا ہے۔ دیگر کی نسبت اس میں فہم و دانش اور حساسیت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ ملکی سیاسی حالات اور دیگر حالات و واقعات سے نہ صرف خبر دار ہوتا ہے بلکہ اس کے اثرات اس کی فکر پر بھی ہوتے ہیں۔ وہ امور سلطنت چلانے والوں کی ذمہ داریوں کا زیادہ ادراک رکھتا ہے۔ اپنی رائے کو اشعار کی صورت دیتا ہے۔ بہتر ملکی نظام اور خوشحالی کے اقدامات پر اہل اقتدار و اہل سیاست کو داد تحسین دیتا ہے۔

اس کے متوازی وہ ظلم، جبر اور سیاسی استحصال پر صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ سیاسی نظام کی خرابیاں معاشی و معاشرتی ناہمواریوں کا باعث بنتی ہے۔ وہ اپنے قلم کے ذریعے عوام الناس اور حکمرانوں میں ذمہ داری کا احساس اجاگر کرتا ہے۔

پاکستانی شعراء نے جو قومی و ملی ترانے لکھے، جو ملی شاعری کی اس پر ہر دور کے سیاسی حالات اور سماجی منظر نامے کا بہت زیادہ اثر نظر آتا ہے۔ پاکستانی شعراء نے ہر مرحلے پر عوام میں سیاسی شعور اور بصیرت پیدا کرنے کے لیے اپنی تخلیقات کو استعمال کیا۔ اپنی قوم میں ان حوالوں سے آگاہی اور بیداری پیدا کی۔ پاکستانی شعراء نے ہر مرحلے پر اپنی قوم اور وطن کا ساتھ دیا۔ وطن کی بقا، تحفظ اور عظمت کے گیت لکھے۔ قوم کی ہمت، حوصلے اور عزم کو اپنی شاعری کے ذریعے ہمیشہ جواں رکھا۔ ان شعراء نے ملی نغموں کے ذریعے وطن کو فلاحی ریاست بنانے کے لیے قوم و مقتدر طبقے میں وطن سے گہری وابستگی اور قومی شعور کا جذبہ بیدار کیا۔ ایک طرف اپنی قوم اور سپاہ کے خون کو گرمانے والے نغمے تخلیق کیے تو دوسری طرف ملی احساسات پر مبنی شعری پیرایوں میں اہل سیاست و اقتدار کو حب الوطنی کا درس دیا۔

65ء کی جنگ کے بعد قوم میں جو ولولہ پیدا ہوا۔ وہ 71ء کی جنگ کے بعد ایک نئی جہت کا قومی و ملی شاعری میں اضافہ کرتا ہے۔ اس پورے عشرے میں سماجی و سیاسی حوالے ملی نغموں کے عنوان میں شامل ہوئے۔ اس دوران میں جو ملی نغمے لکھے گئے ان میں اس پورے عرصے کا سیاسی و سماجی منظر نامہ موجود ہے۔ سیاسی شعور، سماجی احساس اور ملی جذباتیت کے میلاپ سے شعراء نے وطن سے محبت کے نغمے لکھے۔ اپنی

دھرتی، اپنی سپاہ سے محبت عوام کی بھلائی اور وطن کی خوشحالی ان کا مقصود نظر تھا۔

"اردو ملی نغمہ نگاری کی روایت میں سیاسی و سماجی پہلو کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ شاعری سماج ہی سے شروع ہو کر، سماج پر ہی ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے درمیانی وقفے یعنی ابتدا سے آخر تک یہ ساری کائنات کی تہوں سے آسمانوں کی بلندیوں کو چھوتی ہے۔ بلکہ آسمانوں سے آگے دوسرے جہانوں میں پہنچ کر اور وہاں سے معلومات کا ذخیرہ حاصل کرنے کے بعد سماج کو مستفید کرتی ہے۔ اس لیے شاعری کا جتنا تعلق سماج سے ہے اتنا کسی اور شے سے نہیں ہے۔"[35]

ان ملی نغموں میں پاکستانی سماج کا ہر پہلو بشمول سیاسی رنگ کے جھلکتا ہے۔ اس دوران پاکستانی قوم کڑی آزمائش سے گزری، حوصلے اور عزم کو بلند کرنے کے لیے شعراء نے اپنے خون جگر سے عزم و ہمت کو مہمیز لگانے والے اور لہو گرمانے والے ترانے لکھے۔ ان کی وجہ سے قوم اور سپاہ وطن میں قومی و ملی غیرت و حمیت اور وطن سے لازوال محبت کے سوتے پھوٹے۔

اس دور کی ملی نغمہ نگاری میں شعراء نے سیاسی، سماجی، معاشی، اخلاقی مذہبی اور نفسیاتی جہتوں کے علاوہ زندگی کی دیگر جہات کا بھی احاطہ کیا۔ ملی نغموں کا موضوع ایسا ہے کہ جسے وسیع دامنی کے لحاظ سے صحرا یا سمندر سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ زندگی کی ہر جہت کے علاوہ ان نغموں کا موضوع بننے والے حوالے بچوں کے لیے خاص نغمے، سقوط ڈھاکہ، معاہدہ تاشقند، حیات نو، افواج پاکستان، ملی اتحاد، وطن کے مزدور، کسان اور ہاریوں پر نغمات شامل ہیں۔

1980ء تک کا دور وہ دور ہے جب ریڈیو کے ساتھ ساتھ ٹیلی ویژن اور فلمی صعنت کا شعبہ ملی نغمہ نگاری کو عوام تک سریلوں سروں میں ڈھال کر پیش کرنے میں بہت سرگرم تھا۔ اس دوران ان ذرائع سے جو قومی نغمات تخلیق کر کے پیش کیے جارہے تھے۔ وہ ملی نغمہ نگاری کا روشن باب ہیں۔

اس دورانیے میں بہت سے نغمے لکھے گئے۔ ریکارڈ کیے گئے اور نشریات کا حصہ بنے۔ ان نغمات میں شعراء نے اپنے وطن کے سیاسی، سماجی تناظر کو بھی پیش کیا۔

1966ء معاہدہ تاشقند سے 1980ء کے دورانیے میں جو نغمات نشر ہوئے ان میں اپنی مٹی سے گہری وابستگی، سیاسی و سماجی اور زمینی حوالے، دشمن کی بزدلی، اتحاد ملی و قومی، جوش و ولولہ، عساکر وطن سے یکجہتی، وطن کو نئی اوج گاہوں کی طرف گامزن کرنے کا عزم شامل ہے۔

ریڈیو سے نشر ہونے والے نغموں میں اب جنگی ترانے شامل نہیں تھے۔ یہ معاہدہ تاشقند کے بعد کی صورت حال ہے۔ مگر اپنے مجاہدوں، غازیوں کے نام نغمات لکھے گئے اور ساز و آواز میں ڈھل کر اپنے سامعین وناظرین تک پہنچے۔ ان نغمات میں ایک اور نہج کا اضافہ ہوا، وہ یہ کہ مارچ 1966ء میں ریڈیو پاکستان کراچی اور ریڈیو پاکستان لاہور مرکز نے مقبول عام صداکاروں کے ساتھ ساتھ تعلیمی اداروں کے طلباء کو لے کر ملی نغمے ریکارڈ کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔

اس کی مزید وضاحت درج ذیل اقتباس سے ہوتی ہے:

> "۔۔۔ سکول اور تعلیمی اداروں کے طلباء کو ملا کر نغمات ریکارد کرنے کا پروجیکٹ بھی شروع کیا۔ جو ٹرانسکرپشن سروس کے نگران سید سلیم گیلانی کی ذہنی اختراع تھی۔ اس سے قبل Sing together کے عنوان سے دوسری جنگ عظیم کے دوران یہ سلسلہ یورپ اور امریکا میں جاری تھا۔ چنانچہ سلیم گیلانی مرحوم نے اسے "جمہور کے گیت" کا عنوان دیا اور اس میں جنگ ستمبر کے دوران مقبول ہونے والے نغمات کو کراچی اور لاہور کے طلباء نے کبھی فنکاروں کے ساتھ اور کبھی کورس کی صورت میں گایا۔[36]

پاکستانی سماج اور سیاسی منظر نامہ جو ہر عہد میں متغیر رہا، اس کے علاوہ روز مرہ حالات واقعات جس طرح ہر اہل وطن پر اثر انداز ہوئے طبقہ شعراء بھی لازماً ان سے متاثر ہوئے چنانچہ ان کے قلم سے تخلیق ہونے والے نغمات میں اپنے سماج کا رنگ نمایاں ہے۔ اس حوالے سے ان نغمات کی چند مثالیں درج ذیل ہیں ۔یہ نغمات ریڈیو پاکستان کے مختلف مراکز سے نشر کیے۔

| | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | بارہ کروڑ انسانوں کی یہ آزادی کا ہمدم | احمد رشدی، اقبال علی اور ساتھی |
| 2۔ | وہ سورج جگمگ سورج، جس کی کرن کرن بیدار | اقبال علی، ساتھی |
| 3۔ | جو اپنی راہوں سے بے خبر تھا، اپنی راہوں پہ چل رہا ہے | تاج ملتانی، خورشید بیگم، ساتھی |
| 4۔ | اک کرن، مسکراتی ہوئی اک کرن | تاج ملتانی، ساتھی |
| 5۔ | دل ہیں دو اور دھڑکن ایک | تاج ملتانی، ساتھی |
| 6۔ | کئی ہیں قالب، ایک جان | --------- |
| 7۔ | نئے چراغ ہمیں راستہ دکھاتے ہیں | -------- |

8۔ پاک وطن محترم، اس کے نگہبان ہیں ہم --------

9۔ ندیا و پتوار اسی کی اور اسی کی نیا ریحانہ یاسمین، ساتھی

10۔ سنگم ہے جان و تن کا نگہت سیما، ظفر علی، اسماء احمد

11۔ گنتے ہیں دس کروڑ ہیں، ملت میں ایک ہیں کراچی، ریڈیو کورس

12۔ یاد کرتا ہے زمانہ انہی انسانوں کو مسعود رانا (فلم: ہمراہی)

13۔ اے غم جہاں ناچ، خلق بے زباں ناچ مالا، منیر حسین (فلم: زرقا)

14۔ اسیں پنج تن دے دیوانے آں عنایت حسین بھٹی (فلم: منہ زور)

# حوالہ جات


1۔ قاسم یعقوب، "اردو شاعری پر جنگوں کے اثرات"، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، 2015ء، ص 111

2۔ متین الرحمان، مرتضیٰ، "میں نے پاکستان بنتے دیکھا" مشمولہ:" تکبیر" کراچی، جلد:20، شمارہ: 370، 1997ء، ص:47

3۔ "فلیپ"، "ہلال"، ماریہ پرنٹرز اسلام آباد، شمارہ:12، جلد:570، دسمبر 2020ء

4۔ یوسف عالمگیرین، اداریہ:"اپنے حصے کا دریا" 'ہلال' ماریہ پرنٹرز، اسلام آباد، شمارہ :12، جلد:570، دسمبر:220

5۔ مضمون:"پاکستان کی سیاست 'عوام اور جنگ" سپیشل ایڈیشن، جنگ، 31 مارچ، 2022ء

6۔ نعیم اللہ، ملک، (مترجم) "بیسویں صدی میں پاکستان، ایک سیاسی جائزہ، اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، اشاعت اول، 2003ء، ص:211

7۔ ایضاً

8۔ ایضاً

9۔ صدیق سالک، "میں نے ڈھاکہ ٹوٹتے دیکھا" الفیصل ناشران، لاہور، 2009ء ص:25

10۔ ایضاً

11۔ مرتضیٰ انجم، "جنگی معرکے"، خزینہ علم وادب، لاہور، 2004، ص:212

12۔ انصر عباس، "پاکستانی اردو شاعری میں ملی نغمہ نگاری کی روایت، وفاقی اردو، یونیورسٹی برائے فنون، سائنس و ٹیکنالوجی، اسلام آباد، 2019ء، ص:386

13۔ ایضاً

14۔ رشید امجد، ڈاکٹر، "پاکستانی ادب کے نمایاں رجحانات، مرتبہ: نوازش علی، ڈاکٹر، 1991ء، ص:21، 20

15۔ ابصار احمد، "یہ نغمے پاکستان کے" فروغ فاؤنڈیشن کراچی، 2021ء، ص:56

16۔ زہرہ نگار، "جنگ ترنگ"، دی انٹر سروسز، پریس لمیٹڈ، کراچی، 1967ء، ص 4

17۔ ابصار احمد: مضمون:"بلبلِ مہران اور قومی نغمات" مشمولہ:"ہلال" آئی ایس پی آر، 7 ستمبر 2022ء

18۔ ابصار احمد "خوش سماعت ملی نغموں کی پہچان۔۔۔بلبلِ پاکستان" مشمولہ: "ہلال" آئی ایس پی آر، 7 ستمبر 2022ء

19۔ حمد الرحمٰن، دیباچہ: "جیوے جیوے پاکستان" از جمیل الدین عالی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، کراچی، 1976ء، ص:11
20۔ نعیم اللہ، ملک، مترجم: "بیسویں صدی میں پاکستان۔۔۔ ایک سیاسی جائزہ" اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، 2003ء، ص:253
21۔ رشید امجد، ڈاکٹر، "شاعری کی سیاسی و فکری روایت" دستاویز مطبوعات، لاہور، ص،42
22۔ نعیم اللہ ،ملک، مترجم: بیسویں صدی میں پاکستان، ایک سیاسی جائزہ" اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، 1976ء، ص:246
23۔ ابصار احمد، "یہ نغمے پاکستان کے "ص99
24۔ ابصار احمد، مضمون: "ایس پی جون۔۔۔ پاکستان کا پہلا اقلیتی قومی گلوکار" مشمولہ: "ہلال" اکتوبر، 2021ء
25۔ ابصار احمد، مضمون: "شوکت علی۔۔۔ ملی نغموں کا مایہ ناز گلوکار"، مشمولہ: "ہلال" مئی، 2021ء
26۔ ایضاً
27۔ سعد اللہ خان، بریگیڈیئر، مشرقی پاکستان سے بنگلہ دیش تک" مترجم: 'منصور امین، رانا، ماہنامہ: قومی ڈائجیسٹ، لاہور، 2017ء، ص:24
28۔ انصر عباس، "پاکستانی اردو شاعری میں ملی نغمہ نگاری کی روایت" ص393
29۔ ایضاً
30۔ ابصار احمد، مضمون: "وطن کی مٹی گواہ رہنا" مشمولہ: "ہلال" دسمبر، 2021ء، شمارہ:7
31۔ ایضاً
32۔ ایضاً
33۔ ابصار احمد، مضمون: "شوکت علی۔۔۔۔ ملی نغموں کا مایہ ناز گلوکار" مشمولہ: "ہلال" مئی 2021
34۔ مضمون: "پاکستان کی سیاست، عوام اور "جنگ"، سپیشل ایڈیشن، 31مارچ2022ء
35۔ انصر عباس، "پاکستانی اردو شاعری میں ملی نغمہ نگاری کی روایت"، ص294
36۔ ابصار احمد، "یہ نغمے پاکستان کے "ص،58،57

## باب چہارم

# 1981ء تا 2000ء کے ملی نغموں میں "میجک بلٹ تھیوری" کے تحت حب الوطنی کے عناصر کا تجزیاتی مطالعہ

قیام پاکستان کے فوراً بعد ہمسایہ ملک بھارت نے کشمیر کو تنازع بنا کر جنگ کے حالات پیدا کیے۔ قیام کے فوراً بعد پاکستان کو جو ایک نوازئیدہ مملکت تھا، اپنے سے کئی گنا تعداد اور طاقت میں بڑے دشمن کا مقابلہ کرنا پڑا۔ پھر 65ء اور 71ء کی جنگوں میں قوم میں جہاد اور قومی یکجہتی کے جذبوں میں اضافہ ہوا۔

اس دوران میں قومی شعراء نے جو نغمہ نگاری کی اس میں اپنی افواج کی جرأت و شجاعت اور ان سے ہمدردی اور پیار کے جذبات کا اظہار موجود ہے۔

اس دوران پاکستانی میڈیا کا کردار بہت ہی قابل تحسین ہے۔ اب چوں کہ ریڈیو پاکستان کے علاوہ پاکستان ٹیلی ویژن بھی اپنی نشریات کا آغاز کر چکا تھا۔ اس لیے یہ نشریات زیادہ سے زیادہ سامعین و حاضرین تک پہنچ رہی تھیں۔

پاکستانی میڈیا اپنی عوام کے ساتھ کھڑا تھا۔ قوم پر جب بھی آزمائش آئی بڑی ذمہ داری کا مظاہرہ کیا گیا۔ اپنے وطن اور قوم کے رکھوالوں کو باہم اتحاد و یگانگت اور عقیدت و محبت کے رشتوں میں پروئے رکھا۔ اس حوالے سے شعراء کا مقام بھی بہت بلند ہے۔ انہوں نے اپنی قوم اور وطن کے لیے اپنی تخلیقی صلاحیتوں اور اپنے قلم کا بہترین اور بھرپور استعمال کیا۔ فوج کا حوصلہ بلند رکھنے اور قوم کو اپنی فوج کی ہر ممکن مدد کے لیے پرجوش رکھنے کے لیے ملی شاعری کی۔ یہی ترانے اور گیت جب ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے مختلف مراکز سے نشر کیے جاتے تو اس کو سننے والا ملی ترنگ سے جھوم اٹھتا۔ یہی صورت جنگی محاذ پر دشمن سے نبرد آزما پاکستانی جیالوں کی تھی۔ قوم اپنے سپاہیوں کے ساتھ تھی اور یہ محافظ اپنی قوم و وطن کی بقا اور دفاع کے لیے سینوں پر گولیاں کھا رہے تھے۔ اس دوران جذبہء جہاد اور ذوق شہادت کے روح پرور منظر دیکھنے میں آئے۔

مگر وطن میں سیاسی محاذ بھی بہت کشیدہ رہا۔ 1947ء سے 1965ء کے دوران پاکستانی معاشرے اور قوم کو جو خوشی اور سرفرازی نصیب ہوئی تھی۔ وہ آئندہ عشرے میں پھر ایک بار مایوسی اور مالی و جانی خسارے میں بدل گئی۔ خاص طور پر سانحہ مشرقی پاکستان نے اہلِ وطن کی کمر توڑ دی۔ ملک کا سیاسی منظر نامہ ایک گھمبیر

صورت حال پیش کر رہا تھا۔ ان حالات میں بھی اہلِ وطن خواہ ان کا تعلق کسی بھی شعبہ زندگی سے تھا اپنے وطن کے چپے چپے کے لیے فکر مند تھے۔ قوم کا درد اپنے دل میں محسوس کر رہے تھے۔ ان کی دلی ہمدردیاں اپنی غیور اور جری افواج کے ساتھ تھیں مگر جو زخم اب کے لگا اس کا کوئی مداوا نہیں تھا۔

## الف: پاکستان کے سیاسی و سماجی پس منظر کا ملی نغموں میں اظہار:

انسان کو زندگی گزارنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ باہمی لین دین کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہ لین دین، باہمی معاملاتِ زندگی، قدروں اور ضابطوں کے پابند ہوتے ہیں۔ اگر یہ ضابطے یا کوئی لائحہ عمل مرتب نہ کیا جائے تو معاشرے میں انسان امن و سکون سے زندگی نہیں گزار سکتا۔

معاشرے اور سماج کے قیام سے انسان کو ایسا نظام یا ضابطہ طے کرنا پڑتا ہے جس کے ذریعے تمام افراد مل جل کر بہترین طریقے سے اپنی اپنی زندگی گزار سکیں۔ ایک سماج میں ان ضابطون پر عمل درآمد کرانے کے لیے کچھ قابل اور اہل افراد کا چناؤ کیا جاتا ہے تاکہ وہ امن و سکون کے ساتھ ان اصول و قواعد کے مطابق زندگی گزارنے میں معاون ہوں۔

معاشرے یا سماج میں ضابطہ اخلاق اور آئین وغیرہ کے باوجود بااثر افراد کے بعض گروہ ایسے سامنے آتے ہیں جو بااثر ہونے کے علاوہ مالی اثر و رسوخ بھی رکھتے ہیں، یہ طاقت پکڑنے لگتے ہیں اور قوانین اور ضابطوں کی پامالی کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ سماجی، اخلاقی، معاشرتی بگاڑ کی صورت سامنے آتا ہے۔ یہ مقتدر افراد گروہ اپنے سے کمتر افراد پر حکمرانی کر کے تسکین حاصل کرتے ہیں۔

اقتدار اور اقتدار حاصل کرنے کے طریقوں کو ہی سیاست کا نام دیا گیا۔ سیاست سے مراد ملکی معاملات، ریاستی انتظام انصرام ہے۔ سماج اور سیاست دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اس کے علاوہ ادب کی تخلیق کا تعلق بھی کسی خطے کے سماجی اور سیاسی ماحول سے بہت گہرا ہے۔ افرادِ معاشرہ اپنے معاشرے میں ہر سطح پر ہونے والے روزمرہ معاملات و واقعات سے گزرتے ہیں۔ روزمرہ زندگی میں آنے والے اتار چڑھاؤ ان کو متاثر کرتے ہیں۔ ان دونوں پہلوؤں سے انسانی زندگی کو گہرا ربط ہے۔

ہر معاشرے میں صاحب احساس لوگوں کا طبقہ ادب پر حاوی ہوتا ہے کیوں کہ یہ طبقہ تخلیق کاروں میں شعراء اور ادباء پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ اپنے معاشرے میں دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ حساس اور حکمت و

دانش میں زیادہ آگے ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف ملک کی سماجی صورتِ حال سے متاثر ہوتا ہے بلکہ وہ ملکی سیاسی حالات و معاملات پر گہری نظر رکھتا ہے اور سیاسی منظر نامے کے علاوہ معاشرتی اتار چڑھاؤ سے بھی واقف ہوتا ہے۔

ادیب و شاعر اساطیری مواد اپنے سماج سے حاصل کرتا ہے۔ جو اس کی تخلیقات میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ وہ اپنے تخیل کی بنا پر جو شاہکار تخلیق کرتا اس میں وہ اور اس کے سماج کی جھلک اسی طرح سیاست دان طبقہ اپنے سماج میں سیاسی اور عصری شعور و بصیرت پیدا کر کے ریاست کی خوشحالی کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ سماجی صورتِ حال کے علاوہ ملک کی سیاسی صورت حال سے بخوبی آگاہ ہوتا ہے۔

تخلیق کار کا منصب بھی کسی طرح کم نہیں، شاعر یا ادیب اپنے سماج کے نباض ہونے کے علاوہ امورِ ریاست چلانے والوں کی ذمہ داریوں اور فرائض سے آگاہ ہوتے ہیں۔ وہ ملک میں خوشحالی اور عوام کی بقا پر سیاسی نظام کو سراہتا ہے۔ اس کے علاوہ سیاسی جبر، استحصال اور غاصب حکمرانوں کے خلاف مزاحمت کی صورت میں اپنی صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ اپنی ادبی اور تخلیقی صلاحیتوں سے کام لے کر وہ ان حکمرانوں کو ذمہ داری کا احساس دلاتا ہے۔

اردو شاعری میں ہر دور کی سیاسی اور سماجی زندگی اور رویوں کا رنگ موجود ہے۔ شعراء نے عوام الناس میں عصری و سیاسی شعور پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اور اپنی شاعری کو قومی اور ملی حوالے عطا کئے۔ قوم اور حکمرانوں میں وطن سے وابستگی، اپنی قوم و وطن سے محبت اور افواج سے عقیدت و احترام اور دلی وابستگی کے جذبوں کو فروغ دیا۔ شعراء نے اس دوران میں جو ملی شاعری کی اس نے قوم کے ملی جوش و جذبے کو جواں رکھا۔ ملی نغموں میں ہر وہ موضوع شامل ہے جو اس تمام دورانیے میں پاکستانی سماجی و سیاسی حوالے سے رونما ہوا۔ 1981ء تا 2000ء ان دو عشروں میں ہونے والی ملی نغمہ نگاری میں موضوعاتی تنوع سامنے آتا ہے۔

شعراء نے جنگ، امن، سیلاب، زلزلہ، کھیل، تعمیرِ نو غرض ہر موضوع پر حب الوطنی کے جذبات کو گرمانے والے گیت لکھے۔

پاکستانی سیاسی منظر نامہ 70ء کی دہائی میں بڑے مخدوش حالات سے گزرا۔ قوم نفسیاتی طور پر بہت بری صورتِ حال سے گزر رہی تھی مگر حوصلے جوان تھے، امنگیں اور آرزوئیں سینوں میں بیدار تھیں۔

ذوالفقار علی بھٹو کو 4 اپریل 1979 کو پھانسی دے دی گئی۔ اس طرح پاکستان کی سیاست کا ایک ہنگاموں سے بھرپور عہد تمام ہوا۔

اس کے بعد جنرل ضیاء الحق اقتدار میں آئے۔ ملک میں کوئی بھی حکومت اپنی معیاد پوری نہ کر سکی اور نہ ہی انتخابات کے ذریعے کسی حکومت نے پر امن طریقے سے اقتدار دوسری حکومت کو منتقل کیا۔ جنرل ضیاء الحق کے اقتدار سنبھالنے تک یہ صورتِ حال قائم تھی۔۔ اس کے بعد بھی حالات مختلف نہ تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جنرل ضیاء الحق اس سیاسی اقتدار کی منتقلی کے بحران سے مکمل طور پر آگاہ تھے اور ان میں آئندہ کی بہتر حکمت عملی ترتیب دینے کی صلاحیت بھی پوری طرح موجود تھی۔

جنرل ضیاء الحق کی اس استعداد پر "لارنس زائرنگ' اپنی رائے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں۔

> "۔۔۔۔وہ پاکستان میں سیاسی وراثت کے بحران سے بھی اچھی طرح واقف تھے تاہم انہوں نے پاکستان پر حکومت کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ جب تک ان کے پاس اختیارات موجود رہے وہ حکمرانی کرتے رہیں گے۔ وہ پاکستان کے سب سے زیادہ پڑھے لکھے جرنیل ثابت ہوئے"۔[1]

اس دور میں 'اسلامائزیشن، کا عنصر شامل ہوا۔ اسلامی ورثے سے تقویت حاصل کرنے کا عزم کیا گیا۔ حکمرانوں نے حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات اور بانی پاکستان کے تصورات میں ہم آہنگی اجاگر کرنے کی کوشش کی۔

جنرل ضیاء الحق نے دسمبر 1982ء میں 12 ربیع الاول کے موقع پر عوام سے خطاب کیا اور اس بات پر زور دیا کہ وہ اپنی زندگی قرآن و سنت کے مطابق بسر کریں۔ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ اسلامی قدروں کو جذبہ ء جہاد کے ذریعے فروغ دیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے ملک میں نظامِ مصطفیٰ رائج کرنے کا عزم کیا۔ ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا اظہار کیا۔ چنانچہ انہوں نے پاکستان کے مختلف علاقوں اور نظریات کے لوگوں کو مضبوط اور مستحکم برادری میں تبدیل کر کے انہیں ریاست اسلامی کا لازمی حصہ بنانے کا عزم کیا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے اپنے اس تفصیلی ایجنڈے کو مرحلہ وار مرتب کیا تا کہ بہترین مقاصد حاصل کیے جاسکیں۔

"لارنس زائرنگ، نے اس کی تفصیل اپنی کتاب میں درج کی ہے وہ لکھتے ہیں:

> "اس مقصد کے لیے مرحلہ وار پروگرام تیار کر لیا جس کے ذریعے وہ ایک ایک اینٹ رکھ کر ایک نئی عمارت استوار کرنا چاہتے تھے۔ ان اینٹوں میں زکوٰۃ اور عشر شامل تھے۔ جن کا مقصد معاشرے کے محروم طبقوں کے لیے وسائل فراہم کرنا تھا۔ ضیاء

> الحق نے قصاص اور دیت کے اسلامی قوانین نافذ کرنے، قاضی عدالتوں کے قیام اور تجارتی اور مالیاتی اداروں سے سود ختم کرنے کے عزم کا بھی اظہار کیا۔۔۔۔ تاہم ان اقدامات کے اعلان سے مسلمہ سیکولر قانونی نظام کا شیرازہ بکھر گیا اور امراء کے طبقے نے بیرون ملک سرمایہ منتقل کرنا شروع کر دیا۔"[2]

جنرل ضیاء الحق نے اپنی عسکری سوجھ بوجھ اور حکمت عملی سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ صرف اسلامی عقائد اور اسلامی اقدار و روایات کو استحکام دے کر حالات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی سماجی اور سیاسی اقدار کا فروغ ممکن بنا کر وہ اندرونی اور بیرونی سازشوں یا طوفانوں کا مقابلہ کر سکے ہیں۔ جنہوں نے اس ملک کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

انہیں متعدد سیاسی حلقوں کے بقول عارضی غاصب کہہ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ انہوں نے پاکستان کے معاملات چلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ قومی اداروں کی تشکیل اور ان کا وجود برقرار رکھنے میں ان کا کردار بڑے دوررس اثرات رکھتا ہے۔ جنرل یحیٰ خان نے ملک میں پہلی بار انتخابات کرائے اور ملک میں پارلیمانی نظام کو پھر سے زندہ کیا۔ میجر جنرل ایوب خان پاکستان کے بے حد تعمیری حکمران کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ انہوں نے ملک کے متوسط طبقے کی خوشحالی اور ترقی کے لیے بہت اچھے اقدامات کیے۔

'لارنس زائرنگ، لکھتے ہیں:

> "۔۔۔۔ ایوب خان کے بنیادی جمہوریتوں کے نظام سے لے کر یحیٰ خان کے لیگل فریم ورک آرڈر اور پھر ضیاء الحق کے اسلامائزیشن پروگرام تک مارشل لاء کے جرنیلوں نے روایتی سیاستدانوں کے مقابلے میں زیادہ جانفشانی سے کام کیا، ملک کے سویلین لیڈروں کے برعکس ان سپاہیوں نے اپنی توجہ پاکستان کی علاقائی سالمیت، قومی اتحاد اور سماجی اور سیاسی ترقی پر مرکوز رکھی۔"[3]

1978ء میں پاکستان کے لیے افغان پناہ گزینوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔ پاکستان اور افغانستان کے درمیان سرحدی لکیر 1200ء کلومیٹر ایک طویل ترین سرحد ہے۔

جنرل ضیاء دور اندیش اور زیرک سیاستدان بھی تھے۔ وہ پاکستان کی مدد سے ہمسایہ اسلامی ملک افغانستان میں ایسی اسلامی حکومت قائم کرنا چاہیے تھے جس کے قیام سے نہ صرف سرحدیں محفوظ ہو جائیں گی بلکہ اسلامی افغانستان پاکستان کا عملی طور پر مددگار بھی ہو گا۔

یہ وہ دور تھا جب پاکستانی معاشرے میں مہاجر افغانیوں سمیت جذبہ جہاد بہت زیادہ تھا۔ یہ جذبہ جہاد اور شہادت کا شوق ہی تھا جس کے ذریعے روس کو افغانستان کے ساتھ جنگ میں عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

1980ء کی دہائی میں پاکستان ایٹمی ٹیکنالوجی میں بہت آگے آگے نکل چکا تھا اب ایٹم بم بنانا مشکل نہ تھا اور یہ بات بھارت سمیت مغرب اور امریکہ کے علم میں تھی۔

بھارت ایک بار پھر پاکستان پر حملے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ مگر پاکستانی قیادت کی کامیاب خارجہ حکمت عملی کی وجہ سے، بھارت اپنی تمام تر فوجی طاقت کے باوجود بے پناہ اسلحہ ہونے کے باوجود اکتوبر 1987ء میں پاکستان پر حملے کی جسارت نہ کر سکا۔ پاکستان بغیر لڑے یہ جنگ جیت چکا تھا۔

بھارتی حکومت 1971ء سقوطِ مشرقی پاکستان کے سانحے کی طرز پر پاکستان کو خدانخواستہ سندھ کے حوالے سے ایک اور دھچکا دینے کے منصوبہ بندی کر چکا تھا۔ اور پاکستانی سرحد کے ساتھ "براس ٹیک" فوجی مشقوں کی آڑ میں فوج بٹھا دی۔ دوسری طرف جغرافیائی حوالے سے پاکستان کو مزید نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ ایٹمی تنصیبات کہوٹہ، ریسرچ لیبارٹری، پر حملہ کرنے کا منصوبہ بھی بنایا مگر جنرل ضیاء الحق کو دشمن کے ارادوں کا پتہ چل گیا تھا۔

اسی حوالے سے جنرل ضیاء الحق نے 'جے پور ائیر پورٹ' پر ہندوستان کے وزیر اعظم 'راجیو گاندھی سے جو مکالمہ کیا وہ پاکستانی افواج کی روایتی اور قومی جرأت و شجاعت اور ملی وقار کو ظاہر کرتا ہے۔ اس مکالمے کو "جبار مرزا" نے اپنی کتاب "پاکستان 75 برس" میں لکھا ہے:

> "تم پاکستان پر حملہ کرنا چاہتے ہو! ٹھیک ہے کرو، لیکن یاد رکھنا اس حملے کے بعد دنیا چنگیز خان اور ہلاکو خان کو بھول جائے گی، صرف ضیاء الحق اور راجیو گاندھی کو یاد رکھے گی، کیونکہ یہ جنگ روایتی نہیں ہوگی۔ ہو سکتا ہے اس جنگ کے نتیجے میں پاکستان بھی صفحہ ہستی سے مٹ جائے لیکن مسلمان دنیا میں پھر بھی موجود رہیں گے کیونکہ دنیا میں مسلمانوں کے بہت سے ملک ہیں اور اس تباہی کے نتیجے میں بھارت مٹ گیا تو دنیا بھر سے ہندوؤں کا نام و نشان مٹ جائے گا، تم نے اگر میری واپسی سے قبل اپنی افواج کو ہماری سرحدوں سے واپسی کا حکم نہ دیا تو پاکستان پہنچتے ہی میرے منہ سے ایک ہی لفظ نکلے گا "فائر!!!"۔[4]

"جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف حکومت کا خاتمہ کیا اور ملک میں مارشل لاء لگا کے خود ملک کے چیف ایگزیکٹو بن گئے، قومی تعمیر نو بیورو، کا قیام عمل میں آیا"[5]

پاکستانی معاشرہ ایک نئے عہد کے لیے تیار تھا۔ سیاسی اتار چڑھاؤ ملک کے سماجی، سیاسی اور اقتصادی ہر شعبے کو متاثر کر رہا تھا اور عوام قیادت سے یہ توقع کر رہی تھی کہ اب حالات بہتری کی طرف جائیں گے اور ملک استحکام کی طرف بڑھے گا۔ مگر ملک کا سیاسی منظر نامہ کبھی بھی سازگار نہ ہوا۔ 10 دسمبر 2000ء میں نواز شریف کو جلاوطنی پر مجبور کر دیا گیا البتہ ان کی عمر قید کی سزا کو جلاوطنی میں بدل دیا گیا۔

1981ء سے 2000ء تک دو عشروں پر محیط یہ عرصہ باہمی چپقلش، سیاسی اکھاڑ پچھاڑ، مارشل لاء اور اقتدار کے حصول کے لیے رسہ کشی پر مشتمل ہے۔ اگر حالات میں بہتری آئی جنرل ضیاء الحق کا دور ملک کو بہتری کی طرف لے کر گیا۔

پاکستانی قوم اور سماج کی بہتری کے اقدامات نہ اتنی سنجیدگی سے کیے گئے اور نہ ہی یہ موثر ثابت ہوئے۔ پاکستانی عوام میں امید اور ترقی کرنے کا جوہر موجود ہے۔ مگر سیاسی و سماجی سطح پر قوم بحران در بحران سے دوچار رہی۔ بے شمار مصائب و مشکلات کا سامنا کیا مگر اصل مسئلہ قومی ریاست کے بارے میں مبہم تصور ہے۔ جب تک پاکستانی سماج چند ایک پڑھے لکھوں، امراء اور ان پڑھوں کی اکثریت کے درمیان بٹا رہے گا، اس وقت تک سماجی بہتری کے لیے تبدیلی نہیں آسکتی۔ پاکستانی سماج مختلف گروہوں، برادریوں اور قبائل میں بٹا ہوا ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ ہمیشہ ایک متوازن حکومت کا مطالبہ کرتا ہے وہ فیصلہ سازی کے عمل میں شرکت کرنا چاہتا مگر ان کے پاس مورچہ بند امراء کی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مطلوبہ ساز و سامان موجود نہیں ہوتا۔

وطن عزیز کو قومی ریاست بنانے کے لیے ابھی بہت سے مراحل طے کرنے ہیں۔ پاکستانی سماج میں بسنے والوں کے درمیان مکمل ہم آہنگی پیدا کرنے اور انہیں ایک قوم بنانے کے لیے معاشرے کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنا ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے اپنے باہمی تضادات کو ختم کر کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی ضرورت ہے۔

اس سیاسی و سماجی تناظر میں اگر اردو شاعری کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ تو یہ تمام سانحات بلاشبہ اس پر اثر انداز ہوئے۔ کیونکہ شاعری میں کیفیت اور تاثر کا عمل دخل زیادہ ہوتا ہے۔ پاکستانی ادب پر (بشمول نثر اور شاعری کے) سیاسی و سماجی موضوعات کا غلبہ رہا۔ مارشل لاؤں کے اثرات اور ردِ عمل، سقوطِ ڈھاکہ، وطن کی سلامتی کو لاحق خطرات جمہوری آزادی کی خواہش، اپنی دھرتی سے وفا، اپنی افواج سے

عقیدت کے جذبات نغموں میں شامل ہوئے۔ گویا سیاسی و سماجی سطح پر ہونے والا ہر واقعہ، ہر سانحہ شاعری کا موضوع بنا۔

اس تمام تناظر میں ہونے والی شاعری جس میں اپنی دھرتی اپنے لوگوں اور اپنی سپاہ سے عقیدت اور ہمدردی کا جذبہ موجزن ہے۔ جس میں اپنی جڑوں سے وابستگی کی خواہش موجود ہے بلاشبہ اس سے حب الوطنی کا جذبہ ابھر کر سامنے آتا ہے۔

قومی طرزِ احساس مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ قومی سانحات نے شعراء اور قوم میں جذبے اور احساس کو بہت گہرا کر دیا۔ شعراء کا قلم اپنی دھرتی سے محبت کا امین ہوتا ہے۔ اپنی قوم کی امانت ہوتا ہے ملی شاعری میں ایک شاعر کے لیے سب سے اہم اس کی دھرتی اور اس دھرتی کے باسی ہوتے ہیں۔ دھرتی اور قوم جن حالات سے گزر رہی ہوتی ہے، قلم ان حالات کا ترجمان بن جاتا ہے۔ اور اسی طرح شاعری کے موضوعات وہ اپنے حالات اور ماحول سے کشید کرتا ہے۔ شاعر اپنی قوم کا حصہ ہوتا ہے وہ اپنی قوم اور ملک کے وجود سے بہت گہری وابستگی رکھتا ہے۔ اسی وابستگی کی وجہ سے وہ اپنی اور قوم کی بقا کو وطن کی بقا اور سلامتی سے مشروط کر دیتا ہے۔ ملی شاعری میں قومی غیرت و حمیت اور خود شناسی کا اظہار ہوتا ہے۔

جب بھی قوم پر کوئی آزمائش آئی، یہ شعراء کا قلم تھا جس نے اس قوم کی محبت میں ایسے نغمے تخلیق کیے جو مایوسی اور غم کی گھڑیوں کو امید، آس، یقین اور آنے والے اچھے دنوں کی خوش خبری دی۔

مرزا ادیب شعراء کی اس حساسیت اور ملی احساس کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "دیکھنے والے حیران ہیں کہ کیا یہ وہی قلم ہیں جو چاند کی کرنون، قوس قزح کی رنگینوں اور موسم بہار کے پھولوں پر سو جان سے نثار تھے۔ آج ان میں توپوں کی گھن گرج اور ہوائی جہازوں کی گڑ گڑاہٹ کہاں آ گئی۔ یہ تو پیار کے گیت الاپتے تھے۔ یک بیک یہ رجز خوانی کیون کرنے لگے، مگر دیکھنے والے یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ادیبوں کا قلم قوم کی امانت ہوتا ہے۔"[6]

قومی یا ملی شاعری اس دور میں اپنے کمال پر نظر آتی ہے۔ قومی نغمات میں بہت سی نئی جہات کا اضافہ ہوا فکری اور موضوعی حوالے سے جدت آئی۔ ملی نغمات کا یہ عرصہ "ملی شاعری کا سنہری دور کہلانے کا مستحق ہے۔ اس عرصے میں بہت سے ملی نغمے بے پناہ مقبول ہوئے۔ بیشتر قومی نغمے عوام الناس کے دلوں کی دھڑکن بن گئے اور یہاں تک کہ "سٹریٹ سانگ" کا درجہ حاصل کر گئے۔

ملک کے سیاسی منظر نامے نے ملک کی اقتصادی اور سماجی صورت حال پر گہرے اثرات مرتب کیے اگرچہ اس وقت ملک صنعتی لحاظ سے ترقی کی راہ پر گامزن تھا مگر اشتراکی عناصر وطن عزیز کے لیے سب سے بڑا خطرہ بنے ہوئے تھے۔ کیونکہ روس اور افغانستان میں جنگ جاری تھی۔ جنرل ضیاء الحق نے قوم کی اصلاح کے لیے اقدامات کیے۔ قومی زندگی میں "اسلام ئزیشن" کا عنصر آیا۔ اسلامی اقدار و روایات کو فروغ ملا۔ اس کے اثرات قومی نغمہ نگاری پر بھی ہوئے۔

"تاہم اس دور کے قومی نغمات میں ایک نیا جذبہ دیکھنے میں آیا۔ جب صدر مملکت محمد ضیاء الحق کی دین پسندی کے باعث ملک گیر اثرات رونما ہوئے تو قومی نغمات میں نظریہ پاکستان بھی واضح ہونے لگا۔ حالانکہ اسلامی متن ہر دور کے قومی نغمات میں نمایاں ملتا ہے لیکن اس دور میں خصوصی طور پر اسے اہمیت دی جانے لگی۔"[7]

اس سماجی و سیاسی تناظر میں کی گئی نغمہ نگاری میں اپنے مٹی سے وابستگی کا جذبہ زیادہ واضح ہے۔ نئی منزلوں کی طرف بڑھنے کی خواہش، وطن کو خوب سے خوب تر بنانے کی تمنا، عساکرِ وطن سے عقیدت، زخموں کا مداوا، ملی یکجہتی کے عناصر ان نغموں کا خاصا ہیں۔

اس حوالے سے ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن سے نشر کیے جانے والے نغموں کی تفصیل درج ذیل ہے:

| | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | پاکستان کے ہر گوشے میں ہنستے بستے لوگ ملیں" | مہدی حسن |
| 2۔ | ملک پاکستان ہے ایمان کی طاقت کا نام" | تاج ملتانی، ساتھی |
| 3۔ | "تیز چلو، تیز چلو، رہبر ہے قرآن" | باتش، آغا سر فراز |
| 4۔ | پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ | عالمگیر، ساتھی |
| 5۔ | پاکستان کو سمجھو لوگو، پاکستان خدا کا ہے | عالمگیر، ساتھی |
| 6۔ | جیون شب کی تاریکی میں نور کا دھارا پاکستان | عالمگیر، ساتھی |
| 7۔ | اس زمیں سے آسماں تک | عالمگیر، ساتھی |
| 8۔ | گھر اپنا آباد رہے | محمد علی شہکی |
| 9۔ | چلو کہ منزل بلا رہی ہے | ناہید اختر |

10۔ ہر خراب آباد میں مثلِ بہار آئیں گے ہم — ناہید اختر، اسد امانت علی

11۔ یہ نور کا مسکن ستاروں کی زمین ہے — ناہید اختر، ساتھی

اس عرصے میں جو ملی نغمات لکھے گئے ان میں ماضی کے بر عکس زیادہ امید، حوصلہ اور ہمت نظر آتی ہے۔ خاص طور پر حالات اب ماضی کی نسبت زیادہ حوصلہ افزا ہیں۔ ان نغموں میں خاص طور پر اپنے وطن میں رونق، خوشی، خوشحالی اور مسرتوں کا اظہار ہوا ہے۔ گویا پاکستانی سماج اس بحرانی اور نفسیاتی بے چارگی کے ماحول کے ماحول سے نکل آیا جس کا 70 کی دہائی میں اسے سامنا کرنا پڑا تھا۔ بہتر اور خوش حال مستقبل کی امید نے ماضی کے سانحوں کو بھلانے میں مدد کی۔

اس حوالے سے لکھے گئے نغمے جو رس بھری آوازوں میں، مدھر سروں سے سجائے گئے، ریڈیو، ٹیلی ویژن سے عوام الناس کی سماعتوں تک پہنچتے ہیں تو ہر سامع اس پر جھوم اٹھتا ہے۔ دل آنے والے خوشی و مسرت کے دنوں کا تصور کر کے پچھلے غموں کو بھلا دیتا ہے۔ سننے والوں کے دل نئی امید اور یقین سے بھر جاتے ہیں۔

پاکستانی میڈیا نے ان نغموں کے ذریعے قوم پر چھائی گہری مایوسی اور غم کو دور کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ حتیٰ کہ شعراء اور فنکاروں نے خود کو پاکستانی فنکار اور شاعر کہنے میں فخر محسوس کیا۔ جیسا کہ درج ذیل نغمات کے بول ہیں:

"میں شاعر پاکستان کا"

اس نغمے کو محمد علی شہکی کی آواز میں ریکارڈ کیا گیا۔ اس کے علاوہ درج ذیل نغمے کے بول دیکھیں:

"میں شاعر سوہنی دھرتی کا"

یہ نغمہ گلوکار ریاض علی خان کی آواز میں ریکارڈ کیا گیا۔ عالمی سطح پر مغربی ممالک کی موسیقی کے اثرات ہر ملک پر ہوئے اس کا اثر نہ صرف نغمہ نگاری کے انداز پر ہوا بلکہ ماہرینِ موسیقی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ موسیقی اور گیت نگاری میں جدت کا رنگ غالب آ گیا۔ "پاپ میوزک" جس کا دنیا بھر میں چرچا تھا۔ اس کے ملک گیر اثرات ہوئے۔ گویا اب ملی نغمہ نگاری میں بھی "پاپ" کا جدید رنگ شامل ہو گیا تھا۔ اس دور کے وہ نغمات جو ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے نشر کے گئے اسی جدید رنگ کے حامل ہیں۔

> "اس کے علاوہ اب موسیقی میں پاپ اور جدت کے رنگ بھی شامل ہوئے اور اب نئے
> فنکاروں نے خود کو قومی نغمات کے ذریعے ہی منوا کر نہ صرف اپنی شناخت بنوائی بلکہ

آج بھی ان کی پہچان وہی قومی نغمات ہیں۔ اس دور کے قومی نغمات نے اس طرح
مقبولیت حاصل کی کہ دور جدید میں زیادہ تر ری ڈویاری مکس ہونے والے نغمات اسی
فہرست کا حصہ ہوتے ہیں"[8]

ملی نغمہ نگار کا مقصد اپنی قوم میں جذبہ اخوت پیدا کرنا یگانگت اور یکجہتی کو پروان چڑھانا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اپنی دھرتی سے بے لوث محبت کے جذبات پیدا کرنا۔ یعنی ملی نغموں میں بنیادی طور پر امن و صلح کے جذبات بیان کیے جاتے ہیں۔ ان نغموں میں اپنے سماج کی بہتری اور احساس کا عنصر شامل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات ایک ایک شعر قانون اور اخلاقیات و سماجیات کی ان گنت کتابوں پر بھاری ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ملی شعراء اپنے فن اور فکر کے ذریعے دلوں میں انقلاب کی روح پھونک دیتے ہیں۔ اس کے کلام میں یہ صلاحیت بھی موجود ہوتی ہے کہ وہ تاریخ کا دھارا موڑ سکے۔ اس کی مثال ہمارے قومی و ملی شاعر، شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کی ملی و قومی شاعری ہے۔ پوری قوم کی طرح اس عرصے میں شعراء بھی ہر طرح کے تعصب سے پاک نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنے قلم سے وطن کی فلاح اور بقا کے لیے جہاد کیا۔

اس عرصے میں پاکستانی معاشرے میں اتحاد و یگانگت پیدا ہونے لگا۔ اس مختصر دورانیے میں شعراء نے ملی نغمہ نگاری کی صورت میں وطن کو بہت کچھ دیا۔ یہ ملی نغمے جب نشر ہوتے تو قوم میں آزادی کے تحفظ، وطن کی تعمیرِ نو، جذبہ عمل، اتحاد، اخوت، ایثار، نیا عزم اور نئی منازل کے حصول کی ترغیب ملتی۔ عوام الناس کے دلوں میں امید پیدا ہونے لگتی تھی۔ ان کے ذہنوں کو ملی نغمہ نگاروں کے کلام سے امید کی ایک نئی جہت نظر آئی جس کی مدد سے اہل وطن کو نئے مقاصد اور نئی امنگوں کا ایک نیا روپ ملا اور وطن عزیز کو پوری قوم نے مل کر ترقی کی راہوں پر ڈالا۔

اس دور کی ملی نغمہ نگاری کی وجہ سے نظریۂ پاکستان اور اسلامی اقدار کو فروغ ملا، وہ شعراء جو پاکستان کو اسلامی ریاست کے رنگ میں دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کے قلم سے پیار کے نغمے لکھے جانے لگے۔ اس دوران شعراء کے قلم اور پاکستانی میڈیا خاص طور پر ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے جو اہم کردار ادا کیا وہ تاریخ پاکستان کا ایک روشن باب ہے۔

گویا شعراء کے قلم بھی اپنے جانبازوں کے ہمراہ تلوار بن گئے۔ ان ملی نغموں نے اہل وطن اور افواج کے جوش و جذبے کو بہت زیادہ کر دیا۔ ان سے قوم سے مایوسی و ناامیدی ختم کرنے میں مدد ملی۔ وہ وقتی اداسی اور جمود جو پچھلی دہائی میں پیدا ہوا اس جمود کو ان پر جوش ملی نغموں نے توڑ دیا۔

آج بھی اگر قومی تہواروں پر یہ نغمات نہ سنے جائیں تو یہ بہت بے رنگ محسوس ہوتے ہیں۔ پاکستان وہ دھرتی ہے جہاں کے بسنے والے امن و خوشی کے گیت گاتے ہیں۔ آج پاکستان دنیا بھر میں سب سے زیادہ قومی نغمات نشر کرنے والا ملک ہے۔ جس میں نئے نئے نغمات عزم نو کے ساتھ تخلیق کیے جاتے ہیں۔ یہ قومی نغمے وطن کی فضاؤں میں جذبہ ایثار اور جذبہ حب وطن کی شمعیں روشن کرتے ہیں۔

ایسے ہی بے مثال نغمات جو ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن نے نشر کیے اور بہت مقبول ہوئے۔ ان میں سے 'جمیل الدین عالی' کا لکھا ہوا ملی نغمہ گایا۔ جو پاکستان کے ہر گلی کوچے میں ہر زبان پر آج بھی جاری و ساری ہے۔ گویا پاکستان کے زندہ قائم رہنے کی دعا ہر دل سے نکلتی ہے۔

اس دوران حفیظ جالندھری کا تخلیق کیا ہوا ملی نغمہ بہت مقبول ہوا۔ اس نغمے کے بول درج ذیل ہیں:

"نئے دور میں پاکستان کا اصلی جوہر چمکے گا"

دیگر مقبول فنکاروں اور گلوکاروں کی طرح "شہناز بیگم" نے جنگ اور امن دونوں میں ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن کے لیے نغمات گائے۔ اور انہیں عوام میں بہت مقبولیت حاصل ہو گئی۔ انہوں نے شاعر "مسرور انور" کا لکھا قومی نغمہ، "وطن کی مٹی گواہ رہنا" گایا جسے "سہیل رعنا" نے بہترین موسیقی سے سجایا۔ وطن کے یہ فنکار اپنے شعراء کے شانہ بشانہ ان نغموں کے ذریعے اہل وطن کی ڈھارس بندھاتے ہیں۔ ان کے اندر جذبہ تعمیر وطن پیدا کرتے ہیں۔

> "شہناز بیگم کے گائے ان مشہور اور مقبول ترین نغموں میں 'سوہنی دھرتی اللہ رکھے' بہت مقبول ہوا۔
>
> "انہوں نے جمیل الدین عالی مرحوم کا تحریر کردہ وہ قومی نغمہ بھی گایا جو آج قومی ترانے کے بعد پاکستان کا مقبول ترین عوامی نغمہ ہے "یعنی جیوے جیوے پاکستان"۔۔۔
>
> اس طرح شہناز بیگم نے اپنی آواز کے ذریعے وطن کی خدمت اور تعمیر وطن میں اہم کردار ادا کیا۔
>
> 'سوہنی دھرتی اللہ رکھے قدم قدم آباد تجھے، کو پاکستان کی گولڈن جوبلی کے موقع پر پاکستان ٹیلی ویژن کی طرف سے پہلا انعام ملا۔۔۔"[9]

اس عرصے میں "میوزیکل بینڈز اور گروپس بھی متعارف ہوئے اور جدید موسیقی کے اثرات نغمہ نگاری پر بھی ہوئے۔ ایسے ہی ایک پاپ سنگر، جنید جمشید' ہیں۔ ان کا میوزیکل بینڈ "وائٹل سائنز" کے نام سے

مشہور ہوا۔ "جنید جمشید" نے نثار ناسک، کا تخلیق کیا ہوا ملی نغمہ گایا اور اس نغمے نے اس قدر مقبولیت اور شہرت حاصل کی کہ ملی نغمہ نگاری کی تاریخ میں سے اگر اس نغمے کو نکال دیں تو تاریخ ادھوری رہ جاتی ہے۔

اس نغمے نے پاکستانی عوام کے دلوں پر جو سحر طاری کیا اور ان دلوں کو کس طرح مسخر کیا۔ اس پر ابصار احمد کا تبصرہ ملاحظہ کریں:

> "14 اگست 1987ء کو پاکسان ٹیلی ویژن اسلام آباد مرکز سے رات جنید جمشید کی آواز میں پاپ میوزک سے سجا ہی نغمہ گونجا تو بیس سال پہلے ریڈیو راولپنڈی سٹوڈیو کی طرح پورا پاکستان "دل دل پاکستان، جاں جاں پاکستان" گا رہا تھا۔ یہ قومی نغمہ تھا یا ایک سحر۔۔۔ ہر فرد اس میں گرفتار تھا۔ اور ٹی وی پر ناظرین بھی حیرت سے دیکھ رہے تھے۔۔۔ یہ قومی نغمہ صرف قومی نغمہ ہی نہ بنا بلکہ قومی ترانے کے بعد دوسرا غیر سرکاری قومی ترانہ بن گیا۔"[10]

یہ نغمہ جمیل الدین عالی کے نغمے "جیوے جیوے پاکستان" کی طرح عوام الناس کے دلوں اور ذہنوں پر نقش ہو گیا۔ فرق یہ ہے کہ جمیل الدین عالی نے نغمے کی صورت میں دعا کی تھی اور دل دل پاکستان ایک عزم ہے:۔

> "دل دل پاکستان" پہلا قومی نغمہ ہے جس کے مختلف وقتوں میں تین Versions بنے۔ یعنی یہ نغمہ تین بار ایک ہی گلوکار کی آواز میں مختلف Remix موسیقی کے ساتھ تیار ہوا۔ جس میں اس کا ایک ورلڈ کپ ورژن بھی شامل ہے۔ جسے 'جنید جمشید مرحوم، نے 1996ء کے کرکٹ عالمی کپ کے موقع پر ریکارڈ کروایا تھا اور ساتھ ساتھ 'دل دل پاکستان، کو یہ تاریخی اور۔۔۔ اعزاز بھی حاصل ہے کہ پاکستان کا پہلا قومی نغمہ ہے جو کسی اشتہار کا حصہ بنا۔"[11]

نثار ناسک نے قومی نغمہ نگاری کا سفر 'دل دل پاکستان' تک ہی محدود نہ رکھا وہ خاص طور پر ریڈیو اور پاکستان ٹیلی ویژن کے لیے نغمہ نگاری کرتے رہے۔ اُن کے تخلیق کردہ نغمے آسان اور سادہ زبان میں مگر ان میں حب وطن کا جذبہ بھرپور انداز میں موجود ہوتا ہے۔

پاکستان ٹیلی ویژن سے ان کا ایک اور مقبول نغمہ نشر کیا گیا۔ علاقائی موسیقی کی دھنوں میں بسا یہ نغمہ اپنے سامعین و حاضرین کے دلوں میں سما جاتا ہے۔ انہوں نے اس نغمے میں اپنے سبز ہلالی پرچم کو اپنے وطن کی

جان قرار دیا ہے۔ اور وطن سے بے لوث محبت اور عقیدت اس نغمے کی خصوصیت ہے۔ نثار ناسک نے اپنے وطن کو بہاروں کا مسکن قرار دیا ہے۔ انہوں نے اہل وطن کی خوش بختی پر ناز کیا ہے کہ انہیں ایسا حسین جنت نظیر وطن نصیب ہوا۔

اس نغمے کی خوبصورت موسیقی، ماہر موسیقی 'وزیر افضل' نے ترتیب دی ہے۔ اس نغمے کا مرکزی خیال بھی جنید جمشید کے گائے پہلے نغمے 'دل دل پاکستان' سے مشابہ ہے۔ اس نغمے کے بول درج ذیل ہیں:

"سبز پرچم وطن، چاند تارہ وطن
دل کی قندیل آنکھوں کا تارہ وطن
روح کا جگمگاتا ستارہ وطن
اس کے آکاش تاروں سے معمور ہیں
اس کے گلشن بہاروں سے بھرپور ہیں
کس کی تقدیر ہے ایسا پیارا وطن
سبز پرچم وطن، چاند تارا وطن"

نثار ناسک اس عہد کے ممتاز ترین ملی و قومی نغمہ نگار شعراء میں شامل ہیں۔ ان کے اندر اپنے وطن سے محبت کا دریا موجزن تھا وہ وطن کی ہر چیز سے محبت کرتے تھے۔ انہیں اپنے وطن کی مٹی اپنی جان ومال سے بڑھ کر عزیز تھی۔ وہ اپنے وطن کی حسین وادیوں اور رنگ بھرے چمنوں کو دیکھ کر بہت مسرور ہوتے ان کا قلم وطن کے گیت بڑی روانی سے تخلیق کرتا ہے۔ ان نغموں میں جن جذبوں، آرزوؤں اور امنگوں کا اظہار ہوا ہے۔ وہ ہر اہلِ وطن کے دل کی آواز ہے۔

اُن کا ایک اور خوبصورت نغمہ بعنوان 'میرا وطن' عوام الناس کے دلوں کی دھڑکن بنا۔ یہ نغمہ 1994ء میں پاکستان ٹیلی ویژن لاہور مرکز کے لیے لکھا گیا تھا۔ اس نغمے کو موسیقی کی سریلی دھنوں سے سجانے والے موسیقار ماہرِ موسیقی، محسن رضا، ہیں اور یہ گلوکار 'اے نیر' کی مدھر آواز میں ریکارڈ کیا گیا۔ اس نغمے کے بول ملاحظہ کریں:

"بلند ہے عظیم ہے میرا حسین وطن
یہ سرزمیں، یہ وادیاں، یہ رنگ بھرے چمن"

نثار ناسک وہ منفرد اسلوب رکھنے والے قومی نغمہ نگار ہیں جنہوں نے اپنے وطن سے منسلک ہر

موضوع پر محبت کے گیت لکھے۔ انہوں نے ریڈیو پاکستان لاہور، مرکز سے نشر ہونے والے کسان بھائیوں کے پروگرام کے لیے نغمہ تحریر کیا جس میں دھرتی کا سینہ چیر کر سرسبز فصلیں اگانے والوں میں اپنی دھرتی سے محبت کا ولولہ بیدار کیا اور انہیں بڑی تندہی سے اپنا فرض نبھانے کا پیغام دیا۔

یہ نغمہ گلوکار، منیر حسین اور ساتھیوں نے گانے کی سعادت حاصل کی۔ اس نغمے کی مقبولیت آج بھی کم نہیں ہوئی اور یہ نغمہ اب بھی کسان بھائیوں کے پروگرام میں نشر ہوتا ہے۔ اس پیار بھرے قومی نغمے کے بول درج ذیل ہیں:

"دیس اپنا سرسبز بناؤ"

اپنی مٹی سے محبت اور وابستگی ہر محب وطن کی گھٹی میں شامل ہوتی ہے۔ وہ دنیا بھر کے ممالک گھوم لے مگر جو سکون اسے وطن کی حسین فضاؤں میں ملتا ہے وہ دنیا کے کسی کونے میں نہیں ملتا۔ 'نثار ناسک' کے دل میں اپنی ماں دھرتی کی محبت کا جو دریا موجزن تھا وہ کسی دوسرے ملک یا حسین سے حسین تر جگہ کو بھی خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ انہیں اپنا وطن 'سنبل وریحان، سے بھی 'خوشتر، لگتا تھا۔

ان کے دل میں پاکستان کی جو محبت جو چاند تارے کی روشنی تھی اس کی وجہ سے وہ اپنے پیارے وطن کو سارے جہاں سے خوبصورت خیال کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دنیا بھر کے ترقی یافتہ ممالک کے نام گنواتے ہیں اور ان سب کا موازنہ جب اپنے پیارے پاکستان سے کرتے ہیں تو انہیں اپنا وطن پاکستان سب سے بڑھ کر پیارا لگتا ہے۔

ایسا ہی ایک نغمہ انہوں نے پاکستان ٹیلی ویژن لاہور کے لیے لکھا۔ اس نغمے کو خوبصورت اور سریلے سروں سے سجانے والے نعیم الحسن ہیں۔ وہ اس نغمے میں اپنے وطن کو دیگر دنیا کے ممالک سے برتر ماننے کا درس دیتے ہیں۔ یہ نغمہ نعیم الحسن نے لاہور مرکز سے رکارڈ کرایا۔ اس بول ملاحظہ کریں:

"امریکہ، جرمن، رشیا چاہے ہو جاپان

سب سے اچھا، سب سے پیارا دیس ہے پاکستان"

ملک کے سیاسی و سماجی پس منظر میں جو شعراء قومی نغمہ نگاری کر رہے تھے۔ انہوں نے ملک میں ہونے والے ہر واقعے سے بہت گہرا اثر لیا اور اپنی دھرتی کے تحفظ، بقا، اس سے محبت اور اس کی تعمیر کے جذبے سے لبریز ترانے لکھے۔ تاکہ جب اہلِ وطن یہ نغمے سنیں تو انہیں امن اور شانتی کے ساتھ ساتھ وطن سے بے لوث محبت کا پیغام بھی ملے۔ یہ نغمے قومی زبان اردو کے علاوہ علاقائی زبانوں میں بھی لکھے گئے اور سامعین و

حاضرین کے دلوں میں سما گئے۔

'نثار ناسک" نے اردو کے علاوہ پنجابی زبان میں بھی نغمات لکھے۔ انہوں نے پاکستان ٹیلی ویژن لاہور اور اسلام آباد مراکز کے لیے اردو کے ساتھ ساتھ پنجابی زبان میں بھی قومی نغمہ نگاری کی۔ جن میں بھی اردو نغموں کی طرح جذبہ و آہنگ بھی موجود ہے۔ ان مراکز کے پنجابی زبان میں تحریر کردہ نغمے گلوکارہ شاہدہ پروین، کی آواز میں ریکارڈ کیے گئے اور یہ نغمے عوام الناس میں بہت زیادہ مقبول ہوئے۔

حصولِ آزادی کے لیے برصغیر کے مسلمانوں نے ایک طویل جدوجہد کی۔ جان ومال کی قربانیاں دے کر وطن حاصل کیا۔ اس کے بعد بھی آزادی کے تحفظ کے لیے دشمنوں نے امتحانوں اور آزمائشوں سے گزارا، ہزاروں شہداء کے خون سے آزادی کا تحفظ کیا گیا۔ اس لیے ملک پاکستان کی آزادی محب وطن پاکستانی کو بہت عزیز ہے۔

نثار ناسک کے دل میں بھی وطن کی آزادی کے تحفظ، دفاع اور بقا کا جذبہ موجزن ہے وہ اپنے پیارے وطن کو مکمل طور پر ہمیشہ کے لیے ہر طرح کے تسلط سے آزاد دیکھنے کے خواہاں ہیں۔

وہ اپنی ماں دھرتی کی آزادی کے گیت گاتے ہیں اور اس کے شیدا نظر آتے ہیں انہوں نے پنجابی زبان میں نغمات لکھے ان کا درج ذیل نغمہ بہت زیادہ مقبول ہوا۔ یہ نغمہ پاکستان ٹیلی ویژن لاہور مرکز پر انور رفیع اور ساتھیوں کی خوب صورت آوازوں میں ریکارڈ کیا گیا۔ اس کے بول اس طرح ہیں:

"اسیں دیوانے آزادی دے
اسیں پروانے آزادی دے
اے دھرتی جھولی ماواں دی
ماواں ٹھنڈیاں چھاواں دی
گھر اپنا جنت راہواں دی
ہن مستانے آزادی دے"

ان کے لکھے ہوئے قومی نغمات میں زیادہ تر بچوں کے موسیقی کے پروگراموں میں بھی نشر ہوئے۔ یہ نغمات بیک وقت ریڈیو پاکستان کے مختلف مراکز کے علاوہ پاکستان ٹیلی ویژن سے نشر کیے گئے۔

اس حوالے سے 'ابصار احمد' اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"نثار ناسک نے ریڈیو پاکستان ٹیلی ویژن کے لیے بے شمار قومی نغمات لکھے۔ جن میں

زیادہ تر بچوں کے پروگرامز شامل ہوئے۔ انہیں قومی نغمات لکھنے کے صلے میں کئی ایوارڈز بھی ملے۔ لیکن افسوس کہ "دل دل پاکستان" جیسالازوال نغمہ لکھنے کے باوجود بھی وہ کسی سرکاری ایوارڈ سے محروم رہے۔۔۔اب بھی ان پر نظر التفات ڈال کر ان کی قومی خدمات کو سراہا جاسکتا ہے۔ انہیں کوئی سرکاری صلہ ملے نہ ملے لیکن ہر پاکستانی کے دل پر "دل دل پاکستان" مثلِ تمغہ بن کر ہمیشہ ان کی یاد دلاتا رہے گا۔"[12]

## ب: حب الوطنی کے عناصر کا ملی نغموں میں اظہار:

اپنے وطن سے محبت کا جذبہ فطری ہوتا ہے۔ جس جگہ انسان پیدا ہوا، پلا بڑھا، دوست احباب عزیز رشتہ داروں میں زندگی گزاری یہ سب رشتے اور خاص طور پر اس مٹی سے محبت اور وابستگی کا رشتہ بڑا اٹوٹ ہوتا ہے۔ اپنے وطن اور دھرتی سے محبت اس کے خمیر میں شامل ہوتی ہے۔ اپنا مسکن تو جانوروں اور پرندوں تک کو عزیز ہوتا ہے۔ انسان کا مسکن ہی یعنی اس کا وطن اس کی جنم بھومی اس کا اولین پیار بن جاتا ہے۔ وہ اپنی زمین پر اجنبی نہیں ہوتا وہ اپنی دھرتی سے اپنی دلی وابستگی اور بے لوث محبت کا اظہار کرتا ہے۔ سب سے بڑھ کر اپنے وطن سے محبت اور لگاؤ انسانی فطرت کا تقاضا ہونے کے علاوہ قومی اور دینی فرض بھی ہے۔

تاریخ انسان حب وطن کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ حتیٰ کہ امیر خسرو جو نہ صرف فارسی بلکہ اردو اور ہندوی تینوں زبانوں کی شاعری میں یگانہ ہیں۔ انہوں نے اپنے کلام میں کثرت سے اپنے وطن سے محبت اور ہندوستانی روایتوں سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کیا ہے۔ امیر خسرو کو اپنی خاکِ وطن سے بے پناہ محبت تھی اور انہوں نے اپنے اشعار میں بجا طور پر اس کا اقرار کیا۔

انہوں نے اپنے وطن کی مٹی حتیٰ کہ کانٹوں کو بھی بڑی عقیدت اور محبت سے بالترتیب، ملک سلیمان، اور؛ سُنبل وریحان سے قدر و قیمت اور منزلت میں برتر کہا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

خاک وطن از ملک سلیمان خوشتر ؎
خار وطن از سنبل وریحان خوشتر

اپنے وطن سے محبت دنیا جہاں کی مادی آسائشوں اور مال و دولت سے بیگانہ کر دیتی ہے۔ اپنی مٹی اور اس مٹی پر بسنے والے پورے عالم سے زیادہ پیارے اور قریب ہوتے ہیں۔ اقبال نے بھی ابتدائی دور میں 'امیر خسرو ، کی حب وطن کی روایت کی پاسداری کی۔ انہوں نے بھی متحدہ ہندوستان میں اپنے وطن سے محبت کے نغمے گائے۔ ان کی فنی وفکری انقلابی دور سے پہلے یہ شعر بطور نمونہ:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی گلستاں ہمارا

محبت کے بغیر کوئی قوم زندہ قوم نہیں بن سکتی یہ حب وطن کا جذبہ ہے جو قوموں کو اپنی سر زمین سے مضبوطی کے ساتھ جوڑے رکھتا ہے۔

گویا وطن سے محبت انسان کی فطرت میں تو شامل ہے ہی یہ اس نظریے اور عقائد کا حصہ بھی ہوتی ہے۔ حب الوطنی کے جذبے کے بغیر کوئی بھی قوم مکمل آزادی سے عزت و وقار کی زندگی گزار سکتی ہے اور نہ ہی اپنی سر زمین کو دشمن قوتوں کی تخریب کاری کا نشانہ بننے سے روک سکتی ہے۔

اگر کسی قوم کے افراد کے دل میں اپنی سر زمین سے محبت کا جذبہ مفقود ہو جائے تو وہ قوم اپنی موت آپ مر جاتی ہے۔ ایسی قوم کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔ وطن سے محبت کا اسلام میں واضح تصور موجود ہے خلاف اسلام نہیں اور نہ ہی حب وطن کے جذبے کو ملتِ واحدہ کے تصور کے منافی کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ملتِ واحدہ کا تصور جغرافیائی سرحدوں اور قیود کا پابند نہیں ہوتا بلکہ اس سے ماوراہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ افکار و خیالات کی یک جہتی کا تقاضا کرتا ہے۔

تمام قوم کو اپنے پاک وطن سے صدق دل سے محبت کرنی چاہیے۔ اس وطن کی تعمیر و ترقی میں فعال کردار ادا کرنا چاہیے۔

حب الوطنی کے جذبے کی جھلک ہماری روزمرہ زندگی میں ہماری بول چال اور کردار سے بھی نظر آنی چاہیے یہ فقط زبانی کلامی دعووں اور نعروں تک محدود نہیں ہونی چاہیے۔ وطن عزیز کی سلامتی اور بقا قوم کا اولین فرض ہے۔ وطن اور اہل وطن کے مفادات کے خلاف اور امن و امان کو غارت کرنے والے عناصر کو روکا جائے۔

پاکستانی شعراء نے جذبہ حب الوطنی کا اظہار اپنی شاعری میں کیا۔ انہوں نے قومی نغمہ نگاری میں اس جذبے کے تحت وطن کے ایسے بے مثال شاہکار نغمے لکھے ہیں جن کی وجہ سے پاکستانی اردو شاعری میں ایک سنہری باب کا اضافہ ہوا۔

حب الوطنی کا جذبہ کہ قیام پاکستان کے بعد زیادہ ابھر کر سامنے آیا ہے۔ گویا پاکستانی شعراء کے ہاں جو رویہ زیادہ غالب اور مقبول رہا وہ اپنے وطن سے محبت و عقیدت کا رویہ ہے۔ یہی جذبہ ہے جس کی وجہ سے پاکستانی شعراء نے پاکستان کی تعمیر نو اور خوشحالی میں نمایاں کردار ادا کیا۔

قیام پاکستان سے لے کر اب تک شعراء کی ایک ایسی جماعت ہر دور میں موجود رہی ہے جنہوں نے وطن سے محبت، وفا اور یگانگت کے نغمے لکھے۔ یہ نغمے پاکستانی میڈیا نے عوام الناس تک پہنچائے۔ وطن کو اپنی نغمہ نگاری سے ان شعراء نے عقیدتوں اور محبتوں کا خراج پیش کیا۔ اس دوران جن موضوعات میں شعراء نے خاص طور پر دلچسپی لی وہ یہ ہیں:

وطن کی اہمیت، افواج اور اہل وطن کی قربانیاں، وطن سے وفاداری، وطن کے حسین نظاروں کی عکاسی، جذبہ شہادت و جہاد، اور دیگر تمام موضوعات شامل ہیں جو وطن عزیز کے سیاسی اور سماجی منظر نامے کا حصہ بنے۔

جذبہ حب الوطنی کا ملی نغموں میں مختلف صورتوں میں اظہار ملتا ہے۔ حب الوطنی کے اظہار کی یہ مختلف صورتیں اور عناصر کا قومی نغمہ نگاری میں درج ذیل موضوعات کے تحت جائزہ لیا جائے گا۔

## 1۔ کشمیر کے حوالے سے نغمہ نگاری:۔

1981ء تا 2000 کے عرصے میں بھی کشمیر نغمہ نگاروں کا زندہ موضوع رہا۔ اردو شاعری میں کشمیر کا تذکرہ گویا ایک ایسا روشن باب ہے جو باقاعدہ ایک تحریک کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ وادی کشمیر کے بارے میں شاعری میں کشمیر کے حسن کی تصویر کاری بھی ملتی ہے اور اس میں جنگ ورزم کے معرکوں کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ کشمیر سے وابستہ قومی شاعری گویا رزمیہ شاعری کا ایک منفرد باب ہے۔ کشمیر کی جنگ میں بھارتی مسلح افواج کا سامنا مسلح افواج سے نہیں بلکہ نہتے کشمیریوں سے ہے۔

اردو شعراء نے کشمیر کی خوبصورتی اور کشمیر کی آزادی کے نغمے لکھے۔ یہ شعراء کا پسندیدہ موضوع بھی ہے کشمیر سے متعلقہ نغموں میں ایک طرف تو اس وادی کی مدح سرائی ہے تو دوسری طرف تحریک آزادی کے لیے جوش و جذبہ۔ شعراء نے اپنے انداز میں کشمیر کی وادی کو اپنی قومی نغمہ نگاری کا موضوع بنایا۔

جوش ملیسانی، کی نظم بعنوان "کشمیر" سے اقتباس ملاحظہ کریں:

"اے تماشائی! بہت کچھ تو نے کی سیر جہاں
اب ذرا کشمیر میں آ کر نیا کشمیر دیکھ
ظلمتوں میں بھی نظر آتے ہیں انوار سحر
یہ صبا، یہ روشنی، یہ تابش و تنویر دیکھ
تو نے ہر تعمیر میں تخریب دیکھی ہے مگر
اے تماشائی جہاں تخریب میں تعمیر دیکھ

(جوش ملیسانی، فغان کشمیر)

کشمیر سے متعلقہ نغمہ نگاری میں کشمیریوں کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی روشن مستقبل کی نوید بھی دی ہے کہ یہ سیاہ رات آخر ختم ہو کر رہے گی۔ یہ امید کی کرن جو روشن لمحوں کی خوش خبری دیتی ہے اور خوشیوں بھرے روشن مستقبل کی جھلک دکھاتی ہے۔

'جوش ملیح آبادی، نے اس کی ایک جھلک اپنی نظم میں پیش کی ہے، اشعار ملاحظہ کریں:

"اے جنتِ کشمیر!"

"ظلمات کو رنگ ایسا جمانے نہیں دیں گے

اس خاک پہ ہم رات کو چھانے نہیں دیں گے۔

جس خاک کا ہر ذرہ ہے خورشید کی تصویر

اے جنتِ کشمیر! اے جنتِ کشمیر!

(اے جنت کشمیر، فغان کشمیر)

ضمیر جعفری نے قومی نغمہ نگاری میں بہترین نغمے لکھے۔ انہوں نے کشمیر کے حولے سے نظم لکھی جو بہت مقبول ہوئی۔ اس نظم کا نام ہے۔ "جلتے چناروں کے نام" اس سے نمونہ ملاحظہ کریں:

"وادی، کشمیر کے جانباز فرزندو! سلام

جہد حق میں اے خدا کے منتخب بندو! سلام

(جلتے چناروں کے نام، فن مندری)

کشمیر کے حوالے سے جو نغمات ریڈیو یا ٹیلی ویژن سے نشر کے گئے ان میں 'نیرہ نور' کی آواز میں بھی نغمے شامل ہیں۔

انہون نے پاکستان ٹیلی ویژن لاہور مرکز سے بچوں کے ساتھ بھی قومی نغموں میں حصہ لیا۔ انہوں نے بچوں کے ساتھ مل کر نغمے گائے۔ انہوں نے جنت ارضی کشمیر کی وادی کے لیے بھی نغمہ گائے۔ کشمیر کے لئے 'نیرہ نور' نے 'فیض احمد فیض' کی تخلیق کردہ کشمیری شہید بچے کی ماں کا مرشیہ اپنی پر سوز آواز میں گایا۔ اس کے بول درج ذیل ہیں:

"اٹھو ماٹی سے اٹھو! جاگو میرے لال!"

'ابصار احمد' نے اپنی کتاب: "یہ نغمے پاکستان کے 'میں 'کشمیر' کے موضوع پر لکھے گئے ان نغمات کا تذکرہ کیا ہے

جو ریڈیو پاکستان کے مختلف مراکز اور پاکستان ٹیلی ویژن کے مراکز سے نشریات کا حصہ بنے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | 'اے میرے کشمیر! آزاد تیری تقدیر' | عالمگیر |
| 2۔ | 'برف جہاں گرتی ہے'، (نغمہ کشمیر) | حمیرا چنا |
| 3۔ | 'جانے کب ہوں گے کم، اس دنیا کے غم (نغمہ کشمیر) | استاد نصرت فتح علی خان |
| 4۔ | 'یہ ہے کشمیر' | کشمیر بینڈ |
| 5۔ | 'تو ہے کشمیر کی وادی' | شبنم مجید |
| 6۔ | 'یہ میرا گھر میری بستی' | شبنم مجید |
| 7۔ | 'کشمیر کی کلی ہوں' | شاہدہ منی |
| 8۔ | 'کشمیر زندہ باد' | خرم جمشید |

ان دو عشروں میں (1981ء۔2000ء) کشمیر نغمہ نگاروں کا بطور خاص موضوع رہا۔ بہت سے ایسے نغمے جو عوام الناس میں بے پناہ مقبول ہوئے پاکستان ریڈیو یا ٹیلی ویژن نے ریکارڈ کر کے نشر کیے۔ یہ نغمے ہر دل کی آواز بنے ان میں بہت درد اور سوز ہے۔ یہ نغمے درج ذیل ہیں:

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | 'اے ہم نفسو! تم پر کیا گزری نغمہ کشمیر | اسد امانت |
| 2۔ | 'چنار شعلے اگل رہے ہیں، نغمہ کشمیر | رخسانہ مرتضیٰ |
| 3۔ | میرے کشمیر تجھ کو میرا سلام | رخسانہ مرتضیٰ |
| 4۔ | 'اے دنیا کے منصفو! سلامتی کے ضامنو! (نغمہ کشمیر) | رخسانہ مرتضیٰ |

**اسلامائزیشن:۔**

ضیاء دور حکومت میں جنرل ضیاء الحق نے 80ء کے عشرے میں اہل وطن کو اسلامی طرز زندگی اختیار کرنے کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا۔ انہوں نے اپنے ایجنڈے میں یہ جواز پیش کیا کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے اسلامی انصاف فراہم کرنے کے لیے قائم ہوا تھا۔ انہون نے شریعت عدالتوں کے ساتھ ایک

حدود آرڈیننس بھی جاری کیا۔ جس میں اسلامی طرز عمل اختیار کرنے کی تاکید کی گئی تھی۔
زکوٰۃ اور عشر وغیرہ کا نظام قائم کیا گیا۔ اس حوالے سے لارنس زائرنگ رقمطراز ہیں:۔

"۔۔۔۔شراب پینے، اخلاق سوز کلبوں میں شرکت اور قمار بازی پر حد مقرر کی گئی۔ ضیاء الحق نے کہا کہ ان کے اسلامی طرز عمل کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جائیں گی۔ انہوں نے قوم کو نماز کی ادائیگی، خاندانی سرگرمیوں اور تعمیری کاموں میں حصہ لینے کی تلقین کی اور کہا کہ قانون شکنی کرنے والوں کو اسلامی قوانین کے مطابق سخت سزا دی جائے گی۔"[13]

یوں اسلامائزیشن کا عنصر قومی نغمہ نگاری میں بھی آیا۔ اور نغمہ نگار شعراء نے اسلامی تعلیمات اور اسلامی طرز زندگی کے حامل نغمے تخلیق کیے۔ مذہب اسلام کو ہی اپنا نجات دہندہ بنایا۔

قومی نغمات میں نظریہ پاکستان بھی واضح عنصر کے طور پر شامل ہوا۔ اسلامی متن کو بہت زیادہ عقیدت واحترام سے نغمہ نگاری کا موضوع بنایا گیا۔

"تاہم اس دور کے قومی نغمات میں ایک نیا جذبہ دیکھنے میں آیا، جب صدر مملکت محمد ضیاء الحق کی دین پسندی کے باعث اس کے ملک گیر اثرات رونما ہوئے تو قومی نغمات میں نظریہ پاکستان بھی واضح ہونے لگا حالانکہ اسلامی متن ہر دور کے قومی نغمات میں نمایاں ملتا ہے لیکن اس دور میں خصوصی طور پر اسے اہمیت دی جانے لگی"۔[14]

اسلامی عنصر کے تحت جو نغمے ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے نشر کیے گئے ان کی فہرست درج ذیل ہے:

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | 'نظام دین مصطفیٰ' | غلام عباس |
| 2۔ | 'ہم ہیں مسلمان، ہم ہیں مسلمان' | نیرہ نور، اخلاق احمد |
| 3۔ | 'اپنی قوت اپنی جان، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ، | شوکت علی |
| 4۔ | 'ہمارا نصب العین ہے، ایمان، تقویٰ اور جہاد | خالد وحید |
| 5۔ | 'ایک ہے اللہ، ایک ہے نبی ﷺ اور ایک اپنا قرآن | قیصر شہزاد |

قتیل شفائی کا تخلیق کیا ہوا نغمہ جو بلاشبہ اسلامی تعلیمات کا مرکز و محور اور خانہ کعبہ کو امت کا اصل اور بنیادی مرکز قرار دیتا ہے۔ یہ نغمہ پاکستان ٹیلی ویژن لاہور کے لیے لکھا گیا۔ اور لاہور مرکز پر ریکارڈ کیا گیا۔ یہ نغمہ نیرہ نور اور اخلاق احمد کی سریلی آوازوں میں سامعین کی سماعتوں تک پہنچا۔ اس نغمے کے بول درج ذیل

ہیں:۔

'پرچم توحید کی عظمت کے نگہباں، ہم ہیں مسلماں، ہم ہیں مسلماں'

حاصل ہمیں یکتائی ملت کا شرف ہے، رخ اپنی عبادت کا کعبہ کی طرف ہے

ایک خدا ایک رسول پر سب کا ایماں، ہم ہیں مسلماں، ہم ہیں مسلماں

1980ء کی ابتداء میں ایک اور نغمہ جو قومی شاعرہ صفیہ شمیم ملیح آبادی نے تخلیق کیا۔ یہ نغمہ نظریہ پاکستان کا عکاس ہے۔ یہ پاکستان ٹیلی ویژن لاہور مرکز سے نشر ہوا۔ اس کے اشعار ملاحظہ کریں:

"یہ خاک پاک ارضِ وطن!

میری پت بھی تو، میرا وطن بھی تو

پاک اسم محمد صلی علیٰ۔۔۔۔۔۔سب نور ظہور اسی نام سے ہے

یہ قیام اجمل یہ خرام اکمل۔۔۔اسی نکتے کریم کلام سے ہے۔

سبز ہلالی پرچم:۔

پاکستان کا سبز ہلالی پرچم اس دورانیے میں ایک بار پھر ملی نغموں کی جان بنا۔ اصل میں ہر محب وطن پاکستانی اپنے پیارے پرچم سے والہانہ عقیدت رکھتا ہے۔ پاک فضاؤں میں لہراتا ہوا یہ پرچم اہل وطن کی دھڑکن بن جاتا ہے۔ یہ پاکستانی قوم کے قومی اور ملی جذبات کو گرماتا ہے۔ یہ پرچم شعراء کو بھی بہت بھلا لگتا ہے اور قومی پرچم قومی نغمہ نگاروں کا من پسند اور بہت ہی دلارا موضوع ہے۔

یہ پرچم بڑے منفرد جمال کا حامل ہے اس پرچم کا احترام تمام قوم کا فرض ہے کیوں کہ اس کی عظمت، عزت اور بلندی ہی میں وطن اور قوم کی شان سلامت ہے۔

اس عرصے میں 'پرچم' کے موضوع پر جو نغمے ریڈیو اور پاکستان ٹیلی ویژن کی نشریات کا حصہ بنے ان میں سے کچھ نغمات درج ذیل ہیں:

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | 'چاند تارہ، ہمارا نشاں' | باتش، بابر حسین، ساتھی |
| 2۔ | 'ایک پرچم کے نیچے پاک فوج کے جوان ہم' | محمد علی شہکی، ساتھی |
| 3۔ | 'ہمارا پرچم، یہ پیارا پرچم' | ناہید اختر |
| 4۔ | 'اک پرچم بن جانے کا دن' | مہناز اختر |

5۔ 'میرے وطن کے جوانو! علم بلند رہے' خالد وحید

6۔ 'اے پاک وطن! تیرا پرچم' ہدایت اللہ

7۔ 'پرچم پاکستان کا ہر پل اونچا رکھنا' ایم، وائی۔ پی

8۔ 'دنیا میں لہرائے ہر دم، اپنا سبز ہلالی پرچم' گل بہار بانو، مبارک علی

9۔ 'اس پرچم کے سائے تلے، ہم ایک ہیں۔۔' عامر سلیم

جذبۂ تعمیرِ نو:

وطن عزیز ہر دور میں نئی آزمائشوں کا سامنا کرتا رہا۔ مگر پاکستانی قوم کا جذبہ حب وطن اس قدر کامل ہے کہ کسی بھی مشکل میں اس میں کمی دیکھنے میں نہیں آئی۔ پاکستانی قوم نے اقتصادی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی بے چینیوں اور آزمائش کے دور میں بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور ہر مصیبت کو، ہر قربانی کو، ہر دکھ کو بڑے صبر اور حوصلے سے جھیل گئی۔ مگر اس کے باوجود پیارے وطن کی تعمیر نو کا جذبہ ان کے دلوں میں قائم رہا۔

پاکستانی قوم خود سے کئی گنا بڑے دشمن کے مقابلے میں سینہ سپر رہے۔ تمام تر آزمائشوں کے ہوتے ہوئے ملک کی تعمیر و ترقی میں برابر شامل رہی۔ اللہ کی رضا اور دین اسلام کی تعلیمات کی سربلندی ان کا مقصدِ حیات ہے۔ ان کے دلوں میں نعرہء تکبیر کی تاثیر بھی باقی ہے۔ اسی تاثیر کی بدولت انہوں نے قربانیاں دیں مگر دفاع وطن کو کمزور نہ پڑنے دیا۔

وطن کی تعیرِ نو کے جذبے سے قومی شعراء بھی سرشار رہے۔ انہوں نے اہلِ وطن کو ماں دھرتی کی تزئین و آرائش اور ترقی پر ابھارنے کے لیے اس عظیم مقصد کو سامنے رکھ کر نغمے لکھے۔ ان نغموں میں ملکی تعمیر کا عزم موجود ہے۔ ان نغموں میں ایسی تاثیر ہے کہ قوم میں وہ جوش اور ولولہ پیدا ہوا جس کی بنا پر تمام تر اختلافات اور تفرقات کو بھلا کر نئے جذبے اور ترنگ کے ساتھ ملک و قوم کی تعمیر ترقی میں ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔

'احمد ندیم قاسمی' کی نظم جو ہر دل کی آواز ہے۔ جب بھی ریڈیو یا ٹیلی ویژن سے نشر ہوتے ہی اپنے سامعین و حاضرین کے دلوں میں امید کی جوت جگاتی ہے۔

اس نظم کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں:۔

"اگر ہے جذبہ تعمیر زندہ"

خزاں سے رک سکا کب موسم گل

یہ اصل اصول زندگی ہے

اگر ہے جذبہ تعمیر زندہ

تو پھر کس چیز کی ہم میں کمی ہے

(نظم اگر ہے جذبہ تعمیر زندہ، مشمولہ: محیط)

قوم میں جذبہ تعمیر نو زندہ کرنے کے لیے بلاشبہ شعراء نے اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے اپنے نغموں میں ناامیدی اور یاس کی بجائے قوم کو رجائی لہجہ عطا کیا۔

وہ نغمات جو نشریات کا حصہ بنے اور ان کا مرکزی خیال ہی "جذبہ تعمیرِ نو" ہے۔ ان میں سے مقبول ترین نغمات درج ذیل ہیں:

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکارہ |
|---|---|---|
| 1۔ | یہ فیصلہ ہے وطن کو سجا کے دم لیں گے | غلام عباس، ساتھی |
| 2۔ | وطن کو ہم عظیم سے عظیم تر بنائیں گے | غلام عباس، ساتھی |
| 3۔ | گلاب رت کو سنبھالنا ہے' | شوکت علی |
| 4۔ | 'لو ہویدا ہوئی زندگی کی کرن' | مادھو الماس |
| 5۔ | 'اب ضرورت ہے پیامِ عمل عام کریں" | آصف جاوید و ساتھی |
| 6۔ | 'جس دیس کی دھرتی میں خوشبو بہاروں کی" | شوکت علی |
| 7۔ | "کرن میری زمین پر اتر گئی بہار کی" | حمیرا چنا |

قائد اعظم:۔

قائد اعظم محمد علی جناح ؒ بانی پاکستان سے دلی عقیدت اور لگاؤ کا اظہار قوم کا ہر فرد اپنا قومی فریضہ خیال کرتا ہے۔ انہی کے دم سے پاکستان نصیب ہوا۔ قومی شاعری میں اپنے عظیم لیڈر سے محبت کا اظہار قیامِ پاکستان سے پہلے کیا جا رہا ہے۔

اس میں قومی شعراء کے ہاں قائد اعظم سے عقیدت بھرپور انداز سے دیکھنے میں آئی۔ انہوں نے اپنے عظیم رہبر اور اپنے ملت کے محافظ کی شان میں نغموں کی صورت میں قصیدے لکھے۔ روحِ قائد سے وطن اور ملت سے وفا کے وعدوں کی تجدید کی گئی۔ اور اہل وطن کی طرف سے عقیدتوں کے تحفے انھیں خوبصورت

نغموں کی صورت میں پیش کیے گئے۔

ذیل میں ان نغمات کی تفصیل درج کی جاتی ہے جو پاکستان ریڈیو اور پاکستان ٹیلی ویژن نے ریکارڈ کیے اور ان سے نشر کیے گئے۔

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | 'عظیم قائد، عظیم رہبر' | مہناز بیگم، ساتھی |
| 2۔ | 'ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح' | غلام عباس |
| 3۔ | 'اے روح قائد! آج کے دن تجھ سے ہم وعدہ کرتے ہیں' | سجاد علی، بنجمن سسٹرز |
| 4۔ | 'اپنا قائد راہ دکھانے والا تارا' | آصف جاوید، ساتھی |
| 5۔ | اے قائد اعظم، اے قائد اعظم | اے نیر |
| 6۔ | 'عظیم قائد! تجھے ہماری عقیدتوں کا سلام پہنچے' | نذیر بیگم، ساتھی |
| 7۔ | 'قائد اعظم کا احسان، جیتا جاگتا پاکستان' | شازیہ |
| 8۔ | 'اے جناح! اے دیدہ ور' | مہناز بیگم |
| 9۔ | 'اے قائد اعظم! تیرا احسان ہے' | مہناز بیگم |
| 10۔ | 'ملت ہے فوج، فوج کا سردار ہے جناح' | مہناز بیگم |
| 11۔ | 'وہ ظلمت میں سراپا روشنی تھا' نغمہ قائد | مہناز بیگم |
| 12۔ | 'اپنا پرچم ایک ہے، اپنا قائد ایک ہے' | مہناز بیگم، عبدالوہاب |
| 13۔ | 'اپنی مثال آپ ہے تو قائد بے مثال نغمہ قائد | ترنم ناز |
| 14۔ | 'اے جناح! پیارے جناح! | عمران ناشاد |

کلام اقبال:۔

اقبال اور ان کی شاعری سے محبت ہر پاکستانی کی فطرت میں شامل ہے۔ اقبال نے قومی و ملی شاعری کی۔ اس شاعری سے ہر ذی شعور محبت کرتا ہے۔ اقبال کی شاعری میں قوم کی بیداری اور سعی و عمل کا پیغام مضمر ہے۔ وہ خاص طور پر نوجوانوں کو دعوت عمل دیتے ہیں ایک غیور اور با عمل قوم بننے کی ترغیب اور اپنے آپ کو ملت اسلامیہ کا ایک مایہ ناز فرد اور اتحاد و یگانگت کے ساتھ ایک مردِ مومن کی طرح بے خوف ہو کر زندگی گزارنے کی ترغیب۔ سعی مسلسل، جذبہ عمل، خودی اور خودداری کا پیغام ان کے کلام میں موجود ہے۔

سابقہ ادوار کی طرح ان دو عشروں میں بھی کلام اقبال اپنی مقبولیت کی انتہاؤں پہ رہا۔ سابقہ ادوار میں گائے گئے اور نشر کیے گئے نغمے اس دور میں دوبارہ نئے فنکاروں نے بھی گائے اور نیا کلام بھی ریکارڈ کیا گیا جو ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن کی نشریات میں شامل ہوا۔

کلام اقبال میں اہل وطن کو اپنے اندر جذبہ عمل اور لگن اور جستجو پیدا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اپنے دل میں جذبہ صادق لے کر زمانے کی تمام مشکلات کے سامنے ڈٹنے اور اپنا گوہر مقصود پالینے کا درس دیا۔

ان دو عشرون میں اقبال کا جو کلام ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے اپنے دیکھنے اور سننے والوں تک پہنچا اس کی تفصیل ذیل میں درج کی گئی ہے:

| نمبر شمار | کلام اقبال | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | 'پریشان ہوں کہ میری خاک آخر دل نہ بن جائے' | محمد علی شہکی |
| 2۔ | 'رہزن ہمت ہوا ذوق تن آسانی تیرا' | بنجمن سسٹرز |
| 3۔ | 'پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ ودمن' | ناہید اختر |
| 4۔ | 'خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ' | غلام عباس، ساتھی |
| 5۔ | 'فطرت کو خرد کے روبرو کر' | غلام عباس |
| 6۔ | 'تو اے اسیر مکاں، لامکاں سے دور نہیں' | غلام عباس |
| 7۔ | 'یارب! دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے' | شوکت علی، ساتھی |
| 8۔ | 'نگاہ فقر شان سکندری کیا ہے' | شوکت علی |
| 9۔ | 'برتر اندیشہ سود وزیاں ہے زندگی' | اے نیر |
| 10۔ | 'وہی میری کم نصیبی، وہی تیری بے نیازی' | اخلاق احمد |
| 11۔ | 'یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے' | وسیم بیگ |
| 12۔ | 'متاع بے بہا ہے فکر سوزِ آرزو مندی' | افشاں احمد |
| 13۔ | 'شکوہ اور جواب شکوہ' | نصرت فتح علی |

### کھیل اور قومی نغمہ نگاری:۔

90ء کی دہائی میں کرکٹ کا جنون عروج پر تھا۔ اس کے علاوہ جب بین الاقوامی سطح پر پاکستانی نوجوان جیت اپنے نام کرتے ہیں تو ہر پاکستانی خود پہ ناز کرتا ہے۔ وطن کا نام روشن کرنے والے وطن کے جیالے ہر

میدان میں جیت اپنے نام کر کے اپنی ماں دھرتی کا وقار بڑھاتے ہیں۔

اپنے سماج میں ہر وقوع پذیر ہونے والا واقعہ اس سماج کے لوگوں کو متاثر کرتا ہے خواہ اس میں غم شامل ہو یا خوشی۔ شعراء چونکہ قلم کے امین ہوتے ہیں۔ وہ ہر واقعے کو اپنے جذبہ وفکر سے آمیز کر کے اشعار کے سانچے میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے کھیلوں کے جوش وجذبے اور جیت کو اپنی قوم کے نام کیا۔ ایسے ایسے لہو گرمانے والے نغمے لکھے جو سنتے ہی ہر سامع جھوم اٹھتا ہے اور نوجوانوں کا لہو گرمانے والے یہ نغمے عوام الناس میں بے پناہ مقبول ہوئے۔

اس دور میں دیگر کھیل ایک طرف، ہر طرف ملک میں کرکٹ کا جنون طاری تھا۔ کرکٹ کے بین الاقوامی مقابلے منعقد ہو رہے تھے۔ پاکستانی سپوتوں نے یہ میدان بھی مار لیا۔ اس دوران شعراء نے جو نغمے لکھے ان میں قومی جذبات کا رنگ بہت حاوی نظر آتا ہے۔

زیادہ تر نغمے پاکستان ٹیلی ویژن نے ریکارڈ کیے اور یہی نغمے ریڈیو پاکستان بھی نشر کر رہا تھا۔ اور قوم میں جذبہ وامنگ کی نئی لہر پیدا کر رہا تھا۔ ان اہم نغموں کی تفصیل جو بیسویں صدی کے آخری عشرے میں کرکٹ اور دیگر کھیلوں کے حوالے سے نشریات کا حصہ بنے درج ذیل ہیں:۔

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | 'آج میرا پاکستان مرکز ہے'(عالمی کپ 1996) | شہزاد رائے |
| 2۔ | 'دنیا کی حکمران پاکستان کرکٹ ٹیم (عالمی کپ 1992) | سلیم جاوید |
| 3۔ | 'پھر آیا، آیا، یہ ورلڈ کپ (پاکستان لاثانی ہے) | سلیم جاوید |
| 4۔ | 'ہے جذبہ جنوں تو ہمت نہ ہار (1996 عالمی کپ) | جنون گروپ |
| 5۔ | 'آندھی اور طوفان' (عالمی کپ 1996) | مائل اسٹونز |
| 6۔ | 'دیکھو تو، دیکھو! یہ کپ کمال (عالمی کپ 1996) | کومل رضوی |
| 7۔ | 'جیتیں گے ہم جیتیں گے (عالمی کپ 1996) | حدیقہ کیانی |
| 8۔ | 'ورلڈ چیمپئن ہیں ہم (عالمی کپ 1996) | نعیم الحسن |
| 9۔ | 'پاکستان کی ٹیم ہے شان پاکستان کی' | نیرہ نور |
| 10۔ | 'کرکٹ کی دنیا میں سب سے آگے ہے وہ کون؟ جاوید میانداد' | سلیم جاوید |
| 11۔ | 'وہ ہے تیرا خدا، کرے جیت ہار کا وہی فیصلہ (عالمی کپ 1999) | جواد احمد |

| | | |
|---|---|---|
| 12۔ | 'ہو بھروسا جب خدا پر' (عالمی کپ 1999) | حسن جہانگیر |
| 13۔ | 'ہم کامران ہوں گے ان شاء اللہ (عالمی کپ 1999) | اے نیر |
| 14۔ | 'ہتھ وچ ہتھ رکھان' (عالمی کپ 1999) | شفقت امانت |
| 15۔ | 'سب سے آگے ہوں گے پاکستانی (عالمی کپ 1999) | شفیق الرحمان |
| 16۔ | 'اک جنوں دل میں لیے نکلے پاکستانی (عالمی کپ 1999) | نعیم عباس روفی |
| 17۔ | 'ہماری انتہائے شوق کیا ہے (عالمی کپ 1999) | حدیقہ کیانی |
| 18۔ | 'مل کر بول ہم جیتیں گے (عالمی کپ 1999) | لکی علی، حدیقہ |

قومی کھیل ہاکی کے عالمی کپ کے موقع پر 'اے نیر' نے خاص نغمہ پیش کیا۔ اس کے بول درج ذیل ہیں:

"تم پہ ناز کرتا ہے سارا پاکستان"

جنید جمشید کے نغمے 'دل دل پاکستان' نے روایتی نغمہ نگاری میں جدت کا رنگ ڈالا اور یہ رنگ اتنا مقبول ہوا کہ اب دھنیں بھی اس رجحان کو مد نظر رکھ کر بنائی جاتی تھیں۔ نسل نو کے جدت پسند نوجوانوں نے اس جدت کو نغموں کی تخلیق میں بھی استعمال کیا۔ اس سے قومی نغمات کا مزاج ہی بدل گیا۔

اردو زبان اور علاقائی زبانوں کے علاوہ انگریزی زبان کا استعمال بھی نغمہ نگاری میں رائج ہوا۔ اس حوالے سے کرکٹ عالمی کپ کے کھلاڑیوں کے لیے لکھ گئے نغمے جو نوجوان پاکستانیوں کے دلوں کی دھڑکن بنے۔ اہم نغمے درج ذیل ہیں:۔

| | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | ویلکم عمران خان، ونس اگین عمران خان' | سلیم جاوید |
| 2۔ | 'عمران خان از دی سپر مین' | حسن جہانگیر |

دراصل یہ دور قومی نغمات کی تاریخ کا پر جوش ترین جدید دور ہے۔ کیونکہ نہ صرف نغمہ نگاروں نے جدید طرز فکر کو اپنے قومی جذبہ اور احساس میں آمیز کیا بلکہ موسیقی میں بھی جدت کا رنگ غالب آگیا۔

اسی دور میں مغربی طرز موسیقی بھی در آئی۔ "پاپ میوزک" اور راک میوزک' میں بھی قومی نغمات کی دھنیں بننے لگیں۔

اس دور کے قومی نغموں اور ان کی موسیقی کے حوالے سے ابصار احمد کا تبصرہ ملاحظہ کریں:

"عوام جو پہلے روایتی سازینوں ہی میں قومی نغمات قبول کرتے تھے اب مغربی آلات وطرز کے ساتھ بھی قومی نغمات پسند کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی میوزیکل گروپس بھی قومی نغمات ہی کے ذریعے موسیقی کے قومی افق پر جگمگانے لگے۔۔"

ابصار احمد مزید لکھتے ہیں:

"اسی دور میں پاکستان نے عالمی کپ کرکٹ ٹورنامنٹ میں کامیابی حاصل کی تواب کرکٹ پر بھی نغمات بننے لگے۔ جس کا آغاز گزشتہ دور میں ہو چکا تھا۔ لیکن اس دور میں کرکٹ پر بنائے گئے نغمات میں قومی جذبوں کا رنگ نمایاں ہے۔ ان نغموں کو عالمی کپ96ء میں بھرپور پذیرائی ملی۔ جب پاکستان نہ صرف دفاعی چیمپئین تھا بلکہ جنوبی ایشائی ممالک کے ساتھ اس میگا ایونٹ کا میزبان بھی تھا۔"[15]

## یوم تکبیر:۔

پاکستان دنیا کی ساتویں اسلامی دنیا میں سب سے پہلی ایٹمی طاقت ہے۔ 28 مئی 1998ء پاکستان کی تاریخ کا وہ سنہری دن جب اسلامی جمہوریہ پاکستان نے پانچ کامیاب ایٹمی دھماکے کیے اور دنیا کے نیوکلیر ممالک میں شامل ہو گیا۔ حکومت پاکستان نے اس دن کو "یوم تکبیر" کا نام دیا۔

نہ صرف پاکستان بلکہ تمام امت مسلمہ کے لیے یہ اعزاز فخر کا باعث ہے۔ دنیا بھر کو پاکستان کی ایٹمی صلاحیت قبول کرنا پڑی۔ اقوام عالم میں پاکستان کا وقار بڑھا۔ آج پاکستان دنیا کی ایک تسلیم شدہ ایٹمی طاقت ہے۔ پاکستان کو یہ ایٹمی تجربات کرنے پر بھارت نے مجبور کیا۔ یہ دھماکہ بھارت کے ان ایٹمی دھماکوں کا جواب تھا جو اس نے مئی 1998 کے دوسرے ہفتے میں کیے تھے۔ بھارتی جنگی جنون ہمیشہ سے اس خطے خاص طور پر پاکستان کے لیے خطرہ بنا رہا۔

1974ء میں بھی بھارت اسی طرح کی کارروائی کر چکا ہے۔ اسی لئے اس خطے میں طاقت کا توازن قائم نہیں تھا۔ دشمن ملک بھارت کی معاندانہ سرگرمیاں ہمیشہ ہی وطن عزیز کے خلاف جاری رہتی ہیں۔ مگر بعض اوقات اس کا جنگی جنون عقل کی تمام حدود پار کر لیتا ہے۔

1998ء میں بھی بھارت اسی جنونی کیفیت میں مبتلا تھا جب اس نے 6 ایٹمی دھماکے کیے۔ اب پاکستان کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ بھی اس کے مقابلے میں ایٹمی دھماکہ کرے تاکہ خطے میں طاقت کا توازن برابر ہو جائے۔ مگر بین الاقوامی طاقتیں پاکستان کی حمایت میں نہ تھیں۔ پس ان عالمی طاقتوں نے پاکستان

پر سیاسی، سماجی اور دفاعی حوالے سے دباؤ بڑھا دیا۔ پاکستان کو ایٹمی دھماکوں سے باز رکھنے کے لیے امداد کا لالچ بھی دیا گیا۔ عالمی طاقتوں کی طرف سے بہت سی دھمکیاں بھی دی گئیں۔

اس وقت امریکہ کے صدر بل کلنٹن تھے انہوں نے فون پر اس وقت کے وزیر اعظم 'میاں محمد نواز شریف' کو ان دھماکوں سے باز رکھنے کے لیے دباؤ ڈالا، مدد کا لالچ دیا مگر پاکستان عزم صمیم کر چکا تھا کہ اب ایٹمی دھماکہ کیے بغیر دوسرا کوئی اور راستہ نہیں۔ دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی وطن عزیز کے وقار اور سلامتی کے فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

اس صورت حال کے بارے میں ڈاکٹر ثاقب نثار لکھتے ہیں:۔

"پوری پاکستانی قوم سیسہ پلائی دیوار بن گئی اور پوری قوم کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ بھارت کو اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے۔ پاکستان کی سیاسی اور فوجی قیادت نے پاکستانی قوم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اور عوام کے جذبات کی عکاسی کرتے ہوئے ایٹمی تجربات کرنے کا فیصلہ کیا اور بالآخر 28 مئی 1998ء کو بلوچستان کے دور دراز ضلع چاغی کے پہاڑوں میں ایٹمی تجربات کر کے پاکستان ایٹمی طاقت بن گیا اور یوں دنیا کے ایٹمی ممالک کی فہرست میں شامل ہو گیا"[16]

جب ان کامیاب ایٹمی دھماکوں کی خبر میڈیا کے ذریعے پاکستانی عوام تک پہنچی تو ملک بھر میں خوشی خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ یہ خبر تمام عالم اسلامی نے بڑی مسرت سے سنی۔ پاکستان امن و سلامتی کا پیامبر ملک ہے۔ پاکستان نے ہمیشہ دنیا بھر کے ممالک کے ساتھ بہترین دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی۔ اور دنیا کو امن و استحکام اور خوشحالی کا پیغام دیا۔ پاکستان نے جنگ کا راستہ کبھی خود اپنی مرضی سے نہیں چنا بلکہ اسے ہمسایہ ملک نے مجبور کیا تو میدان میں ہمیشہ سینہ سپر ہونا پڑا۔ 1948، 1965ء اور 1971ء کی جنگیں بھارت کی دشمنی اور جارحانہ پالیسی کی گواہ ہیں۔ بھارت 1974ء میں بھی ایٹمی دھماکہ کر چکا تھا مگر اس کا جنگی جنون اور خطے میں سب سے زیادہ طاقتور ملک ہونے کے جنون نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ ایک بار پھر خطے کا امن برباد کر دے۔ چنانچہ جنوبی ایشیا میں اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے اس نے پھر مئی 1998ء میں چھ ایٹمی دھماکے کر دیے۔ جس کا جواب پاکستان کو دینا اب ناگزیر ہو گیا تھا۔

پاکستان نے ایٹمی دھماکے کیے تو پوری مغربی دنیا خوف زدہ ہو گئی اگرچہ ملک سیاسی اور سماجی مسائل میں مبتلا تھا مگر قوم کا سر فخر سے بلند ہوا کہ آج ہم بھی ایٹمی طاقت ہیں۔ پاکستانی فوج دنیا کی بہترین فوج ہے جس میں

ہر طرح کے خطرے کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک بھارتی جنگی جنون کا مقابلہ بڑی جرأت اور دانشمندی سے کیا گیا۔ پاکستانی افواج جذبہ ایمانی اور پیشہ وارانہ صلاحیت سے مکمل طور پر لیس ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آج کے جدید دور میں ایٹمی ہتھیاروں سے مسلح بھی۔ پاکستانی افواج اور ایٹمی توانائی کمیشن جیسے ادارے پاکستان اور اہل پاکستان کا فخر اور سرمایہ ہیں۔

روزنامہ نوائے وقت کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر برائے کراچی، صحافی سجاد میر 28 مئی کی یادیں تازہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"28 مئی کو جیسے ہی دھماکے ہوئے ہمیں فون پر اطلاع مل گئی کے ایٹمی دھماکوں کی خبر پر نیوز روم خوشی سے جھوم رہا تھا سیاسی راہنما مٹھائیاں لے کر پہنچ رہے تھے۔ کاتب، کمپوزرز، رپورٹرز، ایڈیٹرز سمیت اخبار کا تمام عملہ جلد سے جلد یہ اطلاع ہم وطنوں کو پہچانے کے لیے جت گیا تھا۔ ہاکرز ایجنٹس کے ہمراہ پریس کے باہر اپنی سائیکلیں اور موٹر سائیکلیں لیے تیار کھڑے تھے اور جیسے ہی ضمیمہ تیار ہوا۔ ہاتھوں ہاتھ تقسیم ہونے لگا، ہر سڑک چوراہے پہ ہاکروں کی آواز گونج رہی تھی۔ پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کر دیا۔ لوگ دھڑا دھڑ اخبار خرید رہے تھے اور سڑکوں پر ہی جشن منانے میں مشغول تھے"[17]

ملک بھر میں جوش و جذبہ اور خوشی دیدنی تھی دشمن بھارت نے دھماکے کر کے پاکستانی قوم کو للکارا اب یہ پاکستانی قوم کی حمیت اور ملکی سالمیت کا تقاضا تھا کہ جواب دیا جائے۔

اس وقت پاکستانی میڈیا چوکس تھا۔ اس وقت سب کی نظریں پرنٹ میڈیا پر جمی تھیں کیوں کہ ابھی ملک میں اس وقت الیکٹرانک میڈیا کا چلن نہیں ہوا تھا اس لیے ہر لمحے بریکنگ نیوز چلانے کی سہولت بھی نہیں تھی۔ پاکستان ٹیلی ویژن سرکاری طور پر مقررہ وقت پر خبر نامہ نشر کرتا تھا۔

پرنٹ میڈیا اس وقت ایٹمی دھماکوں کی خبریں دینے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتا تھا اخبارات بریکنگ نیوز کے لیے خصوصی ایڈیشن یعنی ضمیمہ شائع کرتے تھے۔

جب یہ صورت حال پاکستان بھر کی تھی تو ملک کا لکھاری طبقہ بھی پیچھے نہ رہا۔ شعراء نے اس تاریخی دن کے موقع پر اپنے جذبات اور احساسات اور خوشی کا اظہار اس حوالے سے نغمے لکھ کر کیا۔ ان نغمات کی نشریات نے قوم کو اور بھی خوشی سے معمور کر دیا۔ تخلیق کاروں نے اپنی تخلیقات کے ذریعے اس دن کو منایا۔

یوں قومی نغمہ نگاری میں موضوعاتی حوالے سے ایک نئی جہت کا اضافہ بھی ہوا۔

'یوم تکبیر' کے حوالے سے ہونے والی نغمہ نگاری کے حوالے سے ابصار احمد رقمطراز ہیں:۔

"اسی دور میں پاکستان نے اپنے قیام کی پچاسویں سالگرہ منائی تو عالم اسلام کی پہلی جوہری قوت ہونے کا اعزاز بھی اپنے نام کر لیا جو پورے عالم اسلام کے لیے قابل فخر بات ہے۔ اس دن کو سرکاری طور پر 'یوم تکبیر' کا نام دیا گیا چنانچہ فنکاروں نے اس اہم ترین دن کے لیے اپنے فن پارے تخلیق کیے جن سے قومی نغمات میں ایک نئی جہت کا اضافہ ہوا۔"[18]

یوم تکبیر پر لکھے گئے نغمے جو پاکستان ٹیلی ویژن سے نشر کیے گئے ان میں سے اہم نغموں کی تفصیل درج ذیل ہے:

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | 'آج کے دن محفوظ کیا تھا ہم نے مستقبل' | ترنم ناز |
| 2۔ | 'یہ معجزہ ہے (یوم تکبیر) | ارشد محمود |
| 3۔ | 'یاد ہے دن، 28 مئی کا' | حسن جہانگیر |
| 4۔ | 'نعرہ تکبیر' اللہ اکبر' | اے نیئر |
| 5۔ | 'یہ شکوہِ ملت اسلامیہ کا دور ہے' | ایس۔ پی۔ جون |
| 6۔ | 'اے چاغی! تیری قسمت جاگی، | کوکب |
| 7۔ | '28 مئی کو اللہ نے یہ رحمت ہم پہ فرمائی' | طیبہ زبیر |
| 8۔ | 'ہمارا پاکستان (یوم تکبیر) | نعیم الحسن |
| 9۔ | 'چاغی کے نظاروں سے سجا میرا وطن' | حمیرا ارشد |
| 10۔ | 'آ گیا عظمت، وقار کا دن (یوم تکبیر) | تاج ملتانی، جاوید اختر، ساتھی |

ج: جذبہ شہادت خصوصی مطالعہ:

یہ ہماری روایت ہے کہ اگر دشمن کا سامنا ہو جائے تو پیٹھ نہیں دکھانی بلکہ مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو جانا ہے یا پھر غازی بن کر لوٹنا ہے۔ دونوں صورتوں میں سرخروئی مقدر ہو گی۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک وطنِ عزیز کو جب بھی ضرورت پڑی ہماری غیور سپاہ نے اپنی جان وطن کی عزت، ناموس اور دفاع پر وار

دی۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حفاظت پر مامور یہ شیر دل جوان بہت پر امن اور سلامتی کے متوالے ہیں مگر جب کوئی دشمن للکارے یا ماں دھرتی کی طرف میلی آنکھ سے دیکھے تو اپنی جانوں کی پرواسے بے نیاز ہو کر اسے عبرت ناک سبق سکھانے کی جرأت اور حوصلہ رکھتے ہیں۔

وطن عزیز کے ہر محاذ پر ہماری جانباز سپاہ نے جانوں کے نذرانے پیش کیے، اپنے لہو کی سرخی کو ماں دھرتی کے ماتھے کا جھومر بنایا۔ اپنی اور وطن کی عزت وناموس پر کبھی سودا نہیں کیا۔ پاکستانی افواج نے وطن کی بقااور تحفظ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کیا۔

جذبہ ایمانی سے سرشار پاکستانی سپاہیوں نے ہر حملے اور سازش کا جواب قومی غیرت اور جذبہ شہادت سے سرشار ہو کر دیا۔ پاکستانی فوج کے جانثار سپاہی جو دن رات اپنی سرحدوں پر چوکس اور مستعد رہتے ہیں یہ نعرہ تکبیر سے دشمن کو حواس باختہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ فضاؤں کے شاہین ہوں یا سمندروں کے راہی ایسے طوفانوں سے لڑنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔

دشمن کے ساتھ ہر محاذ پر پاکستانی سپاہ نے نفسیاتی اور جذباتی فتح حاصل کی۔ افواج پاکستان خواہ، بری فوج ہو، بحری فوج یا فضائی فوج سب نے انفرادی و اجتماعی طور پر اپنے وطن کے مایہ ناز سپوت ہونے کا حق ادا کیا۔

1981ء سے 2000ء تک کے دورانیے میں وطن کو نہ صرف اندرونی محاذ پر بلکہ بین الاقوامی محاذ پر اپنے دفاع کو ناقابل تسخیر بنانے کے لیے جہد مسلسل کرنا پڑی اور امریکہ افغان جنگ یہ تمام عرصا طویل آزمائش اور حربی حوالے سے بہت اہم ہے۔

عساکر پاکستان اور اہل پاکستان میں جذبہ شہادت اور وطن سے محبت کے جذبات ہر آزمائش میں بہترین تھے۔ پاکستانی افواج نے ہر موقعے پر دشمن کے طاقت کے غرور کو مٹی میں ملا دیا۔ یہ سپاہی ہر مشکل ترین محاذ پر جان ہتھیلی پر لیے دشمن سے نبرد آزما رہتے ہیں۔

اقبال کے اس شعر کی جیتی جاگتی تفسیر بن جاتے ہیں:

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن  ؎\
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

پاکستانی سپاہ بہادری اور شجاعت میں بے مثال ہیں۔ وہ وطن کے چپے چپے کی حفاظت کے لیے اپنا خون

بہانے سے کبھی دریغ نہیں کرتیں۔ انہوں نے وطن عزیز کو اپنے لہو سے سیر اب کیا۔

شعراء نے اپنے ان غیور اور بہادر سپوتوں کے حوصلوں کی داد دینے کے لیے ان کے عظیم کارناموں کو سراہنے کے لیے اپنے قلم کو استعمال کیا۔ لہو گرمانے والے، جوش وجذبہ ابھارنے والے ملی نغمے لکھ کر اپنا حق ادا کیا۔ وطن کے رکھوالوں نے خواہ وہ کھلے سمندر میں للکارے جائیں یا بے کنار فضاؤں میں یا زمین کے دشوار گزار رقبوں میں بہت کم اسلحے کے ساتھ دشمن کو چھٹی کا دودھ یاد دلایا۔ حتیٰ کہ اپنی سرزمین کے تحفظ کے لیے جام شہادت نوش کیا۔ پاکستان کی تاریخ ان دھرتی کے بیٹوں کے خون سے لہو رنگ ہے۔ انہوں نے ہر آزمائش میں اپنی جانیں نثار کر کے وطن اور اہلِ وطن کو محفوظ رکھا۔ ان وطن کے جانثاروں نے جوش وجذبہ اور شوق شہادت میں ایسے ایسے ناقابل یقین کارنامے انجام دیے کہ دشمن بھی دنگ رہ گیا۔

دیگر افواج کے ساتھ ساتھ پاکستان کی بحری افواج نے بھی دشمن کو عبرت ناک انجام سے دوچار کیا۔ انہوں نے اپنی سمندری حدود کا خوب ڈٹ کر دفاع کیا۔ ان بحری جان بازوں کا جوش اور ولولہ سمندر کی طوفانی موجوں سے بھی زیادہ قوی ہے۔

قیام وطن سے لے کر آج تک پاکستانی بحری فوج اپنی ان بحری حدود کی حفاظت اپنی جان پر کھیل کر کر رہی ہے ہر محاذ پر دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا افواج پاکستان کا قومی وطیرہ ہے۔ یہ سمندروں کے راہی خشکی، تری اور فضاؤں میں لڑنے والے جانباز اور شاہین اپنی جان جانے کے خوف سے بے نیاز ملکی سرحدوں کی حفاظت اور بقا کے لیے سربکف اور مستعد رہتے ہیں۔

پاکستانی شعراء نے اپنے ان بہادر سپاہیوں کی شان میں نغمے لکھے، ان کا حوصلہ بڑھانے کے لیے، داد شجاعت دینے کے لیے انہوں نے صرف محاذوں پر ڈٹے جوانوں کا ولولہ اور جوش بڑھایا بلکہ قوم میں بھی اپنی افواج کے ساتھ گہری وابستگی اور محبت وعقیدت کے جذبوں میں اضافہ ہوا۔

حق و باطل کے معرکوں میں جب بھی قوم کے بیٹوں نے قربانیاں دیں پوری قوم نے ان کو سراہا۔ کیوں کہ قوم کے ہر فرد کو ان سے گہری جذباتی وابستگی ہے قوم ان کے لیے دعا گو رہتی ہے اور ہر طرح کی جانی اور مالی معاونت کے لیے اپنی افواج کے شانہ بشانہ ہر دم تیار رہتی ہے۔ قوم میں طبقہ شعراء وادبا سب سے زیادہ حساس طبقہ ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے وطن اور افواج سے اپنی دلی وابستگی کا اظہار اپنی شاعری کے ذریعے کیا۔ ان کی یہ وابستگی اپنے وطن کی مٹی سے محبت کا اظہار ہے وہ پاکستان کے نظریے اور اپنی دھرتی کی بقا کے گیت لکھتے ہیں۔ اپنے جوانوں کا لہو کا ہر قطرہ انہیں اس جہاں کی تمام تر دولت سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ ان شہیدوں کی

قربانیوں کو اپنی شاعری کے ذریعے تاریخ میں ایک الگ باب کے طور پر زندہ رکھتے ہیں۔

شعراء نے اپنی افواج کی قربانیوں کے حوالے سے بہت بے مثال شاہ پارے تخلیق کیے۔ درج ذیل نظم وطن کے مجاہدوں کو ترغیب دیتی ہے کہ وہ ذوق شہادت سے معمور ہو کر جب وطن کی خاطر نثار ہوتے ہیں تو وطن کی مٹی ان قربانیوں کو یاد رکھتی ہے۔اس کا نمونہ ملاحظہ کریں:

"شہیدوں کے لہو سے"

شہیدوں کے لہو سے جو زمین سیر اب ہوتی ہے
بڑی زرخیز ہوتی ہے بہت شاداب ہوتی ہے
جدھر سے غازیان ملت بیضا گزرتے ہیں
وہاں کی کنکری بھی گوہر خوش آب ہوتی ہے۔

شاعر،ماہر القادری،جنگ ترنگ

تنازع سیاچن:۔

تنازع سیاچن میں بھی پاکستان کی افواج نے دشمن کا مقابلہ بڑی جوانمردی سے کیا یہ پاکستان کے شمال مشرق میں انتہائی بلند سیاہ گلالوں کی سرزمین موجود ہے۔

اسی 80 کے عشرے میں بھارتی افواج نے بلند ترین محاذ پر پاکستانی علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی جنگی اور شر پسند ذہنیت کا ثبوت دیا۔ یہ ایک بلند ترین اور انتہائی مشکل ترین جنگی محاذ ہے اتنی بلندی پر فوجی کمک اور سامان کی فراہمی ایک بڑا چیلنج ہے۔ مگر افواج پاکستان نے اپنے تمام وسائل استعمال کرتے ہوئے اس انتہائی بلند برف میں دبے اس جنگی محاذ پر مورچہ بندی کی۔ مشکلات کا ایک لامتناہی سلسلہ مگر بڑی شجاعت اور جنگی حکمت عملی سے دشمن کے جارحانہ عزائم کا مقابلہ کیا۔ اسے پسپائی پر مجبور کر دیا۔

فوج کے جوانوں کی قیمتی جانیں کام آئیں مگر یہ قربانیاں اپنی دھرتی کے دفاع اور بقا کے لیے تھیں۔

اب بھی افواج پاکستان اس محاذ پر موسمی شدت کے باوجود دشمن کے سامنے سینہ سپر ہیں۔ ان برف سے ڈھکے علاقوں میں انتہائی بلندی پر سامان کی رسد انتہائی دشوار کام ہے مگر پاکستانی سپاہیوں کا عزم و حوصلہ اس بلند ترین محاذ پر بھی دشمن پر اپنی برتری بر قرار رکھے ہوئے ہے۔

اپنے جانثاروں کے حوصلوں کی داد دینے کے لیے ان کے لہو کو گرمانے کے لیے پاکستان کی قومی شاعری میں ایک اور موضوع کا اضافہ ہوا۔ اور یہ موضوع اب کے سیاچن کا سرد محاذ، بنا۔ اس قومی فریضے کی

ادائیگی میں شعراء نے اپنی افواج کو خراج عقیدت پیش کرنے کا سلسلہ اپنے قلم کے ذریعے جاری رکھا۔

ان شعراء میں فوجی اور غیر فوجی شعراء سب شامل ہیں اور اپنی سپاہ کو عقیدتوں کا خراج پیش کرتے ہیں۔

اکرم باجوہ، جو پاکستان کی قومی و ملی شاعری میں جدید طرزِ فکر رکھنے والے قومی نغمہ نگار ہیں۔ انہوں نے 'سیاچن' کے موضوع پر بہترین شاعری کی۔ اس موضوع کو اپنے نغموں کا عنوان بنایا۔

اکرم باجوہ نے اپنی نظم 'فخر وطن'، فخر جہاں' میں اس بلند ترین محاذ پر موسم کی تندی و تیزی اور بے رحمی کے بارے میں لکھتے ہیں اور پاکستان کے سبز ہلالی پرچم کے بارے میں لکھتے ہیں:

نمونہ ملاحظہ کریں:

"پربت کی برفیلی چوٹی، ساچن ہے مشہور
تند و تیز ہے موسم جس کا قاتل اور مغرور
یخ بستہ اور تیز ہوائیں خنجر بن کر کاٹیں
برفانی طوفانوں کے ریلے خون بدن کا چاٹیں
سبز ہلالی پرچم چوم کے سیاچن پر لہرایا
کالی رات کا جادو توڑا، عدو کا کیا صفایا،

(نغمہ 'فخر وطن، فخر جہاں، تکبیر کا رنگ للکار ہوا)

'سیاچن کے پس منظر میں ہونے والی نغمہ نگاری میں اس حوالے سے لفظیات کا استعمال ہوا۔ اس میں کہسار، برف، سردی اور موسمی سفاکیت اس سرد ترین محاذ کے لیے استعارے ہیں۔ 'سیاچن' کی نغمہ نگاری میں پاکستان کی بری، بحری اور فضائی تمام افواج کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔

فلائیٹ لیفٹینٹ نوید شبلی، نے یہ نظم بعنوان "میرے شاہین اور ملاح، میرے غازی جوان، میں اپنے فضائی شاہینوں کی شجاعت کو ان الفاظ میں سراہا ہے۔

"میرے شاہین اور ملاح، میرے غازی شیر جوان
ان سب کا ہاتھ خدا، ان سب کا دل قرآن
یہ جم کر لڑتے ہیں
یہ تھم کر لڑتے ہیں

بس رب سے ڈرتے ہیں

بس آگے بڑھتے ہیں (از ہفت روزہ ہلال)

معرکہ کارگل:۔

خطہ کشمیر کی جنگ بندی سرحد کے ساتھ کارگل ایک سیکٹر ہے۔بھارت کشمیر تنازع پر اس علاقے میں ہمیشہ سے پاکستان کے ساتھ بر سرپیکار ہے اور دونوں طرف سے محاذ گرم رہتا ہے۔اس سے پہلے سیاچن کی معرکے میں جھڑپیں ہوتی رہیں مگر جنگ تک نوبت نہ آئی۔

کارگل اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں میں 1999ء میں بھارت نے جنگی جنون کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا۔اس بنا پر مئی 1999ء میں باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا۔

پاکستانی سپاہیوں نے بھارت کی سپلائی لائن منقطع کر دی یہ موسم گرما تھا جب اس مہم کا آغاز ہوا اور یہی موسم سامانِ رسد کی ترسیل کے لیے سازگار ہوتا ہے۔ سرما کی شدید برفباری میں یہ ممکن نہیں۔ پاکستانی سپاہیوں نے دشمن کی فوج کو محصور کر دیا اور اپنی پیش قدمی بڑی بہادری سے جاری رکھی۔

اس صورتِ حال میں بے بس بھارت نے عالمی طاقتوں سے مدد مانگی یوں ان کی مداخلت پر جنگ بندی پر دونوں ممالک راضی ہو گئے جنگ بندی کے بعد مقبوضہ علاقے دشمن کو واپس کر دیے گئے۔

اس جنگ میں پاکستانی سپاہیوں کی ہمت اور جرأت کی بے مثال داستان کو پاکستانی شعراء نے اپنا موضوع بنایا۔ فوج کا ہر جوان جس جذبے اور بہادری سے لڑا وہ قابل تحسین ہے۔ ان برف پوش چوٹیوں کی حفاظت کے لیے ہمارے جوانوں نے اپنی جانیں قربان کر دیں مگر ماں دھرتی کو سربلند رکھا۔

شعراء نے اپنے جوانوں کے پُرشجاعت کارناموں کو بڑے فخر سے نغموں کی صورت میں خراج تحسین پیش کیا۔ایسے شعراء جن کا تعلق فوج سے تھا انہوں نے قومی نغموں میں بے مثال ترانے لکھ کر اس میدان قلم میں بھی معرکہ سر کیا۔ایک ایسے ہی نغمہ نگار (جن کا تعلق فوج سے ہے کرنل عبدالرحمان بلال ہیں انہوں نے اس نغمے میں کارگل کے شہداء کو یوں خراج عقیدت پیش کیا:

'سوز جاں داغ دل دکھایا ہے

پردہ کشمیر سے اٹھایا ہے

کارگل کے ہر ایک شہید نے آج

آئینہ وقت کو دکھایا ہے

لڑ کے شیروں کی طرح دشمن سے

رسمِ شبیر کو نبھایا ہے
خالد، وطارق و غوری بن کر
کفر کو خاک میں ملایا ہے

(قصہ کارگل، شجاعت کے تارے وطن کے سپاہی)

کارگل کی جنگ میں جن شہداء نے جام شہادت نوش کیا ان میں کرنل شیر خان، کی بے مثال بہادری کی داستان دشمن بھی بڑے اعزاز کے ساتھ سناتا ہے۔ کرنل شیر خان اسم بامسمی نے دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچایا۔ انہیں پاکستان کے سب سے بڑے اعزاز "نشان حیدر" سے نوازا گیا۔

ایم۔ آر شاہد نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

"کرنل شیر جذبہ شہادت سے اس قدر سرشار تھے کہ وہ پوسٹ پر دشمن کے حملے کے وقت، پوسٹ سے باہر نکل کر دشمن کو للکارتے اور بھاگتے ہوئے دشمن کا کافی دور تک تعاقب کر کے انہیں بھاری نقصان پہنچاتے تھے"[19]

یوں کرنل شیر خان دشمن کو للکارتے ہوئے انہیں جہنم واصل کرتے ہوئے وطن کی ناموس اور دفاع پر قربان ہو گئے اور نشان حیدر حاصل کر کے شہداء کی تاریخ میں امر ہو گئے۔

قومی نغمہ نگاروں نے ان بہادر اور غیور وطن کے سپوتوں کو خراج تحسین کا سلسلہ بہترین نغموں کی صورت میں جاری رکھا۔ معرکہ کارگل کے شہداء کے لیے 'لیفٹیننٹ محمد شہزاد نئیر' نے اس ملی نغمے کی صورت میں خراج عقیدت پیش کیا۔ اس نغمے کے چند اشعار دیکھیے:

"مثال مطلع تاباں ہیں کارگل کے شہید
پیام صبح درخشاں ہیں کارگل کے شہید
حریم ظلم کے اندر بچھے اندھیرے میں
چراغ بن کے فروزاں ہیں کارگل کے شہید
فصیل حق و یقیں پر جو خوب لہرایا
وہی تو پرچم فشاں ہیں کارگل کے شہید

حوالدار لالک جان، معرکہ کارگل کا بے باک اور جری سپاہی جس نے بے مثال شجاعت کا مظاہرہ

کرتے ہوئے دشمن کے علاقے میں جاکر اس کا بھاری جانی ومالی نقصان کیا۔ بے مثال بہادری کی اس عظیم قربانی پر لالک جان کو "نشان حیدر" عطا کیا گیا۔

معرکہ کارگل کے ایک اور بہادر سپاہی مجاہد کیپٹن سردار اظہار حیدر شہید، انہیں ستارہ جرأت دیا گیا۔ ان کی شہادت کے وقت ان کی وردی سے ایک پرچی ملی جس پر یہ اشعار درج تھے:

"شعور سجدہ نہیں ہے مجھ کو، تو میرے سجدے کی لاج رکھنا
میں وہ جنس ہوں یا ہس پیار کی جو ملے کسی کو کبھی کبھی
مجھے خرچ کر ذرا سوچ کر، میں بہت ہی کم ہوں بچا ہوا

(ایم۔ آر شاہد، شہدان وطن)

سیاچن کا برفانی میدانِ جنگ ہو یا معرکہ کارگل پاکستانی فوج کے جذبہ شہادت سے معمور جوانوں نے ہمیشہ قوم کا سر فخر سے بلند کیا۔ اپنی جانیں وطن کی عصمت پر قربان کر کے دفاع وطن کا مقدس فرض ادا کیا۔

ان بہادر سپوتوں کے بے مثال کارناموں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ریڈیو پاکستان اور ٹیلی ویژن نے اپنا موثر روایتی ذمہ دارانہ کردار ادا کیا۔ اور اس حوالے سے نغمات ریکارڈ کیے گئے اور پاکستانی سامعین وحاضرین کی سماعتوں تک پہنچے۔

سیاچن کے حوالے سے جو نغمہ ٹیلی ویژن کا بہت مقبول ہوا اس کے بول درج ذیل ہیں:

"مجاہدو! ہماری منزل سیاچن

علاوہ ازیں کارگل کے شہداء کو سلام عقیدت پیش کرنے کے لیے درج ذیل نغمہ نشر کیا گیا۔

"کارگل کے شہیدوں کو میرا سلام"

(یہ نغمے پاکستان کے، ص،142)

افغان روس جنگ:۔

خطہ افغان ہمیشہ ہی سے جنگ کی آماج گاہ رہا ہے۔ عالمی قوتیں اس خطے پر اپنا تسلط جمانے کے لیے کوشش کرتی رہیں۔ دنیا میں 1997 تک دو سپر پاورز تھیں۔ امریکہ اور روس، دونوں کے درمیان ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے ایک سرد جنگ ہمیشہ جاری رہتی تھی۔ اسی عرصے میں ایک طرف روس نے افغانستان پر حملہ کیا تو دوسری طرف امریکہ نے پاکستان کو بالواسطہ اس جنگ میں ملوث کر دیا کیونکہ افغانستان ایک برادر اسلامی ملک تھا۔ اس طرح امریکہ نے روس کے خلاف پاکستان کی بھرپور پشت پناہی کی۔ یوں اس

جنگ کو پاکستان کے مذہبی حلقوں سے پذیرائی حاصل ہوئی اور شہادت کی آرزو لیے جہاد کا نعرہ بلند کیا گیا۔

اس جنگ میں امریکہ نے اسلام کا مذہبی کارڈ استعمال کیا اور روس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ شعراء پر اس جنگ کا یہ اثر ہوا کہ زیادہ تر شعراء نے اس جنگ کو جہاد ہی سمجھا اور اپنے مجاہدین اور شہداء کے حوالے سے ایسی قومی شاعری کی جس سے جذبہء جہاد کو تقویت ملی۔

اس جنگ کو چونکہ اہل پاکستان نے جہاد ہی سمجھا اس لیے پاکستان کی دور و نزدیک تمام علاقوں سے عوام الناس ذوق شہادت لیے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ ان مجاہدین نے افغان مجاہدین کا بھرپور ساتھ دیا۔ یہ واحد موقع تھا جب چشم فلک نے دیکھا کہ امت مسلمہ صحیح معنوں میں اپنے مسلم بھائیوں کی مدد کے لیے ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو گئی۔

ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن کے علاوہ پاکستانی فلمی صنعت نے بھی جذبہ حب وطن اور جذبہ شہادت پر مبنی فلمیں بنائیں اور پاک فوج کے غازیوں اور شہدا کو خراج عقیدت پیش کیا۔

1998ء سے 2000ء کے عرصے میں بننے والی فلموں میں ایک فلم "بارود کا تحفہ" میں روس، افغان ،جنگ کے بارے میں ایک نغمہ شامل کیا گیا اس نغمے کے بول درج ذیل ہیں:

"افغان جل رہا ہے"

بیسویں صدی کے اس آخری عشرے میں قومی نغمات کے فروغ اور نشریات کے لیے پاکستان ٹیلی ویژن پیش پیش رہا جبکہ ریڈیو پاکستان اپنے طور پر ان نغمات کی تخلیق، ریکارڈنگ اور دیگر امور میں پاکستان ٹیلی ویژن پر انحصار کرنے لگا، وہی قومی نغمے جو پاکستان ٹیلی ویژن اپنے مختلف علاقائی مراکز کے لیے تیار کراتا وہی ریڈیو پاکستان کے مراکز سے نشریات کا حصہ بنتے۔

اسی دور میں بھارت نے کشمیر پر جب ظلم و بربریت کا ایک بار پھر آغاز کیا اور نہتے کشمیریوں کا خون بہایا گیا تو شعراء نے پھر اس پر نغمہ نگاری کی۔ ایک بار پھر قوم کشمیر کے ساتھ کھڑی تھی اس عرصے میں پہلی بار "یوم یکجہتی کشمیر" منایا گیا۔

پاکستان کی گولڈن جوبلی اسی دوران منائی گئی۔ "گولڈن جوبلی" کے حوالے سے نغمے بنائے گئے۔

"۔۔۔ گولڈن جوبلی کی مناسبت سے قومی نغمات کو ایک بار پھر فروغ ملا اور دل دل پاکستان کے بعد گولڈن جوبلی پر بنائے گئے نغمات سٹریٹ سانگ بننے لگے جن میں نصرت فتح علی خان کی آواز میں "میرا پیغام پاکستان" آج بھی روز اول کی طرح مقبول

ہے۔"[20]

گولڈن جبلی کے موقع پر سلیم شہزاد نے درج ذیل نغمہ پاکستان ٹیلی ویژن لاہور مرکز سے گایا۔ ان نغمے کے بول ہیں:

"یہ جشنِ طلائی لمحات جو لایا ہے"

1981ء سے 2000ء کے دورانیے میں قومی نغموں میں دیگر ادوار کی طرح جذبہ شہادت اور جذبہ جہاد پر مبنی نغمہ نگاری کی گئی۔ وطن کے قومی شعراء خواہ ان کا تعلق پاک فوج سے ہو یا عوام الناس سے وہ شہدا کی قربانیوں اور ان کی شجاعت اور دلیری پر لکھنا اپنا قومی اور مذہبی فریضہ خیال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی وطن پر یہ جوان بیٹے نثار ہوئے شعراء کے قلم نے انہیں عقیدتوں اور محبتوں کا خراج اپنے قلم سے خوبصورت اور پر اثر انگیز نغمے لکھ کر پیش کیا۔

پاکستان ٹیلی ویژن نے اس دوران پہلے ادوار میں ریکارڈ کیے گئے نغموں کو ری مکس اور ری ڈو، کر کے نئے صداکاروں کی آواز میں پیش کیا۔

اس عرصے میں پاکستان ٹیلی ویژن سے نشر کیے جانے والے مقبول ترین نغموں میں چند نغموں کی تفصیل درج ذیل ہے:

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | "جاگ اٹھا ہے سارا وطن ساتھیو! مجاہدو! | شوکت علی، مسعود رانا، ساتھی |
| 2۔ | "ہر گھڑی تیار کامران ہیں ہم" | خالد وحید |
| 3۔ | "آزادی کی دھن پر کس نے آج ہمیں للکارا" | عبد الوہاب خان، ساتھی |
| 4۔ | "اللہ سے ڈرنے والے ڈرتے نہیں اور کسی سے" | محمد علی شہکی، ساتھی |
| 5۔ | "ہم پاکستان کی بری فوج کے شیر دلیر سپاہی" | محمد علی شہکی، ساتھی |
| 6۔ | "اے راہ حق کے شہیدو! وفا کی تصویرو!" | مہناز بیگم |
| 7۔ | "اے وطن کے سجیلے جوانو!" | مہناز بیگم |
| 8۔ | "رنگ لائے گا شہیدو کا لہو" | ترنم ناز |
| 9۔ | "پاک فوج تو زندہ باد" | ابرار الحق |
| 10۔ | "سرحدوں پہ ہے حفاظت صبح اور شام" | شہزاد رائے |

| | | |
|---|---|---|
| 11۔ | "اے مرد مجاہد جاگ ذرا" | وارث بیگ |
| 12۔ | "لہو جو سرحد پہ بہہ چکا ہے" | تحسین جاوید |
| 13۔ | "پاک وطن کے پاسبانو! سلام" | اسٹرائکرز (بینڈ) |
| 14۔ | "اے صف شکن شیر و! اٹھو!" | مجیب عالم |

وطن عزیز پاکستان کی حفاظت پر مامور فوج ہو یا پولیس کا محکمہ جب بھی کوئی کڑا وقت آتا ہے گولیوں کی زد میں انہی بہادروں کا سینہ ہوتا ہے۔ سو پاکستانی شاعروں نے ان کی شہادتوں کو بھی خراج عقیدت پیش کرنے میں اپنی بھرپور محبت کا ثبوت دیا۔

درج ذیل نغمات جو پاکستان ٹیلی ویژن نے نشر کیے۔ پاکستان کی حفاظت پر متعین ان محافظوں سے محبت اور عقیدت کے مظہر ہیں۔ ان کی تفصیل:

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | "پولیس کا فرض مدد آپ کی " | خالد وحید |
| 2۔ | "ہم سندھ رجمنٹ کے جانباز سپاہی" | پاک آرمی کورس |
| 3۔ | "ہم لوگ پفر کہلاتے ہیں" | پاک آرمی کورس |
| 4۔ | "ہم پاک وطن کے پاک گنر" | اخلاق احمد، ساتھی |

پاکستان بحری اور فضائی افواج کے جانبازون کو مخصوص کر کے ان کی شجاعت پر شعراء نے نغمہ نگاری کی۔ ان میں سے چند جو بہت مقبول ہوئے درج ذیل ہیں۔

| نمبر شمار | نغمہ | گلوکار |
|---|---|---|
| 1۔ | "ہوا کا سپاہی ہوں، شاہین ہوں" | اخلاق احمد |
| 2۔ | "تم ہی سے اے مجاہدو! جہان کا ثبات ہے" | عالمگیر |
| 3۔ | "ہم ہیں ہوا باز، اونچی اپنی پرواز" | سینڈیکیٹ |
| 4۔ | جسم ہے گبر وطن، جان تجربہ | تحسین جاوید |

شہادت کے موضوع پر اپنی افواج کو خراج تحسین نغموں کے علاوہ ڈراموں اور ٹیلی فلموں کی صورت میں بھی پیش کیا گیا۔ مقصد ان کی قربانیوں کو یاد رکھنا اور قوم کو ان کی انتہائی مشکل فرائض کے بارے میں آگاہی دینا۔ تا کہ وہ جنگی محاذوں سے دور اپنے گھروں میں محفوظ، امن و سلامتی کی زندگی گزارتے ہوئے جان

سکیں کہ دشمن کی گولہ و بارود کی بوچھاڑ اور گھن گرج کا مقابلہ ہمارے سپاہی کس بے خوفی اور بہادری سے کرتے ہیں اور اپنے پاک وطن و قوم کی حفاظت کے لیے اپنی جان قربان کر کے شہداء میں شامل ہو جاتے ہیں۔

## حوالہ جات


1۔ نعیم اللہ، ملک، مترجم: "بیسویں صدی میں پاکستان، ایک سیاسی جائزہ" او کسفورڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، اشاعت اول، 2003ء، 280

2۔ ایضاً، ص282

3۔ ایضاًص، 286

4۔ جبار مرزا، پاکستان کے 75برس "شہریار پبلی کیشنز، اسلام آباد، 18اگست 2022ء ص:71

5۔ ایضاًص، 88

6۔ مرزا ادیب، " قلم کے سپاہی "مشمولہ: ماہِ نو، ماہنامہ، کراچی، جلد:18، شمارہ اکتوبر 1965ء، ص30

7۔ ابصار احمد، " یہ نغمے پاکستان کے " فروغ فاؤنڈیشن، کراچی " 2021ء، ص100

8۔ ایضاً،

9۔ ابصار احمد، مضمون: "نغمات وطن کا ناز۔۔۔ مشرق کی شہناز "مشمولہ:"ہلال " شمارہ: 15اپریل 2019

10۔ ابصار احمد: مضمون: "دل دل پاکستان۔۔۔ نغمات وطن کا ایک عہد تمام ہوا" مشمولہ: 'ہلال' شمارہ: اکتوبر 2019ء

11۔ ایضاً

12۔ ایضاً

13۔ نعیم اللہ، ملک، مترجم: "بیسویں صدی میں پاکستان، ایک سیاسی جائزہ "ص293

14۔ ابصار احمد، " یہ نغمے پاکستان کے "ص، 100

15۔ ایضاً، ص121

16۔ ثاقب نثار، ڈاکٹر، مضمون: "یوم تکبیر، عزم واستقلال اور عہد وپیماں "مشمولہ: "ہلال "14 مئی 2020ء

17۔ غزالہ فصیح، مضمون: "یوم تکبیر، سُرمئی پہاڑ، دھماکے سے سنہری ہو گئے "اخبار: ڈان نیوز، 28 مئی 2023ء

18۔ ابصار احمد، " یہ نغمے پاکستان کے "ص، 121

19۔ ایم۔ آر۔ شاہد، "شہیدانِ وطن "لاہور، الفیصل ناشران، 2016ء، ص65

20۔ ابصار احمد، " یہ نغمے پاکستان کے "ص121

باب پنجم

# ماحصل، نتائج اور سفارشات

## ماحصل

آج کے جدید دور میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت پہلے ادوار سے کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ ذرائع ابلاغ یا میڈیا کا کردار خاندان، معاشرے اور کسی قوم کی فکری تشکیل اور اس کے اخلاقی رویوں کی اصلاح اور بگاڑ میں بڑا اہم ہے۔ میڈیا کسی بھی قوم یا معاشرے کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہ معاشرے کی درست اور غلط جہت کو مقرر کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ گویا آج کے جدید دور میں میڈیا معاشرے کی تشکیل اور کسی قوم کی زندگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اسے زندگی کے ہر شعبے میں کلیدی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔

اصل میں میڈیا ابلاغ کا نام ہے۔ آغاز میں میڈیا کتابوں وغیرہ کی اشاعت تک محدود تھا اس کے بعد جب اخبارات وجرائد یا رسائل در آئے تو پرنٹ میڈیا کہا گیا۔ پھر اس کے بعد بتدریج ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا دور آیا۔ ٹیلی ویژن سے پہلے ریڈیو ذریعہ ابلاغ کے طور پر ہر جگہ موجود تھا۔ ٹیلی ویژن ایک ایسا ذریعہ ابلاغ بنا جس نے ریڈیو نشریات کو بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ اس کی جگہ اب بلیک اینڈ وائٹ یا ٹیلی ویژن کے رنگین پردوں پر نشر ہونے والی خبروں، دستاویزی فلموں، ڈراموں اور گیتوں اور نغموں نے لے لی۔ اور یہ ذریعہ سب سے زیادہ پرکشش اور مؤثر ثابت ہوا۔ یوں پرنٹ میڈیا کے بعد الیکٹرانک میڈیا ایک مؤثر ذریعہ ابلاغ کی حیثیت اختیار کر گیا۔

آج میڈیا انتہائی ترقی یافتہ دور میں داخل ہو چکا ہے۔ میڈیا ترقی کی نئی جہتوں اور اشکال کو دنیا کے سامنے لایا۔ انٹرنیٹ کی ترقی نے میڈیا کے دیگر تمام ذرائع کو بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ اس طرح ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے سامعین کے مقابلے میں سوشل میڈیا کے صارفین کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ ہر دور میں ذرائع ابلاغ کی کوئی بھی شکل موجود تھی اس نے قوموں اور معاشروں کی تشکیل میں مرکزی کردار ادا کیا۔ اگر کسی معاشرے یا سماج میں اخلاقی قدروں یا اس سماج میں بسنے والوں کی فکر کا اندازہ کرنا ہے۔ تو اس سماج کے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ عوام الناس تک پہنچنے والے مواد کو پرکھ کر بڑی آسانی کے ساتھ اندازہ کرسکتے ہیں کہ یہ سماج کس قسم کی قدروں کا حامل ہے۔ گویا انفرادی اور اجتماعی سطح پر بہت زیادہ مخالفت کے باوجود بھی وہی تہذیب رواج پا جاتی

ہے جس کا پرچار میڈیا کرتا ہے۔

دراصل میڈیا ماہرین کے مطابق یہ اثرات سوچے سمجھے منصوبے کے تحت انجام پاتے ہیں میڈیا خبر کبھی بھی بے مقصد نہیں ہوتی یہ اپنے مقاصد اور اہداف طے کرنے کے لیے دی جاتی ہے اور ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ اس کے ابلاغ کے ذریعے ہیں۔ خبر بنانے والے پہلے سے سوچے سمجھے ہدف کو حاصل کرنے کے لیے اس کو نشر کرتے ہیں اور اس تمام صورت حال میں سامعین و ناظرین ان سے بے خبر اپنی روزمرہ زندگی میں مشغول یہ خبریں یا پیغامات سنتے یں۔ یہ نشر ہونے والی خبر یا پیغام ان کے ذہنوں میں کسی گولی کی طرح جا کر لگتا ہے۔ یعنی جو کچھ ٹیلی ویژن کے مختلف چینلز پر نشر کیا جاتا ہے وہ بالکل ایک جادو کی گولی کی طرح عوام کے ذہن میں داخل ہو جاتا ہے اور عوام اس کا اثر لیتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

یہ تمام صورتِ حال 'میڈیا میجک بلٹ تھیوری' کہلاتی ہے۔ یہ ایک پروپیگنڈا تھیوری ہے۔ پروپیگنڈہ تھیوری منفی اور مثبت دونوں خوبیاں رکھتی ہے۔ جب یہ اپنے سماج کی بہتری اور بھلائی کا ہدف حاصل کرنے کے لیے کام کرتی ہے تو اس کا مثبت پہلو سامنے آتا ہے۔ کسی بھی سماج میں کوئی بھی اچھی قدر رائج کرنے کے لیے مثلاً اپنے لوگوں کی فلاح و بہبود کے کاموں میں حصہ لینے کے لیے اگر کوئی پیغام نشر کیا جا رہا ہے تو اس کا لازماً مثبت اثر لوگوں پر مرتب ہو گا۔ ان کا ردعمل اس پیغام کے مطابق ہو گا جو بار بار نشر کیا جا رہا ہے۔ اگرچہ جدید دور کا انسان بہت باشعور ہے اور اس خوش فہمی میں بھی مبتلا ہے کہ اسے کسی کے بتائے یا میڈیا کے کسی پیغام سے فرق نہیں پڑتا۔ حقیقت سے دور انسانی دماغ کو اپنے زیرِ اثر کر لینا ہی اس تھیوری کا کمال ہے۔

جب میڈیا اس تھیوری کا اطلاق اپنے سامعین و حاضرین پر کرتا ہے تو وہ اپنے کیے جانے والے پیغام کے اثرات پر تمام سامعین کا ردعمل تقریباً یکساں ہی دیکھتا ہے۔ انسانی زندگی میں میڈیا کے ذریعے انقلاب لایا جا سکتا ہے۔ اسی کے ذریعے یعنی میڈیا کی نشریات کو خاص مقصد کے لیے استعمال کر کے کسی سماج کو بنایا اور بگاڑا جا سکتا ہے۔ اس کے اثرات معاشرے اور قوم پر بہت گہرے ہوتے ہیں۔ یہ کسی معاشرے میں بسنے والوں کی طرزِ معاشرت، اقتصادیات، اخلاقیات، عقائد غرض اس کے قوانین کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ یہ نہ صرف لوگوں تک تمام قسم کی معلومات پہنچاتا ہے بلکہ دیگر معاشروں میں بسنے والوں کو اپنا مشاہدہ کرنے کی دعوت بھی دیتا ہے۔

ماضی میں لوگوں کو خبریں اور دیگر معلومات دینے کا ذریعہ اخبارات اور ریڈیو ہی تھے مگر ان ذرائع سے مطلوبہ اہداف پورے کرنے کے لیے بہت وقت درکار ہوتا تھا۔ اور نہ ہی یہ معاشرے کے ہر فرد کی پہنچ میں

ہوتے تھے۔ اس لیے سب لوگوں کو ان سے آگاہی نہیں ہوتی تھی۔ ذرائع ابلاغ محدود تھے۔ پھر اس میں ٹیلی ویژن اور بعد میں موبائل کا اضافہ ہوا۔ ٹیلی ویژن چینل بھی شروع میں محدود تھے مگر پھر بھی ہر گھر میں صرف خبر سنی نہیں جاتی تھی بلکہ اب دیکھی جاتی تھی اور یوں اس طرح میڈیا پہلے سے زیادہ موثر اور طاقتور ہو گیا۔ موبائل آنے سے انقلاب آیا اور موبائل چونکہ اب ہر فرد کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے ہر خبر سے مکمل اور بر وقت آگاہی ہو جاتی ہے۔

میڈیا کا کردار اس کے اثرات کی وجہ سے بہت محتاط ہونا چاہیے کیونکہ یہ کسی معاشرے اور قوم کی ترقی اور اس کی آئندہ نسلوں کے اخلاق و کردار کے معیار طے کرتا ہے۔ جن معاشروں میں میڈیا اپنی ابلاغ کی طاقت کو انتہائی ذمہ داری سے اپنے لوگوں کی ترقی اور معاشرتی ہم آہنگی اور اصلاح کے لیے بروئے کار لاتا ہے وہ معاشرے مجموعی طور پر تعمیری اقدار رکھتے ہیں۔ وہاں کے لوگوں میں اپنائیت، خلوص، اور باہمی رواداری کا رویہ نظر آتا ہے۔ میڈیا کے پاس وہ جادوئی طاقت ہے کہ وہ کسی بھی میدان میں سنسنی پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے پاس سکے کے دونوں رخ یعنی سچ اور جھوٹ دکھانے کی صلاحیت ہوتی ہے اور یہ میڈیا کی سوچ اور پالیسی پر منحصر ہے کہ وہ عوام کو کیا دکھانا چاہتا ہے۔ اس لیے میڈیا اپنی طاقت کو معاشرے میں شعور پیدا کرنے کے لیے استعمال کرے نہ کہ گمراہ کرنے کے لیے۔

وہ معاشرے بدقسمت ہوتے ہیں جن کا میڈیا اتنا منہ زور ہو کہ اپنی عوام تک سچ کی بجائے جھوٹ پہنچائے اور اپنی عوام کو نیکی اور سیدھے راستے کی ترغیب دینے کی بجائے برائی کی طرف لے کر جائے۔ پاکستان اسلامی جمہوریہ ہے اس لیے یہاں کے ذرائع ابلاغ کا کردار بہت حساس نوعیت کا ہونا چاہیے۔ میڈیا کا فرض ہے کہ وہ نظریہ پاکستان کو سامنے رکھ کر اپنے اہداف کا تعین کرے۔ تمام شعبہ ہائے زندگی کے حوالے سے جو مواد بھی عوام تک پہنچائے ہر صورت ملک و قوم کی بہتری کے مقاصد کو سامنے رکھے۔ عوام کا شعور بیدار کرنے کے لیے معلومات کا ابلاغ کرے۔

چونکہ میڈیا سے نشر ہونے والے ہر پیغام میں ایک خاص مقصد ہوتا ہے جو مختلف کمپنیاں، کارپوریشنز اور اداروں کا طے شدہ ہدف ہوتا ہے اس ہدف کو حاصل کرنے کے لیے ان خاص نشریات کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ رائے عامہ کو متاثر کیا جائے۔ جب عوام الناس تک بار بار میڈیا وہ پیغام خبر، ڈرامے یا اشتہار وغیرہ کے ذریعے پہنچتا ہے تو اس کا بے ساختہ اثر ہوتا ہے اور یہ کہ آج کا انسان ہر بات کی تحقیق کرتا ہے اور ہر معاملے پر سوچ سمجھ کر اپنی عقل کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ مگر یہ درست نہیں آج میڈیا انسانی زندگی میں اس قدر اثر

رسوخ رکھتا ہے کہ اس کے ذریعے نشر ہونے والا مواد انسان کو بہت زیادہ متاثر کرتا ہے۔ ہر سماج آج جادوئی گولی کے اثرات کا شکار ہے۔ میڈیا اپنے پیغامات نشر کر کے اپنے اہداف حاصل کرنے میں کامیاب ہو رہا ہے۔ خاص طور پر نوجوانوں کا طبقہ جو کچھ میڈیا سے حاصل کر رہا ہے اس کے مطابق بننے کی کوشش کرتا ہے۔

کسی بھی سماج میں اچھے اور برے بااثر گروہ ہوتے ہیں جو عوام کو کاروباری یا دیگر مقاصد کے لیے اپنے شکنجے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے زیر اثر میڈیا بھی ہوتا ہے یہ کمپنیاں وغیرہ میڈیا کی خدمات حاصل کرتی ہیں اور میڈیا کسی معمولی سی بات کو خوب مرچ مصالحہ لگا کر بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے جب ایک ہی بات میڈیا کے ذریعے بار بار عوام تک پہنچائی جا رہی ہو تو وہ خبر یا پیغام انسانی دماغ کو بے ساختہ اپنے قابو میں کر لیتا ہے۔ انسان دانستہ اور نادانستہ اسی کے بارے میں بار بار سوچنے لگتا ہے۔ چوں کہ جب اس حد تک یہ پیغام میڈیا کے ذریعے پہنچا تو Passive State of Mind میں تھا۔ اس لیے اس پیغام کا گہرا اثر ہوا۔ یہ اثر اتنی تیزی سے ہوتا ہے کہ وہ اس پیغام کے درپردہ عناصر کے مقاصد سے مکمل طور پر بے خبر ہوتا ہے اور اسی پیغام کے مطابق ردعمل دیتا ہے۔ وہ میڈیا کی جانب سے تخلیق کی جانے والی زندگی میں جینا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح دیکھنے میں تو انسان جسمانی و ذہنی لحاظ سے تندرست نظر آتا ہے مگر اصل میں ذہنی طور پر وہ میڈیا کی گرفت میں آ چکا ہوتا ہے اور میڈیا نے جو پیغام اسے ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعے دیا وہ مکمل طور پر اس کے زیر اثر ہے۔ یہی اصل میں اس نظریے کے اثرات ہیں جنہیں میڈیا میجک بلٹ تھیوری، کا نام دیا گیا ہے۔

میڈیا جو خبر بار بار لوگوں تک پہنچاتا ہے تو لوگ بے ساختہ اس بارے میں سوچنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر بتدریج ان کا ردعمل بالکل وہی سامنے آتا ہے جو متعلقہ مواد کی نشریات کا مقصود ہوتا ہے۔

میڈیا کی ذمہ داریاں اس صورت میں بہت بڑھ جاتی ہیں کہ وہ اس جدید دور میں جب ذرائع ابلاغ میں اچھی بری معلومات کا طوفان امڈ آیا ہے اور میڈیا کا عمل دخل انسانی زندگی میں بہت زیادہ ہو گیا ہے، وہ بڑی سوچ سمجھ کر اپنی پالیسی بنائے جس سے نوجوان نسل کی اصلاح اور تربیت کا پہلو نظر انداز نہ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ بزرگوں اور ہر شعبہ زندگی سے متعلق افراد کی بھی ذہنی نشوونما کا خاطر خواہ اہتمام موجود ہو۔

ذرائع ابلاغ کسی سماج میں بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ معاشرے کی درست سمت کا تعین کرنے میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ذرائع ابلاغ اپنی ذمہ داریاں نبھانے میں ذرا بھی لاپرواہی برتتا ہے تو بہت خوفناک نتائج قوموں اور معاشرے کو بھگتنا پڑتے ہیں۔ میڈیا کا فرض ہے کہ ان پروگراموں کو نشر کرے جو اسلام کی روح کے منافی نہ ہوں، جن سے نظریہ پاکستان پر زد نہ پڑتی ہو۔ ایسا مواد جو دینی و

اسلامی ہو جس کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق مرتب کیا گیا ہو وہ نشر کرے تا کہ نوجوان نسل کی اصلاح اور تربیت ہو۔ ان کی شخصیت سازی اور کردار سازی میں معاون ثابت ہو۔ انہیں اپنی ثقافت اور مذہب کے بارے میں درست معلومات ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ ٹیلی ویژن یا دیگر ذرائع سے جو ملکی سالمیت سے متصادم پروگرام نشر ہوں اور سماج میں ان سے بگاڑ کا خدشہ موجود ہو ان کا خاتمہ کیا جائے۔

'میڈیا بلٹ تھیوری' جسے 'ہائیوڈمک یڈل تھیوری' بھی کہا جاتا ہے یہ پروپیگنڈہ تھیوری میں شمار کی جاتی ہیں۔ مگر انھیں اپنے سماج کی بہتری کے لیے قوم میں شعور، اتحاد، ہمدردی، ایثار اور اپنی سرزمین سے محبت کے جذبات پیدا کرنے کے لیے بڑے مثبت اور موثر انداز سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ایسے تمام اقدامات اٹھائے جائیں جو قومی سلامتی کے متصادم نہ ہوں۔ آج کی تیز رفتار دنیا کا تمام انحصار میڈیا اور اس کی نشریات پر ہے۔ اس کے انسانی زندگی پر بہت گہرے اور دیرپا اثرات ہوتے ہیں۔ اسی لیے میڈیا قوموں کی کردار سازی، ذہن سازی اور ترقی وزوال میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔

میڈیا جب ذمہ داری کے ساتھ اپنی اس طاقت کو قوم کی سماجی ہم آہنگی اور ملکی سلامتی اور بقا کے لیے استعمال کرتا ہے۔ تو یقینی طور پر اس کے مثبت اثرات سامنے آتے ہیں کیونکہ میڈیا سے پہنچایا گیا پیغام بڑی سرعت کے ساتھ اپنے سامعین کو متاثر کرتا ہے۔ اگر ان نشریات میں اخوت، ہمدردی، قومی وابستگی اور فلاح کا پیغام ہو گا تو لازماً عوام کی ذہن سازی اسی انداز سے ہو گی۔ اور اگر اس کے برعکس ہو گا تو یہ انتشار، ہیجان اور شدت پسندی کو رواج دے گا۔ وجہ یہ ہے کہ میڈیا لوگوں کی ذہن سازی کرتا ہے اور عوام الناس چونکہ میڈیا کے اصل مقصد سے آگاہ نہیں ہوتے ہیں وہ اپنی معمول کی زندگی میں مصروف جب میڈیا سے آنے والے یہ پیغامات وصول کرتے ہیں تو یہ انہیں براہ راست متاثر کر چکے ہوتے ہیں۔ وہ ان پیغامات کے خلاف مزاحمت کی صلاحیت سے اس وقت محروم ہوتے ہیں اس لیے ان کی رائے اس طرح بدل جاتی ہے جس طرح میڈیا نے اپنا پیغام ان کی بے خبری یعنی Passive State of Mind میں ان تک پہنچایا۔ میڈیا بڑی ہوشیاری سے اپنا ہدف حاصل کر لیتا ہے جبکہ سامع اس بات سے بے خبر رہتا ہے۔

اگر معاشرے کو کسی بھی قسم کی شدت پسندی یا معاشرتی بگاڑ کا سامنا ہو تو میڈیا کا کردار ایسے میں کلیدی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ ان حالات سے نمٹنے کے لیے میڈیا کے پالیسی ساز قومی بیانیہ تشکیل دینے میں اپنا کردار بڑے موثر انداز سے نبھا سکتے ہیں اور قوم کی ذہن سازی کر کے ملک اور قوم کو ہر طرح کے نقصان سے بچایا جا سکتا ہے۔

میڈیا کا کردار جنگی مقاصد حاصل کرنے کے لیے بھی بہت اہم ہے۔ جس طرح جنگ عظیم اول میں جرمنی اور یونائیٹڈ اسٹیس امریکہ نے اسے اپنے عوام کی حریف ملک کے خلاف ذہن سازی کر کے کیا۔ میڈیا کو ایک جنگی ہتھیار کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ میڈیا ایک ایسا جنگی ہتھیار ہے جس کا موثر استعمال بغیر دو بدو جنگ لڑے دشمن کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک دشمن عناصر کے خلاف انتہائی ذمہ داری سے اپنے ایسے قدامات کیے جائیں جن سے قومی اور ملی مفادات کا تحفظ ہو۔ ملکی اور قومی سلامتی اور بقا کے نظریات کو فروغ حاصل ہو اور دشمن کا بیانیہ غیر موثر ثابت ہو۔

میڈیا کے کچھ ناقدین اس نظریے کے خلاف رائے رکھتے ہیں ان کے مطابق میڈیا کو کسی بھی مصلحت سے آزاد ہونا چاہیے یعنی اس پر فائدے یا عوام الناس کے نقصان کے اندیشے میں مبتلا ہوئے بغیر سچ کو سامنے لانا چاہیے۔

مگر یہ بات نظریاتی طور پر درست نہیں کیوں کہ ملکی اور قومی پالیسی کبھی بھی کسی سماج کے قومی اور ملکی سلامتی اور بقا کے تحفظات سے متصادم نہیں ہوتی۔ اس لیے نیک نیتی اور خیر خواہی کے مقصد سے جو بات میڈیا کے ذریعے نشر کی جائے وہ ایسے سچ سے کئی گنا بہتر ہے جس سے قومی یا ملکی نقصان کا اندیشہ ہو۔ اگرچہ پاکستان کے آئین میں میڈیا کو آزاد قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہ آزادی بھی ملکی سلامتی کی وجہ سے کچھ قانونی پابندیوں کے تابع ہے۔ میڈیا اپنی آراء کے اظہار میں آزاد ہے مگر یہ آزادی اسلام کی سربلندی، ملکی سالمیت، ملکی دفاع، امن عامہ، اخلاقیات وغیرہ کے معاملات میں محدود ہو گئی۔ اسی لیے میڈیا یا ذرائع ابلاغ کا کردار زیادہ حساس اور مدبرانہ ہو گیا ہے۔

ملکی سالمیت اور اپنی جغرافیائی سرحدوں کے دفاعی معاملات میں جب دشمن کی طرف سے جنگی جنون کا سامنا ہو تو ذرائع ابلاغ کا کردار بہت محتاط اور موثر ہونا چاہیے۔ اس صورت حال میں میڈیا کی فوری پالیسی یا لائحہ عمل بڑی حکمت عملی سے تیار کیا جائے۔ ایسی صورت میں جب دشمن کو زیر بھی کرنا ہو، ملک و قوم کی سلامتی اور بقا کا تحفظ بھی کرنا ہو تو پھر ملک کے دیگر اداروں کی طرح میڈیا کی ترجیحات بھی بدل جاتی ہیں۔ اس لیے ملکی اور قومی سلامتی اور سالمیت کے مقاصد کو میڈیا کی دیگر ترجیحات میں سب سے مقدم رکھا جاتا ہے۔

میڈیا کا جنگی صورت حال میں کلیدی کردار ہوتا ہے۔ میڈیا کو اپنے قومی مفادات کو ترجیح دینا چاہیے۔ معروضی صورت حال کے تناظر میں اپنی ابلاغی ترجیحات اور اہداف کو پیچھے کر کے ملک اور قوم کی سلامتی اور سالمیت کو ہنگامی بنیادوں پر ترجیح دے۔ امن کے دنوں میں اور جنگی صورت حال دونوں میں ذرائع ابلاغ کی

ترجیحات اور فرائض میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ میڈیا کے ذمہ داروں کو اور پالیسی بنانے والوں کو اس فرق کا ادارک لازمی ہونا چاہیے۔ تاکہ ہر دو صورتوں میں ملکی اور قوم فلاح و سلامتی کا مقصد پورا کیا جاسکے اور میڈیا کے پیغامات میں غلطی کی گنجائش نہ ہو۔

میڈیا میں یہ طاقت ہوتی ہے کہ اس کے ذریعے ملک کے معاشی، سیاسی، ثقافتی حتی کہ ہر سطح پر حالات کو تبدیل کر سکے۔ میڈیا کے ذرائع کا درست استعمال کر کے معاشرے میں مثبت تبدیلی لا کر اسے ترقی کے راستے پر ڈالا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر میڈیا غلط مواد کا ابلاغ کرتا ہے تو کسی بھی ملک یا معاشرے کے سیاسی، سماجی، معاشی و معاشرتی نظام کو برباد کر سکتا ہے۔ میڈیا ایک ایسی طاقت ہے۔ جو دور دراز بیٹھے عوام کو منٹوں میں اپنے پیغامات سے متاثر کر سکتی ہے۔ اس لیے اس طاقت کا استعمال سماج میں مثبت شعور بیدار کرنے اور آگاہی کے لیے استعمال ہو تو فوائد جلد سامنے ہوں گے۔ اور اگر استعمال اس کے برعکس ہو گا تو بھی گمراہی اور سماجی بگاڑ فوری طور اپنے اثرات سے تمام معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

پاکستانی الیکٹرانک میڈیا نے ہر دور میں بھرپور کردار ادا کیا۔ حصول آزادی سے دشمن ملک بھارت کی مسلط کردہ جنگوں، بہترین معیشت سے بہترین معاشی صورت حال اور مارشل لاؤں سے ڈگمگاتی جمہوریت تک ہر معاملے میں موثر رپورٹنگ کی۔ اس دوران میں پاکستان ٹیلی ویژن، فلم اور ریڈیو پاکستان نے اپنے اپنے فرائض حالات کے مطابق بڑی ذمہ داری سے ادا کیے۔ اور اس کے مثبت نتائج بھی سامنے آئے۔ لیکن جہاں میڈیا نے ملکی اور قومی سلامتی اور وقار کو نظر انداز کیا وہاں قوم و وطن کو ناقابلِ تلافی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔

اس کی مثال سقوطِ ڈھاکہ کی صورت میں موجود ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پاکستانی میڈیا نے حساس سیاسی، معاشرتی اور ملکی سلامتی کے معاملات پر بڑی سرگرمی اور پیشہ وارانہ دیانتداری سے فرض ادا کیا۔

قیام پاکستان سے 2000ء تک کے عرصے میں پاکستان کے ذرائع ابلاغ اخبارات و رسائل، ریڈیو پاکستان کے مراکز اور پاکستان ٹیلی ویژن کے دو، تین، مراکز تک محدود تھا۔ مگر میڈیا سے جو بھی پیغامات عوام الناس تک خبروں، معلوماتی پروگراموں یا ڈراموں وغیرہ کی صورت میں پہنچائے جاتے تھے وہ ملکی قومی مفاد اور سلامتی سے متصادم نہیں ہوتے تھے۔ اخلاقی اور سماجی اور ثقافتی قدروں کو فروغ اور حب الوطنی کے جذبات باہمی بھائی چارے کی فضا کو فروغ دیناہی مقصد ہوتا تھا۔

پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بسنے والا ہر فرد اپنے نظریے اور ملکی و قومی سلامتی کا امین ہے۔ اپنی سرزمین سے قوم کو گہری وابستگی ہے۔ 1947ء کو الگ آزاد وطن پاکستان حاصل

کر لیا گیا۔ ہجرت کا سانحہ، آباد کاری وغیرہ کے مسائل کا سامنا قوم نے کیا۔ دلوں کو ڈھارس بندی تھی کہ آزاد وطن میں آزادی کے ساتھ ہر پاکستانی اپنی زندگی گزارے گا۔

مگر پاکستان کے ازلی دشمن بھارت کی دشمنی اور جنگی جنون کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔ قیام وطن کے اگلے ہی سال کشمیر کو تنازع بنا کر نوازیدہ مملکت کو ہندوؤں کی جارحیت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد 65ء اور 71ء کی جنگوں میں بھارت کی وطن دشمنی اور جنگی جنون کھل کر سامنے آ گیا۔ بھارت اپنے جنگی جنون میں مبتلا، زیادہ حربی سامان اور کئی گنا بڑی فوج کے زعم میں مبتلا تھا۔ مگر اس کے مقابل محب وطن پاکستانی اور پاکستان کی جری فوج نے جو جذبہ ایمانی اور قومی سلامتی اور دفاع کے جذبے سے سرشار ہو کر دشمن کو اس کے ان مذموم مقاصد کا بھرپور قوت سے جواب دیا۔

پاکستان پر جب بھی آزمائش آئی، دشمن نے جنگ مسلط کی پوری قوم اپنی فوج کے شانہ بشانہ حب وطن کے جذبے سے سرشار دشمن کے سامنے ڈٹ گئی۔ قوم کے ہر فرد نے اپنی استعداد سے بڑھ کر حصہ لیا۔

جب بھی وطن اور اہل وطن پر آزمائش آئی اور وطن کا طبقہ ادباء اور شعراء بھی خدمت کے لیے حاضر تھے۔ اگر پاکستان کی بہادر افواج نے وطن کی سرحدوں پر دشمن کو اینٹ کا جواب پتھر سے دیا تو شعراء نے اپنے قلم سے جہاد کیا اور اپنی تمام تر تخلیقی، فکری اور فنی صلاحتیں اپنی سپاہ اور قوم کی محبت میں قومی نغمہ نگاری میں لگا دیں۔ ایسے شاہکار نغمے تخلیق کیے جو عوام الناس کے جوش اور ولولے میں ایک نئی لہر پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ سرحدوں پر مامور سپاہیوں کے اندر نئی امنگ اور نیا ولولہ پیدا کرتے ان نغموں کے ذریعے قومی امنگوں اور آرزوؤں کو اجاگر کیا گیا۔ شعراء نے اپنی نغمہ نگاری سے اہل وطن اور سپاہ میں جذبہ حریت اور ذوق شہادت میں لہو گرمانے کا کام کیا۔ ایسے قومی نغمے لکھے کہ جنہیں خوبصورت سریلی آوازوں میں سن کر ہر آنکھ اشک بار ہو جاتی، جب یہ نغمے ریڈیو سے نشر کیے جاتے تو قوم کا ہر فرد بچہ بڑا، جوان بوڑھا غرض خواتین سب کی یہ خواہش ہوتی کہ وہ وطن کی سرحدوں پر اپنے سپاہیوں کے شانہ بشانہ اگلے مورچوں پر جا کر لڑیں اور وطن کے تحفظ اور ناموس کے لیے لڑتا ہوا وطن پر قربان ہو جائیں۔

پاکستان کے قیام کے بعد نغمہ نگاری میں اپنی سرزمین سے وابستگی کا رویہ سامنے آیا۔ اس عرصے میں قومی نغمہ نگار شعراء نے وطن کے تحفظ اور اسے عظیم تر بنانے اور آزادی کی نعمت پر شکر گزار ہونے کے موضوعات کو نغموں میں شامل کیا۔ اس دور میں ہجرت کا دکھ ابھی تازہ تھا سو ابتدائی نغموں میں اس کا تذکرہ شامل ہے۔ مگر جلد ہی مستقبل سے نئی امیدوں اور آرزوؤں کی وابستگی نے یہ زخم بھر دیا اور نغمہ نگاری کا رخ

وطن سے محبت، آزادی کے تحفظ اور روشن مستقبل کی نئی امنگوں کی طرف ہوا۔

کشمیر دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی کا باعث ہمیشہ سے ہے۔ انگریز اس خطے سے جاتے ہوئے بھی اپنی انتشار پیدا کرنے کی پالیسی کی یادگار خطہ کشمیر کے مستقل تنازع کی صورت میں چھوڑ گیا۔ اہل کشمیر اور کشمیر کی وادی کے ساتھ اہل وطن کی دلی وابستگی فطری ہے۔ شعراء نے اپنے نغموں میں خاص طور پر وادیء کشمیر کے حسین نظاروں کے علاوہ کشمیریوں کی قربانیوں کو خراج عقیدت پیش کیا۔ کشمیر کی آزادی کے نغمے لکھے۔

قیامِ پاکستان کے بعد قومی نغمہ نگاری کا پسندیدہ موضوع اپنے قومی و ملی راہنماؤں اور قائدین کو خراج تحسین پیش کرنے کا ہے۔ علامہ اقبال کو اپنے نغموں میں خراج عقیدت پیش کیا۔ علاوہ ازیں قائداعظم محمد علی جناح اس دور میں نغموں میں سب سے مقبول رجحان بن کر سامنے آیا اور یہ بعد کے ادوار میں حتیٰ کہ آج بھی اردو کی قومی نغمہ نگاری میں ایک مقبول روایت بن کر شامل ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح پر لکھے جانے والے نغموں میں ان کی ذات سے والہانہ عقیدت اور محبت کا اظہار موجود ہے۔ اگر اس کی مثال میں ایک ہی نظم کا تذکرہ کیا جائے تو قوم کی جذباتی وابستگی واضح ہو جاتی ہے۔ یہ نظم "ہمایوں' کے مدیر 'میاں بشیر احمد' کی تخلیق کردہ ہے یہ نظم ہے "ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح" یہ نظم جب قومی نغمے کے طور پر پرسوز آوازوں میں سازو آواز کے ساتھ سامعین کی سماعتوں تک پہنچی تو پاکستان کے ہر گاؤں اور قریے میں عوام الناس کی زبان پر جاری ہو گئی۔ اس نظم کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی۔ آج بھی قائد اعظم کی یاد میں یہ نغمہ مقبولیت اور شہرت کی بلندیوں پر ہے۔ ہر قومی تہوار کے موقع پر فرطِ عقیدت سے عوام الناس یہ نغمہ الاپتے ہیں۔ اس دور کے نغموں میں اہل وطن کے قومی و ملی شعور کو اجاگر کیا گیا۔ ان کے اندر آزادی کی قدر، عزم وہمت، خودی اور بھائی چارے کی فضا پیدا کرنے کا عنصر موجود ہے۔

قائداعظم کی وفات قوم کے لیے ایک سانحے سے کم نہ تھی۔ اس موضوع کو نغموں میں بیان کیا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد بھی اندرونی اور بیرونی سازشی عناصر سرگرم تھے۔ ایسے میں لیاقت علی خان کی شہادت نے قوم میں دکھ اور کرب کی کیفیت کو پھر سے زندہ کر دیا۔ اس نوازئیدہ وطن کو سیاسی عدم استحکام کا سامنا کرنا پڑا۔ شعراء نے لیاقت علی خان کو نغموں کی صورت میں خراج عقیدت پیش کیا۔ یہ نغمے ریڈیو پاکستان نے نشر کیے۔

اس صورت حال کے باوجود قومی نغموں میں ایک مستقل موضوع جس نے قوم کے ملی شعور کو زندہ

اور بیدار رکھا وہ وطن کی تعمیرِ نو کا جذبہ ہے۔ ان شعراء نے وطن اور قوم کی تعمیرِ نو کے عزم سے بھرپور نغمے لکھے۔ ان نغموں کو ریڈیو پاکستان نے مقبول ترین آوازوں اور ماہر موسیقی کی خوب صورت دھنوں سے امر کر دیا۔ یہ نغمے جب ریڈیو پاکستان سے نشر ہوتے تو سامعین پر نئے جذبے اور نئی ترنگ کی ایک جادوئی کیفیت طاری ہو جاتی۔ ان ترانوں سے قوم کے ہر فرد میں اپنی دھرتی سے محبت اور اپنے وطن کو عظیم سے عظیم تر بنانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس طرح ان نغمات کے ذریعے قوم سے مایوسی اور ناامیدی کی فضا ختم کرنے میں مدد ملی۔ اس دور کے نغموں میں اپنے وطن کی مٹی اور اس کے کھیتوں اور کھلیانوں کی خوشبو شامل ہے۔

ان نغموں میں نظریہ پاکستان کا تحفظ، اسلامی ثقافتی رنگ، محبت، اخوت، حب وطن، افواج پاکستان سے وابستگی اور اسلام دوستی کے رنگ شامل ہیں۔ قومی شعراء نے پاکستان کے دلفریب مناظر، وطن کی وادیوں، کہساروں اور وطن کے مختلف شہروں کے قصیدے لکھے۔ اہلِ وطن جب 'چاند مری زمیں' پھول میرا وطن، جیسے نغمات سنتے ہیں تو اپنی مٹی سے ان کی محبت دیدنی ہوتی ہے۔ قوم کا ہر فرد یہ نغمے گنگنا کر اپنی ماں دھرتی سے محبت کا اظہار کرتا ہے۔

اگرچہ قیام پاکستان کے وقت پاکستان کا میڈیا ریڈیو پاکستان کے پاس سہولتوں کا شدید فقدان تھا۔ مگر وطن کی محبت میں ہر طرح یہ وطن کی محبت کے گیت سامعین کے لہو گرمانے کے لیے پیش کرنے کا انتظام کیا جاتا۔ پاکستان کے پاس اس وقت صرف تین ریڈیو کے مراکز تھے۔ ریڈیو پاکستان لاہور مرکز، ریڈیو پاکستان ڈھاکہ مرکز اور ریڈیو پاکستان پشاور مرکز، ریکارڈنگ کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے پاکستان کے قیام ہی سے براہِ راست نغمہ پیش کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔

ریڈیو پاکستان پشاور مرکز سے احمد ندیم قاسمی کا لکھا نغمہ جس میں اہل وطن کو وطن کے حصول کی مبارک باد دی گئی تھی 'پاکستان بنانے والو! پاکستان مبارک ہو، اسی رات پاکستان ریڈیو لاہور مرکز سے شوکت تھانوی کا نغمہ "چاند روشن چمکتا ستارہ رہے، سب سے اونچا یہ جھنڈا ہمارا رہے" منور سلطانہ اور دلشاد بیگم کی سریلی اور دل آویز آوازوں میں نشر ہوا تو اسے سن کر ہر آنکھ فرط جذبات سے بھر آئی۔ یہ نغمہ آج بھی ہر دل کی آواز ہے۔

اس ابتدائی دور میں پاکستان ریڈیو کے پاس ریکارڈ کرنے کی سہولتیں تقریباً نہ ہونے کے برابر تھیں۔ اس لیے بہت سے نغمے جو براہِ راست پیش کیے گئے وہ نغمہ نگاری کی تاریخ کا حصہ نہیں بن سکے۔ اس دوران سرکاری "قومی ترانہ"'حفیظ جالندھری' کا لکھا ہوا تھا اس کی ریکارڈنگ کی گئی اور قوم کے لے اعزاز کا باعث بنا،

اس کے علاوہ پاکستانی پرچم، وطن سے محبت، آزادی، جوش وولولہ، کلام اقبال، وطن کے لوگوں کے نام، اخوت وبھائی چارے کے جذبے سے بھرپور نغمے نشر ہوئے۔

1948ء میں کراچی (جو اس وقت دارالحکومت تھا) میں ریڈیو پاکستان کا آغاز ہوا۔

1965ء کی پاک بھارت جنگ سے پہلے ریڈیو پاکستان کے مختلف مراکز کے علاوہ گراموفون کمپنیوں نے بھی ان نغموں کی ریکارڈنگ میں ریڈیو پاکستان کی معاونت کی۔ قومی نغمات کی نشریات اور فروغ میں اپنا کردار ادا کیا۔ پاکستان کے فلمی شعبے نے بھی اپنی فلموں میں جو قومی نغمے شامل کیے ان سے عوام میں قومی جوش و جذبہ اور اپنی مٹی سے محبت کا رویہ پروان چڑھا۔

1956ء میں ملک کو پہلا آئین نصیب ہوا تو 1958ء میں جمہوریت ختم ہو گئی اندرونی انتشار کی بنا پر مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ اس کے بعد 65ء کی جنگ سے پہلے کے نغموں میں قومی نغمہ نگاروں میں نئے موضوعات کا اضافہ کر دیا۔ یوں جنرل محمد ایوب خان پاکستان کے پہلے فوجی صدر بنے جن کا نام قومی نغمات کا موضوع بنا اور یہ نغمے نشریات کا حصہ بنے۔

ستمبر 1965ء پاکستان کی قومی وملی تاریخ کا وہ سال جب کئی سالوں سے موقع کی تلاش میں بیٹھے دشمن بھارت نے رات کی تاریکی میں حملہ کیا۔ پاکستان کی مسلح افواج نے قومی تاریخ میں جرأت اور بہادری کا وہ باب لکھا جس نے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ کر دی۔

دشمن نے رات کی تاریکی میں اہل وطن کو للکارا۔ اب وطن اور اہل وطن کی سلامتی اور بقا جواں سپاہیوں کے ہاتھ میں تھی۔ دشمن کو ہر محاذ پر فوج اور عوام کی طرف سے منہ توڑ جواب دیا جارہا تھا فوج کے دلیر سپاہی آہنی دیوار بنے ہر حملہ پسپا کر رہے تھے۔

اس دوران صدر پاکستان کی آواز پاکستان کی ریڈیائی لہروں سے براہِ راست عوام الناس تک پہنچی اور اس آزمائش کی گھڑی میں دشمن کو ایسا جواب دینے کے لیے کہا گیا کہ اس کی توپیں ہمیشہ کے لیے خاموش کر دی جائیں۔

ایسے میں پوری پاکستانی قوم اپنے اپنے حصے کا فرض ادا کرنے کے لیے آئی اس دوران شعراء سازندے اور صداکار سب اپنے اپنے متعلقہ محاذ پر مورچہ بند ہو گئے۔ شعراء نے وہ شاہکار نغمے تخلیق کیے جن میں جوش و جذبے کا سمندر موجزن تھا۔ اور صداکاروں نے اپنی جوشیلی آوازوں میں اہل وطن کا لہو گرمایا۔

ریڈیو پاکستان تحفظ وطن اور افواج کا ولولہ بڑھانے والے گیت نشر کر رہا تھا۔ اس جنگ میں افواج نے

جرأتوں اور بہادری کی لازوال داستانیں رقم کیں تو دوسری طرف شعراء، سخن وروں اور فنکاروں نے قومی نغمہ نگاری اور نغمہ سرائی کی نئی حربی تاریخ کا باب رقم کیا۔ یہ سترہ روز جنگ قومی نغمہ نگاری کا زریں دور ثابت ہوا۔ اس دوران بنائے گئے قومی نغموں نے قومی شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ ان شعراء نے جنگ زدہ ماحول میں ارضِ وطن سے اپنی لازوال محبت کے گیت گائے۔ اس جنگ میں جن شہروں کو دشمن نے خاص طور پر نشانہ بنایا شعراء نے ان تمام شہروں اور ان کے دلیر افراد کو خراج تحسین پیش کیا ان کا حوصلہ بڑھایا۔

میجر عزیز بھٹی شہید، جو اس جنگ میں شجاعت کا استعارہ بن گئے افواج پاکستان کے اس جری جوان اور انہیں ملنے والے 'نشان حیدر' کو موضوع سخن بنایا۔ اس جنگ میں جو نغمات تحریر کیے گئے ان کا لہجہ بڑا جاندار اور دبنگ ہے۔ ان نغموں میں رزمیہ رنگ نمایاں ہے۔ بعض نغموں میں رجز کا انداز بھی نمایاں ہے۔ یہ نغمے دشمن کو للکارنے اور اپنے جوانوں کا لہو گرمانے کے لیے تخلیق کے گئے۔ ان نغموں میں مسلط کردہ جنگ کو اپنی سرزمین اور قوم کی بقا اور سالمیت کی جنگ کہا گیا اور قوم اور افواج کو ترغیب دی گئی کہ وہ اپنی جغرافیائی حدود کی حفاظت کریں اور عوام اپنی املاک اور ناموس کے تحفظ کے لیے ڈٹ جائیں۔

ایسا ہی ایک مقبول نغمہ جو قیوم نظر نے لکھا اس کے ہر بول میں وہ جادو گری نظر آتی ہے کہ جب یہ سماعتوں سے ٹکراتے ہیں تو اس نغمے کی صوتی کشش اپنے سننے والوں کو میدان جنگ کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔ اس کے اشعار

اٹھو! کہ وقت لازم ہے، اٹھو کہ وقت جنگ ہے
یہ جنگ ہے عوام کی، عوام کی یہ جنگ ہے
بچاؤ اپنے ملک کو بچاؤ اپنی وادیاں
بچاؤ اپنی شاہراہیں، بچاؤ ریل گاڑیاں
بچاؤ اپنے بام و در، بچاؤ اپنی بستیاں
اٹھو کہ وقت لازم ہے، اٹھو کہ وقت جنگ ہے

ایسے نغمے جن کو سن کر جنگ اور گولہ وبارود کا اثر زائل ہو جائے اور سینوں میں جوش وولولہ سما جائے۔ اس دوران تحریر ہونے والے نغموں میں جوش خطابت نمایاں ہے۔ اور افواج اکستان کے مورال کو بلند کرتے ہیں۔ ان میں جوش اور جذبہ اپنے عروج پر دکھائی دیتا ہے۔

یہ سترہ دن قومی نغمہ نگاری میں عقیدتوں کا ایک نیا باب رقم کرتے ہیں۔ 1965ء کی جنگ سے پہلے

قومی نغموں کے موضوعات میں قومی پرچم، اپنی مٹی سے محبت، ارض وطن کے لیے دعائیہ کلمات، قائداعظم دیگر رہنماؤں کو خراج عقیدت پاک فوج سے محبت و عقیدت وطن کے کسانوں اور کھیت کھیلانوں کے گیت کے گیت شامل تھے۔ مگر اس جنگ کے دوران نغمات میں حربی اور عسکری رنگ غالب آ گیا۔ یہ رنگ بعد کے دور میں بھی غالب رہا۔ دوران جنگ ہر ریڈیو سٹیشن سے قومی نغمات گونجنے لگے۔ پاکستان کے تمام قومی نغمہ نگار، سازندوں اور گلوکاروں کا رخ ریڈیو کے مرکز کی طرف ہو گیا۔ ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم جیسے شعراء سے فی البدیہہ نغمے موقعہ کی مناسبت سے لکھوائے جاتے اور سازندے ان کی دھن ترتیب دیتے اور صداکار براہِ راست اپنی سریلی اور جذبات سے پر آوازوں میں سامعین کی نذر کر دیتے تھے۔

آپریشن دوارکا، ہو یا 'چونڈا کا محاذ، فوج کا جذبہ بڑھانے اور دشمن کو للکارنے والے نغمے برابر جاری ہوتے رہے۔ اس جنگ کے دوران پاکستان کے مشرقی حصے کی قربانیاں بھی بے مثال تھیں۔ گویا 1965ء کی جنگ کے دوران وطن کے نغموں اور فوج کے غازیوں اور شہدا کو خراج تحسین پیش کرنے کا جو سلسلہ شروع ہوا اس سے پاکستان کی قومی نغمہ نگاری کی تاریخ میں ایک نئی جہت اور موضوعاتی جدت کا اضافہ ہوا۔

جنگ ستمبر کے بعد ریڈیو سے نشر ہونے والے کچھ جنگی ترانے پاکستانی فلموں میں بھی شامل کیے گئے۔ یہ فلمیں معاہدہ تاشقند' کے بعد نشر ہوئیں۔

پاکستان کی فضائی افواج کے لیے لکھا گیا پہلا نغمہ ستمبر کی جنگ کے دوران نشر ہوا۔ یہ نغمہ 'سید رئیس فروغ، نے لکھا تھا اس کے بول تھے

"شاہین صفت یہ تیرے جواں اے فضائے پاک!"

'آپریشن دوارکا' کی کامیابی کے بعد پاکستانی بحری افواج کے لیے 'جون ایلیا' کا تخلیق کردہ تاریخ ساز نغمہ، ریڈیو پاکستان کراچی نے احمد رشدی وغیرہ کی آوازوں میں نشر کیا۔ یہ نغمہ آج بھی یوم پاک بحریہ پر پورے اعزاز کے ساتھ نشر کیا جاتا ہے:

"فرمانروائے بحر عرب پاک بحریہ"

اقوام متحدہ کی کوششوں سے 23 ستمبر 1965ء کو جنگ بندی کی گئی مگر قوم اور افواج پاکستان میں جذبہ جہاد، شوقِ شہادت اور اپنی مٹی سے وابستگی کے جو انمول جذبات پیدا ہوئے وہ تا دیر قائم رہے۔ تاشقند کے معاہدے کے بعد ریڈیو پاکستان نے جنگی اور حربی ترانے نشر کرنے کم کر دیے لیکن اب جو بھی نغمہ نشر ہوتا اس میں اپنے مجاہدوں، شہداء اور غازیوں کے جذبات لازماً موجود ہوتے تھے۔

اس تمام عرصے میں جو نغمات سامنے آتے ہیں ان میں قوم فتح کی خوشی سے ہمکنار ہوئی اس لیے ہجرت کا سانحہ وقتی طور پر پس منظر میں چلا گیا۔ مارشل لاء کا گھاؤ بھی عارضی طور مندمل ہو گیا۔ یہ فتح تمام رنج و الم کا کسی حد تک مداوا بن گئی۔ اس عرصے کے قومی نغموں میں وطن کی تعمیر نو خوشحالی اور ترقی کی نئی راہوں کی طرف بڑھنے کا جذبہ اور سب سے بڑھ کر قوم کا اپنی فوج کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ ان نغموں میں ایک عام فردِ قوم اور اگلے محاذوں پر مورچہ بند سپاہیوں کا فرق ختم کر دیا۔

اس جنگ کے نغموں کی اہم بات بھارت کے ان گیتوں کی 'پیروڈی' ہے جو جنگ سے پہلے پاکستانی ریڈیو کے مراکز سے نشر ہوتے تھے۔ یہ دشمن کا مضحکہ اڑانے اور اسے اخلاقی اور نفسیاتی طور پر اسے کمزور کرنے کے لیے ایک اچھوتا اور کارگر ہتھیار ثابت ہوا۔ فتح اور کامرانی نے تمغہ نگاروں کے ہاں احساسِ تفاخر پیدا کیا اور اس کا بجا طور پر اظہار نغموں میں ہوا۔

ان قومی نغموں میں نئی قومی حربی لغت کا اضافہ ہوا۔ نئے خیالات، تشبیہات، استعارے اور تمثیلات وضع ہوئیں۔ ستمبر کی جنگ کے بعد قومی نغموں میں عسکری رنگ نمایاں ہوا۔ اس دور میں ہونے والے دیگر واقعات بھی نغموں کا موضوع بنے۔ مثلاً صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی حکومت کے دس سال پورے ہونے پر جشن منایا گیا اس حوالے سے نغمے لکھے اور نشر کیے گئے۔ دعائیہ رنگ نغموں میں شامل ہوا۔ کلام اقبال جو جنگ 65ء سے پہلے غزل کے انداز میں گایا جاتا تھا اب اسے خالص قومی اور حربی دھنوں میں پیش کیا جانے لگا اور یہ کلام ریڈیو پاکستان کے ہر مرکز سے ریکارڈ کیا گیا اور نشر کیا گیا۔

قومی نغمات کی ریکارڈنگ اور نشریات کے حوالے سے ایک بالکل نئی جہت سامنے آئی وہ ہے 1966ء میں ریڈیو پاکستان لاہور اور کراچی مراکز کا مختلف سکولوں اور تعلیمی اداروں کے طلباء کو ملا کر قومی نغموں کی ریکارڈنگ کا سلسلہ۔ اس سے پہلے اس طرز کے نغموں کی مثال دوسری جنگ عظیم کے دوران سامنے آئی اور یہ سلسلہ یورپ اور امریکہ میں شروع ہوا۔ اس کا نام Sing Together رکھا گیا۔ پاکستان میں 65ء کی جنگ کے بعد پاکستان ریڈیو ٹرانسکرپشن سروس کے نگران سید سلیم گیلانی نے یہ سلسلہ شروع کیا اور اسے "جمہور کے گیت"، کا نام دیا۔ اس پروگرام میں جنگ 65ء میں مقبول ہونے والے قومی نغمے کراچی اور لاہور کے طلباء نے کورس میں گائے تو کبھی دیگر صداکاروں کے ساتھ مل کر۔

اسی دور میں پاکستان میں ٹیلی ویژن کی نشریات کا آغاز بھی ہوا۔ مگر ریڈیو پر گائے گئے نغمات ہی پاکستان ٹیلی ویژن بھی پیش کر رہا تھا۔ جنگ کے بعد پاکستان فلم کی صنعت بھی متحرک ہوئی اور پاکستان فلم نگری

نے جنگ ستمبر اور جہاد کے موضوع پر فلمیں بنائیں جن میں منظر کی ڈیمانڈ کے مطابق کوئی قومی نغمہ جنگی ترانہ لازماً شامل کیا جاتا تھا۔

ستمبر کی جنگ میں محاذوں پر ڈٹے جوانوں کا لہو گرمانے کے لیے صداکاروں، فنکاروں نے محاذوں پر جا کر براہِ راست نغمے گائے، گلوکار شوکت علی کھیم کرن' کے محاذ پر قومی جوانوں کے جنگی مورچوں میں خود گئے اور اپنے جوانوں کو جنگی اور ملی ترانے سنائے۔ ان کی آواز میں وہ للکا اور گھن گرج تھی کہ دشمن کے سامنے سینہ سپر سپاہیوں کا جوش وولولہ بے تحاشہ بڑھ جاتا۔ ان میں ایک نئی ترنگ اور تراوٹ پیدا ہوتی۔ کھیم کرن کے مورچوں پر جو نغمے انہوں نے گائے اور سپاہیوں کا لہو گرمایا۔ ان میں "اے راہ حق کے شہید ووفا کی تصویرو!' جو اس سے پہلے نور جہاں گا چکی تھیں۔ اس کے علاوہ شوکت علی اور مسعود رانا نے اپنی پر جوش آواز میں پوری گھن گرج کے ساتھ نغمہ "اے دشمن دیں! تونے کس قوم کو للکارا" گایا تو ان کی آواز میں جو رعب اور دینی جلال محسوس ہوتا ہے وہ حقیقت میں دشمن کے لیے کسی 'صوتی بم' سے کم نہیں تھا۔

71ء کی جنگ تک کا عرصہ نغمہ نگاری کا وہ باب ہے جب نغموں میں اہل وطن کی اپنی سرزمین سے محبت، تجدیدِ عہد وفا، تعمیر ملک وملت، افواج وطن سے لگاؤ، عقیدت اور آزادی کے جذبات کا اظہار کیا گیا۔ اپنی ملت اور فوج پر فخر کیا گیا۔ قومی خود اعتمادی کی فضا قائم تھی۔ نغمہ نگار شعراء کے نغموں میں زیادہ پر اعتمادی اور خاص طور پر ایک فاتحانہ شان نمایاں تھی۔

مل جل کر تعمیرِ وطن کرنے اور وطن کو بہاروں کی سرزمین بنانے کا عزم تھا۔ کل بیالیس (42) جوانوں پر مشتمل تھی۔ انہوں نے 'ہلی بوگرہ سیکٹر' میں دشمن کے پانچ سو چالیس (540) سپاہیوں کو جہنم واصل کیا۔ اس صورت حال پر فوری ایک نغمہ لکھا گیا۔ جس کو لکھنے والے "منظور حسین جھلا' تھے عنایت حسین بھٹی کی للکار دار آواز میں یہ نغمہ افواج کی نذر کیا گیا۔

غازی اتے کرم نبی ﷺ دا، رب دے رنگ نیارے نے
ساڈے صرف بتالی شیر اں، پنج سو چالی مارے نے

ان نغموں میں ملی جوش وجذبہ اور دینی جاہ وجلال نمایاں تھا۔ اس کے علاوہ رزمیہ رنگ اور جنگی گھن گرج کا اظہار بھی تھا۔

اسی جنگ میں بھارتی گیتوں پر پیروڈی نغمے بھی لکھے گئے، ان نغموں کو عوام میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ مگر جنگ کے بعد ان نغموں کی نشریات پر پابندی لگ گئی اور یہ نشر نہیں کیے گئے۔ اس دور میں

پاکستان ٹیلی ویژن بھی مستحکم ہو چکا تھا۔ ٹیلی ویژن 65ء کے جنگی نغمے بھی نشر کر رہا تھا۔ 1971ء کی جنگ کے نغموں میں روایتی جذبہ حب الوطنی قومی غیرت وحمیت، جذبہ جہاد اور شہادت کے والہانہ انداز کے علاوہ دشمن بھارت کو جنگ 65ء کا نتیجہ یاد دلانے کے موضوع پر مبنی نغمے لکھے گئے۔

اس جنگ کے دوران ریڈیو پاکستان کراچی اور لاہور مراکز نمایاں رہے مشرقی پاکستان سے ڈھاکہ ریڈیو نے خدمات سرانجام دیں۔

71ء کی جنگ اور سانحہ مشرقی پاکستان کے بعد قومی نغمہ نگاری میں نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سانحے کے بعد نئی سمت کا تعین کرنے اور قوم میں پیدا ہونے والی مایوسی اور دکھ کی کیفیت کو دور کر کے انہیں پھر سے امنگوں اور جذبوں بھری زندگی کی طرف لانے کی ضرورت تھی۔ اب جو نغمے لکھے گئے ان میں اس سانحہ کا تذکرہ موجود تھا مگر قوم جس نفسیاتی بحران کا شکار تھی اس سے نکالنے اور اس کی بحالی کے لیے نغموں میں امید آس اور رجائی لہجہ نمایاں ہوا۔

پاکستانی افواج جنہیں فقط شہادت یا فتح کا تمغہ سجا کر میدان جنگ سے لوٹنا ہوتا ہے۔ جب انہیں دشمن کے سامنے ہتھیار پھینکنا پڑے تو اس وقت نفسیاتی طور پر سپاہی کی کیفیت کیا ہو گی۔ مزید اس پر سپاہیوں اور دیگر شہریوں کا قیدی بنالیا جانا۔ قیدیوں کی واپسی اور ان کی بحالی کے ساتھ ساتھ قوم کے سخن وروں پر یہ ذمہ داری عائد ہو گئی کہ وہ قومی نغموں کے ذریعے قوم اور سپاہیوں کو اس کرب سے نکلنے میں مدد کریں۔ سو اس دور کے نغموں میں انھوں نے پاکستان کے دولخت ہونے اور پھر مغربی پاکستان میں ایک زندہ قوم کی حیثیت سے پھر ایک بار تعمیر ملک وملت کے راستے پر چلنے کی ترغیب دلائی گئی۔

جنرل ضیاء الحق کا رجحان مذہب کی طرف زیادہ تھا۔ ان کی اسلامائزیشن کی پالیسی کی وجہ سے نغموں میں بھی اسلامی رجحان آیا۔ نظریہ پاکستان کو اجاگر کرنے والے نغمے لکھے گئے۔

تعمیرِ نو کے جذبات پیدا کرنے کے لیے کسانوں، مزدوروں اور دیگر محنت کشوں کو بہت اہمیت دی گئی۔ اس لیے اس دور کی قومی نغمہ نگاری میں محنت کشوں کا رنگ بھی غالب رہا۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ حکومتِ پاکستان نے اس دور کو "عوامی دور" کا نام دیا۔ اس لیے قومی نغمہ نگاروں نے اسے نغموں کا موضوع بھی بنایا۔

سانحہ مشرقی پاکستان کے بعد جنگی قیدیوں کی واپسی کا مسئلہ اس وقت کے وزیر اعظم نے سفارتی ذرائع کے ذریعے حل کرایا تو اسیر سپاہی اور شہری واپس آنے لگے۔ تو قومی سخن وروں اور فنکاروں نے انہیں خوش

آمدید کہنے ان کا حوصلہ بڑھانے اور ان کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کرنے کے لیے نغمے لکھے۔ انہیں اپنے ترانوں اور دھنوں کے ذریعے وطن میں خوش آمدید کہا۔

70ء کی دہائی میں پنجاب، سندھ، بلوچستان میں آنے والے بدترین سیلاب کو نغموں کا موضوع بنایا گیا۔ اسی دہائی میں اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور میں ہوئی اس موضوع پر نغمے لکھ گئے اور مہمانوں کی آمد پر نشر کیے گئے۔

اس واقعے سے قوم میں نیا قومی و ملی جوش پیدا ہوا اس جوش کو مزید بڑھانے کے لیے مسلم امہ کے لیے ترانے بھی قومی نغموں کی فہرست میں شامل ہوئے۔

سقوطِ ڈھاکہ سے قوم میں مایوسی اور پژمردگی کی کیفیت طاری تھی۔ اس لئے اکثر ترانوں کا موضوع تعمیر وطن بنا۔ اس دوران قوم کو اس وقت کے وزیر اعظم نے پیغام دیا کہ اب جنگ کھیتوں اور کارخانوں میں لڑی جائے گی۔ شعراء نے عوام میں ولولہ اور خوشحالی کی امنگ پیدا کرنے کے لیے اس موضوع کو لے کر نغمے لکھے جنہیں، سید سلیم گیلانی (ریڈیو ٹرانسکرپشن سروس کے نگراں) نے "روشنی کے گیت" کا عنوان دیا۔ گویا یہ مایوسی کے اندھیروں سے روشنی یعنی امید اور تعمیر کی طرف سفر تھا۔

اسی دور میں علامہ محمد اقبال کی اور قائد اعظم محمد علی جناحؒ کا سوسالہ جشن بھی منایا گیا۔ جس کی بنا پر کلام اقبال کی خصوصی نشریات کا اہتمام کیا گیا۔ علامہ اقبال کا کلام ملی نغموں میں ایک اہم جہت کا درجہ رکھتا ہے۔ 1977ء میں بھٹو دور ختم ہو گیا، ضیا دور شروع ہوا۔ 1977ء میں پھر ایک بار ملک میں جمہوریت کی بساط لپیٹ دی گئی۔

اس دور کا آغاز جولائی 1977ء میں اس وقت ہوتا ہے جب جنرل محمد ضیاء الحق، ذوالفقار علی بھٹو (جو اس وقت پاکستان کے وزیر اعظم تھے) کی حکومت ختم کرنے کا اعلان کیا اور ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ یہ وہ دور تھا جب وزیر اعظم کے خلاف عوامی تحریک کا عروج تھا ملک گیر احتجاج کا ایک سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ عوام الناس کی اکثریت نے سقوطِ ڈھاکہ کا اصل مجرم وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو قرار دینا شروع کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ لسانی بنیادوں پر قوم پرستی کا عنصر بھی معاشرے میں پیدا ہو گیا تھا۔

اس دور میں اگرچہ پاکستان نے صنعتی شعبے میں قدم جمانا شروع کر دیے تھے۔ ادھر روس نے افغانستان پر چڑھائی کر دی تھی۔ اس دور میں تخلیق کیے جانے والے قومی نغموں میں ایک نیا جذبہ داخل ہوا۔ جب صدر مملکت جنرل ضیاء الحق کا مذہبی میلان اور دین پسندی کے اثرات ملک بھر کے عوام پر ہونے لگے۔

علاوہ ازیں قومی نغموں میں اسلامی اقدار کے ساتھ ساتھ نظریہ پاکستان کو مد نظر رکھا جانے لگا اور اسلامی متن یوں تو ہر دور کے قومی نغموں میں شامل رہا مگر اس دور میں بطور خاص اس کا اہتمام کیا گیا گویا یہ عنصر حب وطن اور حب اسلام میں ہی شامل تھا اس دور میں اسے خصوصی اہمیت دی جانے لگی۔

ان تمام امور کے علاوہ نغموں کے حوالے سے جدت نگاری کا پہلو ہے جو اس دور پر مغربی اثرات کی وجہ سے آیا۔ اب نغموں کی جو دھنیں مرتب ہو رہی تھیں۔ اس میں "پاپ" کا جدید رنگ بھی شامل ہو گیا تھا۔ یوں نہ صرف نغمے لکھنے کی حد تک بلکہ اس کی موسیقی ترتیب دینے کے انداز بھی اس جدت کی وجہ سے متاثر ہوئے۔ اس دور کے نغموں میں دورِ جدید کے اثرات کی وجہ سے پرانے نغمات ہی زیادہ تر 'ری ڈویاری مکس' کر کے پیش کیے گئے۔

یہ مفروضہ بھی غلط ہے کہ جنرل ضیاء الحق کی بے جا اسلام پسندی کے پاکستانی ثقافت پر قد غن لگا کر اسے نقصان پہنچایا، ایسا نہیں ہوا بلکہ بے جا مغربیت پسندی پر قابو پالیا گیا اور مغرب زدہ کلچر اب اسلامی ثقافت کی جگہ لینے لگا اور یہی اثرات ملک کی قومی نغمہ نگاری میں نظر آنے لگے۔ ٹیلی ویژن اب گھر گھر رسائی حاصل کر چکا تھا، فلمی صنعت زوال پذیر تھی۔ مگر پھر بھی لاتعداد فلمیں بنائی گئیں اور ان میں قومی جذبات اور حب وطن کی عکاسی کرنے والے نغمے شامل کیے گئے۔

ستر کی دہائی کا ضیاء دور سے پہلے کے سالوں میں جب پاکستان کا الیکٹرانک میڈیا، ریڈیو پاکستان، پاکستان ٹیلی ویژن اور فلم کی صنعت میں قومی نغمات کی نشریات اپنے عروج پر تھیں۔ اس دور میں جو قومی نغمے بنائے گئے ان میں سے بہت سے جذبہ حب وطن کی وجہ سے لانگ پلے، میں شامل کیے گئے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس دور میں پہلی بار 'کیسٹ' کا چلن ہوا یوں قومی نغمات بھی 'کیسٹ ریکارڈ کی صورت میں دستیاب ہوئے۔ اس دور میں قومی نغمہ لازمی جزو کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ اس دور کی فلموں نے بھی قومی نغموں کے فروغ میں مرکزی کردار ادا کیا کچھ اردو اور پنجابی فلموں میں شامل نغمے 'سٹریٹ سانگ بھی بنے۔

قومی نغمہ نگاری اور نغمہ سازی کا یہ سنہری دور ہے۔ جو قومی نغموں کے تمام ادوار پر حاوی ہے آج بھی ان نغموں کو اگر نہ سنا جائے تو قومی اور ملی تہوار بے رونق اور پھیکے محسوس ہوتے ہیں۔

1987ء میں بننے والے نغمے نے قومی نغمہ نگاری کی تاریخ میں نیا باب رقم کیا یہ نغمہ تخلیق کرنے والے "نثار ناسک" ہیں اور اسکی موسیقی شعیب منصور نے دی جبکہ اسے گا کر اپنی آواز میں امر کر دینے والے

'جنید جمشید' ہیں۔ پاکستانی نغمہ نگاری کی تاریخ کے اس مقبول ترین جدید نغمے نے نشر ہوتے ہی قومی نغمات کا مزاج اور انداز بدل کرر کھ دیا۔ تاریخ میں پہلی بار کوئی نغمہ جدید دھنوں کے ساتھ پاپ میوزک میں پیش کیا گیا اور پوری قوم اس کے سحر میں کھو گئی۔

اس دور میں پاکستان ٹیلی ویژن نغمے تخلیق کروانے، انہیں سازو آواز سے سجانے اور نشریات کا حصہ بنانے میں سب میڈیا سے سبقت لے گیا۔ اس دور کے نغموں کے موضوعات بھی دعائیہ عنصر شامل تھا۔ پاکستان کی بری، بحری اور فضائی تینوں افواج پر نغمے لکھے گئے۔ سبز ہلالی پرچم، ملی و قومی اتحاد اور بھائی چارہ، حب وطن، ملک کے کسان، ہاری، شاعر اور فنکاروں پر نغمے بنائے گئے۔ کھیل خاص طور پر عالمی کرکٹ کپ کے بارے میں بہت سے نغمے بنے۔

اس دور کے نغموں میں زمینی وابستگی مزید گہری ہوئی۔ اپنی مٹی سے تعلق اور اپنی سر زمین کو خوشحال بنانے کا عزم شامل ہوا۔ اس دور کے قومی نغموں میں کسی حد تک ذہنی اور نفسیاتی آسودگی کا احساس ہوتا ہے کیونکہ قوم نے کرب اور اذیت کا سنگ میل عبور کر لیا تھا جس کا سامنا مشرقی پاکستان ک علیحدگی کی صورت میں اسے کرنا پڑا تھا۔

بیسویں صدی کا آخری عشرہ جس میں مغربی موسیقی کے اثرات بڑی تیزی سے ہوئے۔ یہ قومی نغمہ نگاری کا جدید دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں جو ملی نغمے لکھے گئے ان میں قومی و ملی جذبوں کا رنگ نمایاں رہا۔ یہ عشرہ ایک بار پھر پاکستانی قوم کے لیے خوشیوں کا پیامبر بنا۔ ایک بار پھر قوم میں خوشیوں اور خوشحالی کا دور آیا۔ یہ عشرہ جیت اور فتح کا عشرہ ہے۔ یہ وہ عشرہے جس میں اہلِ وطن کے غم وغصے مایوسی، کرب اور قیام پاکستان سے اب تک جو زخم ملے انہیں مندمل کرنے کا وقت، اس پورے عشرے میں اہل وطن ذہنی ونفسیاتی اور قومی، اخلاقی، سماجی حتی کہ بین الاقوامی سطح پر بھی آسودگی سے آشنا ہوئے۔ اس دوران میں ایسے عظیم واقعات ہوئے جن سے اہلِ وطن کا سر فخر سے بلند ہوا، قوم نے ایک بار پھر سر اٹھا کر جینا شروع کیا۔

اس دور میں سب سے اہم بات ہے کہ پاکستان نے عالمی کپ کرکٹ میچ میں فتح حاصل کی۔ اس لیے اب نغمہ نگاری میں جو موڑ آیا وہ کرکٹ کے حوالے سے نغمے لکھنے کا تھا۔ شعراء سے اس موضوع پر نغمات لکھوائے گئے اس دور میں بننے والے نغموں پر کرکٹ کے حوالے سے قومی جذبوں کا رنگ زیادہ نمایاں ہے۔ ان نغمات سے قوم جو کرکٹ سے بہت لگاؤ رکھتی تھی۔ اس سے قوم میں ولولہ اور جوش و مسرت کے جذبات بڑھے۔ انہیں نغموں کو دوبارہ 1996ء کے عالمی کپ کرکٹ میں ایک بار پھر بھرپور پذیرائی ملی جبکہ ملک دفاعی

چیمپئن تھا اور جنوبی ایشائی ممالک کے ساتھ اس 'میگا ایونٹ' کی میزبانی بھی کر رہا تھا۔ اسی دور میں پاکستان کے قیام کی پچاس سالہ تقریبات منعقد کی گئیں۔ 'گولڈن جوبلی' تقریبات کی وجہ سے قومی نغموں میں ایک بار پھر جوش وجذبہ بہت زیادہ نظر آنے لگا ہر اہل وطن کا دل خوشی سے سرشار تھا۔

پاکستانی عوام اپنے وطن کے حوالے سے بہت زیادہ حساس رویہ رکھتی ہے۔ مجموعی طور پر وطن کو اگر کوئی خوشی ملتی ہے عوام الناس اسے خوب مناتے ہیں۔ مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔ قومی نغمات جگہ جگہ سنے جاتے ہیں۔ ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن اس موقع پر قومی نشریات کا خاص انتظام کرتا ہے۔ ان نغمات کی سریلی دھنوں اور قومی محبت میں ڈوبے میٹھے بولوں پر بھنگڑے اور ڈانس کیا جاتا ہے۔ مگر دوسری طرف حساسیت کا یہ عالم ہے کہ اگر وطن کو کسی قسم کی اندرونی یا بیرونی تخریب کار عناصر سے ذراسا بھی زک پہنچا تو قوم کے جذبات کی وطن کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک افسردگی، تشویش اور بے چینی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ یہ محض اپنی سرزمین سے محبت ہے۔

اس عشرے کے اختتام پر جب دشمن بھارت نے ایٹمی دھماکہ کر کے مجبور کر دیا کہ پاکستان کو بھی مجبوراً ایٹمی دھماکے کر کے روایتی انداز میں دشمن کو بھرپور انداز میں جواب دینا پر، اللہ اکبر کی صدا کے ساتھ ان دھماکوں کا آغاز ہوا۔ اسی مناسبت سے اس دن کو 'یوم تکبیر' کا نام دیا گیا۔

اس دور کی نغمہ نگاری میں 'سیاچن' اور 'کارگل' کے شہداء کی قربانیوں اور سپاہیوں کے جذبہ ایمانی اور جرأت کو بھی نغموں میں خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ نشانِ حیدر پانے والے قوم کے دو سپوتوں کے نام پر بھی نغمے بنے اور نشر ہوئے۔

اس دوران بھارت نے کشمیر پر پھر سے ظلم کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر پوری قوم کشمیر کے ساتھ کھڑی تھی۔ پہلی بار ملک میں یوم یکجہتی کشمیر منایا گیا۔ ملک نے عالم اسلام کی پہلی ایٹمی طاقت ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ چنانچہ نغمہ نگاروں، فنکاروں اور گلوکاروں نے ان واقعات کو منانے کے لیے پھر اپنی خدمات ملک و قوم کے لیے وقف کیں۔ ان نئے موضوعات کو نغموں میں شامل کیا گیا۔ 'یوم تکبیر' عالمی کرکٹ چیمپئن، یوم یکجہتی کشمیر ، گولڈن جوبلی، اتحاد ملی، افواج پاکستان، زمین سے وابستگی، یوم دفاع، قائد اعظم، کلام اقبال (جو ہر دور کا خاص اور پسندیدہ موضوع رہا) اسلامی سربراہی کانفرنس، اور پاکستانی تینوں افواج کے موضوع سے اس دور میں نغمے بنائے گئے۔ ان نغموں میں دعائیہ رنگ بھی غالب ہے۔ ان نغموں میں پہلے ادوار کی نسبت رجائیت کا عمل دخل زیادہ ہے۔ قوم ایک بار پھر آزادی کی خوشیاں اور فتح وکامرانی کی خوشی منارہی تھی۔

"گولڈن جوبلی" کا موقع خاص طور پر قومی نغمات میں ایک نئی جہت لے کر آیا۔ اس کی مناسبت قومی نغموں کو ایک بار پھر عروج ملا اور یوں دل دل پاکستان کے بعد اس حوالے سے جو نغمے بنے انہوں نے ایک بار پھر قوم میں اتنی مقبولیت پائی کہ وہ سٹریٹ سانگ بنے۔ اس حوالے سے نصرت فتح علی خان کا گیا ہوا نغمہ مقبول ترین نغمہ ہے۔ اس کی مقبولیت آج بھی روز اول کی طرح ہے۔ یہ نغمہ ہے۔

"میرا پیغام پاکستان"

## نتائج:

پہلے سوال کا جواب: بلاشبہ میڈیا انسانی زندگی میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ میڈیا کے اثرات سے انکار ممکن نہیں بلکہ اگر کہا جائے کہ میڈیا نے انسانی زندگی کو اپنے زیر اثر کر لیا ہے تو بے جا نہ ہو گا۔ ذرائع ابلاغ یا میڈیا انسانی زندگی میں بہت زیادہ عمل دخل رکھتا ہے۔ نئے نظریات اور نئے رجحانات متعارف کراتا ہے۔ اس طرح منفی اور مثبت دونوں طرح کا شعور لوگوں کو دیتا ہے۔ میڈیا عوام کو اپنے پیغامات کے ذریعے متاثر کرتا ہے۔ یہ پیغامات کسی بھی شکل میں ہو سکتے ہیں۔ مثلاً خبریں، ڈرامے، قومی نغمے موسیقی کے پروگرام، بحث و مباحثہ یعنی جو چیز بھی جو بھی خبر ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوام تک پہنچتی ہے وہ ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ پھر میڈیا اپنے مطلوبہ اہداف حاصل کرنے تک اس پیغام کو بار بار نشر کرتا ہے۔ جس کا بے ساختہ اثر سامعین و حاضرین پر ہوتا ہے۔ آخر کار ان پر روزمرہ زندگی میں رویہ اور رد عمل اس پیغام مطابق آتا ہے۔

میڈیا اپنے یہ پیغامات اچانک یا بے ساختہ نہیں دیتا بلکہ یہ متعلقہ صاحب اختیار طبقہ پیشگی پالیسی سازی کرتا ہے اور پھر ان ہدایات کے مطابق میڈیا اپنی حکمت عملی کا تعین کرتا ہے تاکہ ہدف حاصل کیا جا سکے۔ مگر اس سارے عمل میں سامعین یا عوام بے خبر ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ بڑی آسانی کے ساتھ میڈیا کے پیغامات کا ہدف بنتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ان کی پہلے سوچ یا سوچنے کے انداز پر ان پیغامات کا اثر ہوتا ہے۔ اور پھر جب یہ پیغام بار بار ریڈیو یا ٹیلی ویژن یا کسی اور ذریعے سوشل میڈیا وغیرہ سے نشر ہوتا ہے تو اس کا اثر اس کے رویے پر ہوتا ہے۔ یوں میڈیا اپنے سامعین کو اپنے زیرِ اثر کر لیتا ہے۔

ذرائع ابلاغ اور ابلاغی مواد کی منصوبہ سازی کرنے والے ادارے کمپناں یا کارپوریشین اور اس میں شامل دیگر نمائندے اپنی خدمات کا معاوضہ لیتے ہیں مگر جو اصل ہدف ہوتا ہے۔ اور جس کو متاثر کرنا، حتیٰ کہ اس کی زندگی کے مقاصد تک کو متاثر کیا جاتا ہے وہ اس معاملے میں بے خبر ہوتا ہے نہ تو منفی اثرات پر اس کی تلافی ہوتی ہے اور نہ ہی مثبت اثرات پر اسے سراہا جاتا ہے۔ اور یہ ہے عوام۔ یعنی سامعین یا حاضرین

انفرادی زندگی کو متاثر کرنے کے علاوہ یہ سماج کے اجتماعی شعور کو بھی متاثر کرتا ہے۔ یہ معاشرے میں مثبت اقدار کو رائج کرنے کے لیے تحقیقی و علمی شعور پیدا کرتا ہے۔ معاشرے میں اعلی اخلاقی قدروں کو رواج دیتا ہے اور اسے امن کی جگہ بنانے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اسی طرح میڈیا کو منفی کردار کسی سماج میں غصہ، نفرت پھیلا کر اس معاشرے کو بد امنی، بے چینی اور تخریب کاری کے حوالے کر سکتا ہے۔ شر پسند عناصر کو ہوا دے سکتا ہے۔ بے راہ روی اور برائی کی طرف معاشرے کو لے جا سکتا ہے۔ یعنی میڈیا اتنا طاقتور ہے اور اس کی کسی سماج اور اس کے بسنے والوں پر اتنی مضبوط گرفت ہے کہ چاہے تو اسے تعمیری سوچ اور اعلیٰ اقدار کی طرف لے جائے اور چاہے تو تخریبی اور بے راہ روی کرنے والی سرگرمیوں اور رجحانات کی طرف لے جائے۔

یعنی انسان مکمل طور پر ذرائع ابلاغ کے شکنجے میں ہے یہ اتنا طاقتور ہے اور اتنا غالب آ چکا ہے کہ اس کے ذریعے قومیں اور معاشرے بنائے جا سکتے ہیں اور بگاڑے جا سکتے ہیں۔

دوسرے سوال کا جواب: ملی نغموں سے عوام کی وابستگی بہت زیادہ ہے۔ ملی نغموں میں کسی قوم کی قومی امنگوں اور آرزوؤں کا اظہار ہوتا ہے۔ کسی قوم کے سخن ور یعنی شعراء اسی وقت وطن کی ترجمانی کرتے ہیں جب ان کے دل اپنی سرزمین کی محبت سے سرشار ہوں۔ بغیر جذبہ حب وطن کے شعراء کا قلم وطن سے محبت کے نغمے تخلیق نہیں کر سکتا۔

ملی و قومی نغمہ نگاری کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر نغمہ میں اپنی دھرتی، اپنے لوگوں، اپنے شہروں، دیہاتوں، اپنی افواج اور دیگر چیزوں سے والہانہ محبت کا اظہار شامل ہوتا ہے۔ اس حوالے سے چوں کہ نغموں میں حب وطن کے جذبات ہوتے ہیں جو ہر فرد کی دل کی آواز ہیں۔ اس لیے اہل وطن کو ان نغموں سے بہت زیادہ پیار ہوتا ہے اور وہ ہر ملی تہوار پر یا روزمرہ زندگی میں ان قومی نغموں کو گنگناتے ہیں۔ ان نغموں کے بغیر کوئی بھی تہوار لطف نہیں دیتا بلکہ پھیکا محسوس ہوتا ہے۔

یہ نغمے قوم کے جذبات کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان نغموں میں اپنی سرزمین سے محبت اپنی افواج سے پیار اور عقیدت کا جذبہ شامل ہے۔ اپنے وطن کے حسین مناظر اور اپنے شہروں کی مدح میں بھی نغمے لکھے گئے۔ اپنی قوم میں اتحاد اور یگانگت پیدا کرنے کے لیے نغمے بنائے گئے۔ ان تمام نغموں میں پاکستانی قوم کے جذبات جھلک رہے ہیں۔ اس لیے اہلِ وطن کو ان نغموں میں قومی اور دلی وابستگی ہے۔

ملی نغموں میں شعراء نے اخوت اور محبت کا پیغام دیا۔ وطن کی سربلندی اور اسلامی تعلیمات پر عمل کی

ترغیب دی۔ دراصل وطن اور اہل وطن جن حالات سے گزر رہے ہوں یا جن کیفیات سے دوچار ہوں، شعراء کا قلم ان کا نمائندہ بن جاتا ہے کیوں کہ وہ خود بھی اس معاشرے، اسی سماج اور اسی وطن کے باسی ہیں۔ شاعر کا قلم اپنی قوم اور وطن کے لیے وقف ہوتا ہے۔ قوم جن حالات سے گزر رہی ہوتی ہے نغمہ نگار خود ان حالات کو محسوس کرتا ہے اور وہ ان حالات کی ترجمانی کرنے والے نغمے لکھتا ہے۔

چونکہ نغمہ نگار کا قلم اپنی قوم اور وطن کی امانت اور ان کا ترجمان ہوتا ہے۔ وہ اپنے ہر نغمے میں اپنی قوم کے دلی جذبات اور روزمرہ زندگی اور قومی زندگی کے حالت کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس لیے قوم کو ان نغموں سے دلی وابستگی محسوس ہوتی ہے۔ گویا یہ اس کے دل کی آواز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان نغموں کے ہر بول کے ساتھ جھوم اٹھتے ہیں۔ ان میں نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کی مایوسی کی کیفیت ختم جاتی ہے۔

قومی نغمہ نگاری میں ہر دور میں ملک کی سیاسی، سماجی زندگی کا عکس ملتا ہے۔ اس کے علاوہ زندگی کے دیگر پہلو بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ ان نغموں کے ذریعے قوم میں سیاسی اور قومی و ملی شعور پیدا کیا گیا۔ ان نغموں میں اہل وطن کے تہذیبی، معاشرتی اور نفسیاتی پہلوؤں کے حوالے سے مواد موجود ہوتا ہے اہل وطن کی خدمت، ملکی تعمیر و ترقی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

عوامی جمہوری اقدار کو فروغ ملتا ہے۔ مختلف ادوار میں ہونے والے سیاسی اور فکری انتشار کی جھلک بھی ان نغموں میں موجود ہوتی ہے۔ ان تمام حالات کو نغمہ نگار اپنے جذبوں سے ملا کر نغمہ تخلیق کرتا ہے چونکہ بات اسی معاشرے اور سرزمین کی ہوتی ہے اس لیے یہ ملی نغمے اپنے مرکزی خیال کے حوالے سے عوام الناس کے دل کی کیفیات کے عکاس ہوتے ہیں۔ اپنے وطن سے محبت، اہل وطن کی خیر خواہی، خوشحالی، ترقی اور ان کا مقصد ہوتا ہے جو ہر حب وطن پاکستانی کی دلی خواہش ہے۔ ان نغموں میں بڑوں کے ساتھ ساتھ بچوں کی اخلاقی تربیت اور کردار سازی اور فکری نہج کے حوالے سے نغمے بھی شامل ہوتے ہیں۔ یہ قومی زندگی کے موضوعات ہیں جب یہ نغمے کی صورت میں عوام الناس تک پہنچتے ہیں تو ان میں ایک نئی ترنگ اور نیا جذبہ و شوق پیدا ہوتا ہے۔ اپنوں سے ہمدردی، تعاون، پیار محبت، اتحاد وغیرہ کے مثبت رویے پروان چڑھتے ہیں۔

وطن سے محبت کا جذبہ ہر فرد کے دل میں موجود ہے۔ اپنی دھرتی سے محبت کرنا فطری ہے۔ کسی ملک و قوم کے شعراء میں حبِ وطن کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔ مگر وہ اس کا اظہار عام افراد کی طرح نہیں کرتے بلکہ اس کا اظہار وہ الفاظ کے پیرائے میں کرتے ہیں۔ وہ حب الوطنی کے جذبات کا اظہار وطن کی محبت میں گیت اور نغمے لکھ کر کرتے ہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد اردو نغمہ نگار شعراء نے قومی نغمہ نگاری کے حوالے سے قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ آزادی کی لگن، اس کے تحفظ اور قومی اتحاد و خود داری پر مبنی نغمے لکھے گئے۔ ان نغموں کو پاکستانی میڈیا نے بہت زیادہ اہمیت دی۔ ملی نغموں کی ترویج میں پاکستانی ذرائع ابلاغ کا بڑا کردار ہے۔ شعراء نے ان نغموں کو قوم میں سیاسی، سماجی، مذہبی آگہی کے لیے استعمال کیا۔ ان ابتدائی نغموں میں آزادی کی نعمت کی قدر، وطن سے محبت افواج سے عقیدت اور وطن کی سالمیت کے ساتھ ساتھ اس کا دفاع کا نا قابلِ تسخیر بنانے کو جذبوں کا اظہار کیا گیا ہے۔ سبز ہلالی پرچم سے محبت اپنی مٹی سے وابستگی اور وطن پرستی کے جذبات شامل ہیں۔

قومی نغمہ نگاروں نے قومی اتحاد، نظریہ پاکستان، اسلامی قدروں، قائد اعظم اور دیگر قومی راہنماؤں کے علاوہ دعائیہ نغمات کی صورت میں وطن و قوم سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کیا۔ ان نغموں میں بہت زیادہ جوش اور ولولہ موجود ہے۔

نغمات کے فروغ میں میڈیا کا کردار: پاکستانی میڈیا نے ان نغمات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ بڑی تندہی اور خلوص کے ساتھ میڈیا سے وابستہ ماہرین نے خواہ وہ سازندے تھے، صداکار یا کاریگر سب نے مل کر ریڈیو سے اور ٹیلی ویژن کے ذریعے قوم تک یہ پیغام پہنچایا جو ان نغموں کے ذریعے دیا گیا۔

جذبۂ حب الوطنی کے فروغ میں کردار: قیامِ پاکستان کے بعد ابتدائی دو عشروں میں قومی نغموں میں وطن سے محبت کا اظہار جن صورتوں میں ہوا۔ ان میں اپنی مٹی سے محبت میں وطن کے مختلف شہروں کے نام نغمے لکھے گئے۔ کشمیر کے ترانے لکھے گئے۔ آزادی کے گیت گائے گئے۔ قومی حمیت اور غیرت کو موضوع بنایا گیا۔ اہلِ وطن جن میں بچوں، بوڑھوں قوم کے کسانوں اور مزدوروں کے موضوعات شامل کئے گئے۔ افواج کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے نغمے تحریر کیے۔ شہداء کی قربانیوں کو خاص طور پر ان نغموں کا موضوع بنایا گیا۔

پاکستان کا قومی ترانہ پورے قومی اعزاز کے ساتھ نشر کیا گیا۔ میڈیا کے ذریعے ان نغموں کو گھر گھر پہنچایا گیا۔ ریڈیو پاکستان کے تین مراکز اس دور میں متحرک تھے۔ جن میں ریڈیو لاہور، ریڈیو کراچی اور مشرقی پاکستان میں ریڈیو ڈھاکہ بڑی مستعدی سے خدمات انجام دے رہا تھا۔

1956ء میں ملک کو پہلا آئین ملا۔ یہ دور سیاسی حوالے سے انتشار اور افراتفری کا دور بھی تھا۔ 1958ء میں مارشل لاء نافذ ہو گیا اور جمہوری حکومت کی بساط لپیٹ دی گئی۔ اس کے بعد ملی نغموں کے موضوعات میں کچھ ڈرامائی تبدیلیاں آئیں۔ ایک طرف اہل وطن مارشل لاء کے نفاذ سے نالاں تھے تو دوسری

طرف نغمہ نگار شعراء نے اس مارشل لاء کو "انقلاب" "نئی کرن" اور "بہار تازہ" جیسی اصطلاحات سے نغموں میں شامل کیا۔۔ حتیٰ کہ فیلڈ مارشل جنرل ایوب خان کا نام بھی قومی نغموں میں شامل ہونے لگا۔ مثال کے طور پر 'حفیظ جالندھری' کا تخلیق کردہ نغمہ جس کے بول ہیں:۔

"رہبر ہے ایوب، ہمارا رہبر ہے ایوب"

یہ نغمہ بطور خاص نشر کیا گیا اور عوام میں اسے خوب پذیرائی ملی۔ اس کے علاوہ یہ پاکستان کے پہلے صدر بنے تو بطور صدر انہیں ملی نغموں میں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ ان نغموں سے یوں محسوس ہونے لگا کہ ملک میں جمہوریت سے زیادہ مارشل لاء نظام حکومت زیادہ پسندیدہ اور ثمر آور ہے۔ یہ سب میڈیا کی اپنی ترجیحات کی وجہ سے ہوا کیونکہ اس وقت میڈیا آج کے میڈیا کی طرح مادر پدر آزاد نہیں تھا بلکہ حکومتی پالیسی کے تحت اپنا کردار ادا کرتا تھا۔ صدر ایوب خان کی طرزِ حکومت اور ان کی اپنی ذات کو عوام الناس میں مقبولیت کا رنگ دینا گویا میڈیا کے بنیادی فرائض میں شامل کیا گیا۔

ان ریڈیو کے مراکز کے علاوہ پاکستان کی فلم کی صنعت نے بھی حب الوطنی کے جذبے پر مشتمل فلمیں بنائیں۔ ان فلموں میں وطن، اپنی مٹی اور اپنی افواج سے محبت کو اجاگر کرنے والے نغمے لازماً شامل ہوتے۔ اس دور میں 1965ء تک میڈیا نے ان نغموں کی نشر و اشاعت میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ انہوں نے اپنا مثبت کردار بڑی ذمہ داری سے نبھایا۔ ریڈیو پاکستان کے ان تینوں مراکز کے ساتھ ساتھ پاکستان کی گراموں فون کمپینیوں نے بھی اپنی خدمات وطن کے لیے وقف کر دیں۔ پاکستانی فلم انڈسٹری نے بھی ایسی ہی شاہکار فلمیں بنائیں۔ مثلاً فلم 'بیداری' میں جو نغمے شامل کیے گئے یہ قومی نغمے عوام الناس میں اتنے مقبول ہوئے' کہ یہ سٹریٹ سانگ' بن گئے۔

65ء کی جنگ میں دشمن کو عبرت ناک شکست دینا اور قوم اپنے پرچم تلے متحد ہو کر افواج کے شانہ بشانہ دشمن کے سامنے ڈٹ گئی۔ یہ دور ملی نغموں کا ایک یادگار عہد ہے۔ قوم نے اور پاکستان کی مسلح افواج نے شہادتوں اور جرأتوں کا ایسا باب رقم کیا جس نے ابن زیاد رضی اللہ اور خالد بن ولید رضی اللہ جیسے دلیروں کی یاد تازہ کر دی۔ اس جنگ کے دوران جو نغمہ نگاری ہوئی۔ اس میں قومی احساس تفاخر، سے جینے کا عزم بہت نمایاں ہے۔ شہداء کے بے مثال کارنامے اور شہادتیں لہو کا خراج جو ارض پاک کو دیا، نغموں کا موضوع بنا۔

میڈیا کا کردار قابلِ تحسین ہے۔ ان نغموں نے قوم کی معاشرتی، ثقافتی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ملک کے گمنام فنکاروں کو پہچان ملی۔ نغموں کے علاوہ پاکستانی موسیقی کو نئے سر اور نئے انداز ملے۔ اس

سے پہلے جو گلوکار ہجر و فراق اور محبت کے گیت گا رہے تھے۔ وہی اس جنگ میں حربی اور رزمیہ دھنوں میں بنے جنگی نغمے گا کر اہل وطن اور سپاہ کا لہو گرما رہے تھے۔ یوں دیکھتے ہی دیکھتے ریڈیو پاکستان دشمن کے لیے اپنی بری، بحری اور فضائی افواج کے ساتھ ایک چوتھا محاذ بن کر سامنے آیا۔

یہ میڈیا کا کمال ہے کہ وہ آوازیں، وہ نام جنھیں کوئی جانتا نہ تھا اب وہ قومی ہیرو بن کر میڈیا یعنی ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن کی وجہ سے اپنے سننے والوں کے دلوں میں جگہ بنا رہے تھے۔ اس جنگ میں قومی نغمہ نگاروں نے شاندار نغمے لکھے۔ وہ قلم جو اس سے پہلے فلمی گیت لکھتے تھے اب وہ وطن کے گیت لکھ رہے تھے اور جہادِ وطن کے لیے نغمے تخلیق کر رہے تھے۔

میڈیا ہی کی وجہ سے نغمہ نگاروں کی بجائے صداکاروں کے ناموں کی ایک طویل فہرست موجود ہے۔ یہ نام عوام الناس کو آج بھی یاد ہیں۔ کیونکہ میڈیا بار بار نغمہ نشر کرتے ہوئے ان ناموں کو دہراتا ہے۔ سامعین کی یادداشت میں یہ نام محفوظ ہو گئے۔ پہلے جو گلوکار، فلمی گلوکار، کہلاتے تھے۔ اب وہ قوم کے ہیرو بن گئے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی افواج اور قوم میں نیا جوش و ولولہ پیدا کرنے کے لیے نغمے گائے۔

پاکستان کی فضائی افواج کے لیے پہلا ملی نغمہ 65ء کی جنگ کے دوران نشریات کا حصہ بنا۔ اس نغمے کو سید رئیس فروغ' نے لکھا تھا۔ 'رفیق غزنوی' نے اس کی موسیقی ترتیب دی اور یہ نغمہ گلوکار تاج ملتانی اور ساتھیوں کی آواز میں ریکارڈ ہوا اس نغمے کے بول تھے۔

"شاہین صفت یہ تیرے جواں اے فضائے پاک"

پاکستان کی بحری افواج کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے سب سے پہلا نغمہ جو آپریشن دوارکا' کی کامیابی پر ریکارڈ کر کے نشر کیا گیا۔ اسے 'جون ایلیا' نے لکھا 'استاد نتھو خان' نے اس کی موسیقی ترتیب دی۔ یہ نغمہ ریڈیو پاکستان کراچی سے 'احمد رشدی' 'نگہت سیما اور ساتھیوں کی آوازوں میں ریکارڈ ہوا اور نشریات کا حصہ بنا۔ اس کے بول تھے "فرمانروائے بحر عرب پاک بحریہ۔۔۔ بھارت میں تیرا نام بے باک بحریہ" پاکستانی افواج کے نام سے نغمے لکھوانے اور نشر کرنے کا مقصد ان کے ذریعے اپنے جانبازوں کی قربانیوں اور خدمات کا اعتراف کرنا، ان کے عزم کو بلند رکھنے اور قوم میں ان سے محبت اور عقیدت کے جذبات پیدا کرنا تھا جنگ ستمبر کے بعد معاہدہ تاشقند کے بعد نغموں سے جنگی اور حربی رنگ پس منظر میں چلا گیا۔ میڈیا کے ذریعے ان نغمات کو فروغ دیا گیا۔ جن میں قومی اور عسکری رنگ نمایاں تھا۔

اس دور میں ریڈیو پاکستان نے قومی نغموں کے ابلاغ کی پالیسی میں ایک نیا موڑ لیا۔ اس نے مختلف

سکولوں اور تعلیمی اداروں کے طلباء کو ملا کر قومی نغمات گوائے یہ اپنی طرز کا بالکل نیا منصوبہ تھا۔ اس طرح ریڈیو سے پہلے ہی ان جذبات کا مؤثر ابلاغ کر رہا تھا جو ملی و قومی نغموں کا موضوع تھے۔ اب یہ کردار زیادہ طاقت ور اور زیادہ موثر ہو گیا۔ کیوں کہ اس میں تعلیمی اداروں کے طلباء کو براہِ راست شامل کر لیا گیا۔ اس طرح نشر کیے جانے والے نغمات پسند کرنے والوں کی تعداد کئی گنا بڑھ گئی۔

اسی زمانے میں پاکستانی ٹیلی ویژن نے بھی اپنی نشریات کا آغاز کر دیا تھا۔ اب تینوں ابلاغ کے ذرائع جو نغمے نشر کر رہے تھے وہ رزمیہ اور جنگی گھن گرج کے حامل تھے۔ جذبہ حب وطن اور افواج سے محبت مٹی سے محبت کے جذبات نمایاں رہے۔ میڈیا نے اپنے وطن سے محبت کے بے لوث جذبات کو اجاگر کرنے کے لیے نغموں میں سے وہ نغمے منتخب کر کے ریکارڈ کیے یا نغمہ نگاروں سے لکھوائے جن سے اپنی سرزمین سے محبت کا جذبہ بھرپور انداز میں موجود ہو۔ پاکستان ریڈیو اور اب ٹیلی ویژن نے انہی اقدار کو نغموں کے ذریعے عوام میں رائج کیا۔ جن سے وطن اور افواج وطن سے محبت اور گہری ہو۔ اس عرصے کے نغموں میں روایتی حب وطن سے جذبہ شہادت و جہاد، جنگ ستمبر کا نتیجہ یاد کرانے (دشمن کو) اور نعری زنی کا عنصر نمایاں تھا۔

پاکستانی میڈیا نے اس جنگ میں کاؤنٹر پروپیگنڈہ کی غرض سے بھارتی گیتوں کے پیروڈی نغمے تیار کروائے اور نشر کیے یہ ایک نفسیاتی حربے کے طور پر احساس کمتری پیدا کرنے اور مورال کم کرنے کے لیے نشریات کا حصہ بنے۔ میڈیا نے عوام کی ذہن سازی کے لیے کام کیا۔ پاکستانی قوم اور افواج وطن دولخت ہونے کے سانحے کی وجہ سے مایوسی، کرب، اذیت کے احساس میں ڈوب گئی اور سب سے بڑھ کر حزیمت کا احساس اس وقت بڑا جان لیوا تھا۔ لوگوں کو ایک بار پھر ہجرت کا سانحہ یاد آ گیا۔ اس نفسیاتی کسمپرسی اور بے چارگی کی کیفیت سے نکالنے کے لیے میڈیا نے بڑا مثبت اور ذمہ دارانہ کردار ادا کیا۔

اس دور کو ریڈیو، ٹیلی ویژن اور فلمی نغموں کے عروج کا دور کہا جا سکتا ہے۔ اس دوران ریڈیو پاکستان نے جذبہ حبِ وطن کے تحت لانگ پلے، اور ایکسٹنڈرڈ ریکارڈ، پر یہ نغمے جاری کر دیے اور اس طرح انہوں نے ریڈیو کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔ اب تینوں ذرائع ابلاغ سے ملی نغموں کی نشریات لازمی کر دی گئیں۔ قومی نغمہ نگاروں نے ان حالات کے تناظر میں نغمہ نگاری کی اور میڈیا نے ان نظریات کے فروغ میں بڑا موثر کردار ادا کیا۔

اس دور کے نغموں میں سانحہ مشرقی پاکستان کا کرب اور دکھ بھی جھلکتا ہے۔ قوم کے ذہنوں سے پژمردگی اور اس نفسیاتی دھچکے سے نکالنے کے لیے جذبہ تعمیر وطن بیدار کرنے اور نیا ولولہ اور ترنگ پیدا کرنے

کے مقاصد سے نئے جذبوں کے تحت نئے ترانے لکھوائے گئے۔ ان نغمات کو ریڈیو پاکستان نے "روشنی کے گیت" کا عنوان دیا۔ "اسی اور نوے کی دہائیوں میں لسانی قوم پرستی اور اسلامائزیشن کے اثرات حاوی رہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن حکومتی پالیسی کے تحت تھا اور وہی کچھ اس وقت کا میڈیا دکھا رہا تھا جو فوجی حکومت نے طے کیا تھا۔ میڈیا کے تمام وسائل اسی کا پرچار کر رہے تھے۔

اسلامی متن کو نغموں میں خاص اہمیت دی گئی۔ گویا عوام کا ردِ عمل وہی تھا جو میڈیا کی جانب سے بار بار دکھایا جا رہا تھا۔ میڈیا ہی کی وجہ سے نئے غیر معروف فنکاروں کو قومی نغموں کی وجہ سے ملک بھر میں شناخت ملی۔ اس وقت ٹیلی ویژن ہر گھر میں پہنچ چکا تھا۔ ملک میں مارشل لاء نافذ تھا۔ میڈیا مکمل طور پر حکومتی اثر و رسوخ اور پالیسوں کے ماتحت تھا۔ آج کے میڈیا کی طرح آزاد نہ تھا۔ قومی نغمات کے اثرات اس دور میں غالب رہے۔ آج بھی اس دور کے نغمے ہر قومی تہوار پر نشر کیے جاتے ہیں۔

2000ء بیسویں صدی کا اختتام قوم کے لیے فتح و کامرانی اور قومی احساسِ تفاخر کے ساتھ ختم ہوا۔ پاکستان جوہری طاقت بن گیا۔ اس دن کو "یومِ تکبیر" کا نام دیا گیا۔ یہ قومی نغمہ نگاری کا جدید ترین دور ہے۔ اس دور میں وطن سے محبت کے جذبے کا اظہار قومی زندگی میں رونما ہونے والے واقعات کو موضوع نغمہ بنا کر کیا۔ یہ عشرہ مجموعی طور پر کامیابی و کامرانی کا عشرہ بنا۔ اس لیے اس دور کے نغموں میں قومی خود اعتمادی، سربلندی اور وطن کے مضبوط دفاع کو موضوع بنایا گیا۔ عالمی کرکٹ چیمپئن، پاکستان کی گولڈن جوبلی کا جشن، کشمیر سے یکجہتی کا دن اور سب سے بڑھ کر وطن کا جوہری طاقت بننے کا جشن اس تناظر میں نغموں میں قومی جذبوں کا رنگ نمایاں رہا۔

نغموں کی ترویج میں میڈیا کا کردار: میڈیا نے ان نغموں کی ترویج میں بڑا فعال کردار ادا کیا۔ حتیٰ کہ عالمی میڈیا کے اثرات بہت زیادہ ہوئے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی وجہ سے عالمی سطح پر موسیقی کی دنیا میں جو تبدیلیاں اور جدت آئی، اس کا اثر پاکستانی نغمہ نگاری اور موسیقی کے انداز پر بھی ہوا۔

اس طرح میڈیا کی بدولت ملک میں پاپ میوزک، اور راک میوزک کا دور شروع ہوا۔ اس دور میں قومی نغموں کے حوالے سے پاکستان ٹیلی ویژن ریڈیو کے مقابلے میں زیادہ نمایاں رہا۔ مختلف میوزیکل گروپ بنے۔ میڈیا نے جدید طرز کے ان نغموں کو جتنی زیادہ نشریات میں اہمیت دی، اتنی ہی انھیں عوام الناس میں مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس کے اثرات خاص طور پر نئی نسل پر بہت زیادہ ہوئے۔

یہ میڈیا ہی کا کردار ہے کہ نغموں کی تخلیق میں اب وہ فکری اور فنی معیار نہ رہا اور 'پاپ میوزک' کی

طرح پاپ نغمے لکھے جانے لگے۔ ان نغموں کو لکھنے والے عام طور پر میوزک گروپ کے عام نوجواں ہوتے تھے۔ جو باقاعدہ شاعر نہیں تھے۔ بلکہ الفاظ کو ملا جلا کر نغمہ لکھ لیتے۔ یوں یہ نغمے وقتی طور پر جب میڈیا ان کی زیادہ پروجیکشن کرتا یا پھر اشتہاری کمپینیاں جب تک سپانسر کرتی رہتی تھیں، یہ اس عرصے کے لیے عوام میں مقبول رہے اور بعد میں پس منظر میں چلے گئے۔

اس طرح نغموں میں انگریزی نغمے بھی شامل ہوئے یا پھر اپنی زبانوں میں انگریزی کے الفاظ ملا کر نغمے لکھے گئے۔ یہ جدید دھنوں یا پاپ میوزک میں ریکارڈ کیے گئے۔

میجک بلٹ تھیوری کا اطلاق: 'میجک بلٹ تھیوری' کے مطابق چوں کہ میڈیا کا پیغام براہِ راست انسان کے ذہن کو متاثر کرتا ہے اور بتدریج اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں اور پھر اس کے اس حوالے سے رویے کو بھی اپنے تابع کر لیتا ہے۔ اِس طرح اپنے سامعین وحاضرین سے اپنی مرضی کے مطابق ردِ عمل حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح نغموں کے سامعین ان میں دیے گئے پیغامات سے متاثر ہوتے ہیں اور ان کے دلوں میں وہ جذبات پیدا ہوتے ہیں جو اصل میں ان ملی نغموں کے ذریعے انہیں دیے جاتے ہیں۔ اس طرح سامعین کی سوچ اور ان کا رویہ بدلتا ہے۔

پاکستانی ذرائع ابلاغ نے اپنی قوم اور ملک کی فلاح میں مثبت کردار ادا کیا۔ ان نغموں کی نشریات سے قوم میں حبِ وطن کے علاوہ تعمیرِ نَو کے جذبات پیدا کیے انھیں مثبت اخلاقی قدروں کی ترغیب دی۔

میڈیا کا پروپیگنڈہ منفی اور مثبت دونوں طرح کا ہو سکتا ہے۔ اپنی قوم اور سماج میں نیکی کا میلان، اعلیٰ اخلاق، ذہن سازی، شخصیت سازی، کردار سازی اور تعمیری فکر پیدا کرنے والے نغموں کی تشہیر سے قوم میں اصلاح اور بہتری پیدا ہوتی ہے۔

ان نغموں کے ذریعے میڈیا نے قوم میں اپنی دھرتی سے محبت، اپنی افواج اور اپنے ورثے سے محبت، شہداء کی قربانیوں کی قدر کرنا ان سے بے لوث عقیدت رکھنا جو اپنی جان پر کھیل کر وطن کا دفاع کرتے ہیں، ملکی و قومی سالمیت کے جذبات کو فروغ دینے میں میڈیا کا کردار کلیدی ہے۔

میڈیا کا کمال یہ ہے کہ جس چیز کو یہ عوام کی زندگی میں داخل کرنا چاہتا ہے اسے اپنی پالیسی کے مطابق اس کو بار بار نشر کرتا ہے۔ اس طرح عام انسان جو اپنی روزمرہ کی زندگی کے معمولات میں مصروف ہوتا ہے وہ میڈیا کے اس دانستہ عمل سے آگاہ نہیں ہوتا وہ اس پیغام کا اصل نشانہ بنتا ہے۔ چونکہ وہ پیغام اس وقت حاصل کرتا ہے جب اس کا ذہن Passive State میں ہوتا ہے۔ تو یہ پیغام اس کے ذہن کو بار بار نشانہ بناتا ہے۔ آخر

کار اس کے سوچنے اور عمل کرنے کا انداز اس پیغام کے مطابق ہو جاتا ہے۔ یہی میڈیا کا اصل مقصد ہے۔

ان نغموں کے ذریعے قوم سے مایوسی و ناامیدی کی کیفیت کو ختم کر کے تعمیرِ نو اور حب الوطنی کے جذبوں کو بڑھایا گیا۔ دراصل ریڈیو اور ٹیلی ویژن جس چیز کا پرچار کرتے ہیں۔ اسے معاشرے میں فروغ ملتا ہے۔ یہ میڈیا ہی کا اثر ہے کہ قومی نغموں کے لکھنے والے اکثر پس منظر میں چلے گئے جبکہ اس کی موسیقی دینے والے اور اپنی آوازوں سے سامعین تک پہنچانے والے صداکار مقبول ہوئے۔ یعنی جو دکھایا گیا اور سنایا گیا وہ سامعین کی یادداشت میں محفوظ ہو گیا۔

'دل دل پاکستان' جیسا نغمہ گانے والے گلوکار جنید جمشید کو بے مثال شہرت ملی اور آج بھی اس کی پہچان یہ نغمہ ہے وہ اس حوالے سے قوم کو آج بھی یاد ہے جبکہ اس کے تخلیق کار کو کوئی بھی نہیں جانتا۔ نثار ناسک کا نام پس منظر میں رہ گیا۔

شوکت علی جو قومی نغموں کے حوالے سے اپنی الگ شناخت رکھتے ہیں۔ انہیں اردو نغموں کی بجائے پنجابی نغموں کے لیے منتخب کیا گیا۔ کیوں کہ ان کی آواز میں گھن گرج نمایاں تھی۔ جو سامعین کو زیادہ متاثر کرنے کے ساتھ ساتھ دشمنوں پر رعب اور ہیبت طاری کرے۔ یہ عنصر بھی میڈیا ہی کی وجہ سے سامنے آیا اور شوکت علی کو اس حوالے سے میڈیا نے عوام الناس سے متعارف کرایا۔ وہ اپنی پرجوش، بھاری اور گرج دار آواز کی وجہ سے عوام میں مقبول ہو گئے۔

یہ میڈیا ہی کا کمال ہے کہ وہ جسے چاہے شہرت اور مقبولیت کی بلندیوں پر پہنچا دے اور جسے چاہیے گمنامی کے اندھیرے میں لے جائے۔ میڈیا کو یہ جادو آتا ہے کہ وہ رائے عامہ کو اپنے مقاصد کے لیے تبدیل کرے۔ حتیٰ کہ ان کے رویے بھی۔

ابتدائی ادوار میں بننے والے نغمات آج بھی نئی نسل میں مقبول ہیں۔ مگر پاپ میوزک اور راک میوزک کے تحت بننے والے نغمے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی مقبولیت کھو بیٹھے اور عوام الناس کے ذہنوں سے محو ہو گئے۔ ملی یا قومی نغمے کی اصل روح اس میں موجود حب الوطنی کا جذبہ اور تاثر ہوتا ہے۔ اور ملی و قومی نغمہ اسی وقت لکھا جاتا ہے جب لکھنے والے کے دل میں یہ جذبہ مکمل طور پر موجود ہو، اس طرح تخلیق کیے ہوئے نغمے کا ہر بول سننے والے کے دل میں اتر جاتا ہے اور بڑے گہرے اثرات چھوڑتا ہے۔

ان جدید نغموں میں اس تاثر اور جذبے کا فقدان تھا یہی وجہ ہے کہ میڈیا نے جب تک ان نغموں کو نشر کیا یہ نغمے عوام میں مقبول ہوئے اور نشریات سے ہٹتے ہی عوام ان کو بھول گئے۔

اس سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ عوام جو چیز سنتی یا دیکھتی ہیں اسے نہ تو یاد رکھتی ہے اور نہ ہی اس کا اتنا اثر لیتی ہے۔ رائے عامہ بنانے کے لیے یا کسی معاملے میں رائے ہموار کرنے کے لیے میڈیا مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ یہ جادو مکمل طور پر میڈیا کے پاس ہے کہ کس مقصد کے لیے عوام کو کب اور کس حد تک اپنے زیرِ اثر کرنا ہے۔

بلاشبہ میڈیا کا ہر پیغام یا خبر ایک Needle یا Magic Bullete ہوتی ہے جو اپنے سامع کے ذہن میں جا لگتی ہے اور فوری طور پر اس کو متاثر کرتی ہے، حتیٰ کہ وہ اس سنی جانے والی خبر کے خلاف مزاحمت کرنے کی قوت سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

میڈیا نے اپنی اس صلاحیت کا استعمال اپنی قوم میں جذبہ حب الوطنی کے فروغ اور ان میں مثبت قومی وملی اقدار پیدا کرنے میں بڑی کامیابی سے کیا۔

سفارشات:۔

1۔ اردو ملی نغموں کے موضوعات تنوع کے حامل ہیں ان موضوعات پر انفرادی سطح پر کام بھی کیا جاسکتا ہے۔

2۔ زیر نظر مقالے میں صرف ان نغموں کو شامل کیا گیا ہے جو میڈیا کے ذریعے ہم تک پہنچے ان کے علاوہ دیگر ملی نغموں کے حوالے سے بھی تحقیق کی گنجائش موجود ہے۔

3۔ اردو کے ان گیتوں کی فہرست سازی کا کام بھی ہونا چاہیے تاکہ ریکارڈ کے طور پر ان گیتوں کا محفوظ کیا جاسکے۔

4۔ پاکستانی علاقائی زبانوں میں لکھے گئے نغموں پر انفرادی سطح پر تحقیق کی گنجائش موجود ہے۔

# کتابیات

## کتب:۔


ابصار احمد، "یہ نغمے پاکستان کے" فروغ فاؤنڈیشن کراچی، 2021ء

اسد اللہ غالب، "اے وطن کے سجیلے جوانو!" غالب پبلشرز، لاہور، 2014ء

اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر، "برصغیر پاک و ہند کی ملتِ اسلامیہ" کراچی یونیورسٹی، 1983ء

انور سدید، ڈاکٹر، "اردو ادب کی تحریکیں" انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی، طبع سوم، 1996ء

بشیر احمد سوز، مرتبہ: "ہزارہ میں قومی و ملی شاعری" ادبیات ہزارہ، راولپنڈی، حرف اکادمی، 2007ء

جبار مرزا، "پاکستان کے 75 برس" شہریار پبلی کیشنز، اسلام آباد، 2022ء

جبار مرزا، "پاکستان کے 75 برس" شہریار پبلی کیشنز اسلام آباد، 2022ء

جمیل الدین عالی، "جیوے جیوے پاکستان" نیشنل بک فاؤنڈیشن کراچی، 1976ء

جیلانی کامران، "قومیت کی تشکیل اور اردو زبان" مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اول، 1982ء

رشید امجد ڈاکٹر، "شاعری کی سیاسی و فکری روایت" دستاویز مطبوعات لاہور۔

رشید امجد، ڈاکٹر، "پاکستانی ادب کے نمایاں رجحانات" مرتبہ: نوازش علی، ڈاکٹر، 1991ء

روبینہ شہناز، ڈاکٹر، اردو تنقید میں پاکستانی تصور قومیت "عکس پبلی کیشنز، 2019ء

زہرہ نگار، "جنگ ترنگ" دی انٹر سروسز پریس لمیٹیڈ کراچی، 1967ء

شان الحق حقی، "نشیدِ حریت" کراچی ادارہ مطبوعاتِ پاکستان، 1964ء

صابر علی، "میڈیا، ساخت، تھیوری اور اثرات" وراثت پبلی کیشنز نیو اردو بازار لاہور، 2001ء

صدیق سالک، "میں نے ڈھاکہ ٹوٹتے دیکھا" الفیصل ناشران، لاہور، 2009

طاہرہ نیر، ڈاکٹر، "اردو شاعری میں پاکستانی قومیت کا اظہار"

عشرت رحمانی، "چھ ستمبر ایک تحقیقی و نفسیاتی جائزہ" اشرف پریس لاہور 1966ء

علی جواد زیدی، اردو میں قومی شاعری کے سو سال، لکھنؤ اتر پردیش، اردو اکادمی، 1982ء

قاسم یعقوب، "اردو شاعری پر جنگوں کے اثرات" سٹی بک پوائنٹ، کراچی، 2015ء

قرۃ العین طاہرہ، ڈاکٹر، "صہبا اختر، شخصیت اور فن" اکادمی ادبیات، اسلام آباد، 2010ء
قیصر جہاں، ڈاکٹر، اردو گیت: تاریخ، تحقیق اور تنقید"، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی
محمد فخر الحق نوری، ڈاکٹر، "آزادی کی گونج" پولیمر پبلی کیشنز، لاہور، 2002ء
محمد فخر الحق نوری، ڈاکٹر، "آزادی کی گونج"" پولیمر پبلی کیشنز لاہور، 2002ء
مختار مسعود" آواز دوست" مکتبہ تعمیرِ انسانیت لاہور، 2017ء
مرتضیٰ انجم، "جنگی معرکے" خزینہ علم وادب لاہور، 2004ء
نعیم اللہ ملک، مترجم:" بیسویں صدی میں پاکستان، ایک سیاسی جائزہ، اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس، کراچی
نفیس اقبال، "پاکستان میں اردو گیت نگاری، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور 1986ء
یونس کمال، لودھی، "پاکستانی قومی پرچم اور ترانہ" ادبیات ہزارہ راولپنڈی، حرف اکادمی، 2007ء

رسائل و اخبارات:۔

مجلہ دعوۃ اہلِ حدیث، مضمون: حب الوطنی کا اسلام میں تصور"، مشمولہ:" مجلہ دعوۃ، اہل حدیث، شمارہ: جنوری 2020ء
سپیشل فیچر "لہو گرما دینے والے ملی نغموں کے خالق" روزمہ دنیا
"نیوی نیوز" پاک بحریہ مجلہ، ستمبر 2021ء، شعبہ تعلقات عامہ پاک بحریہ
"ہلال" افواج پاکستان مجلہ، دسمبر 2020، شمارہ: 12، جلد 57
مضمون" حب الوطنی اور اسلام" مفتی محمد قاسم صدیقی، تحریر، اساعت 05/08/2014

Websites:

1. Site: Urduedition...blogspot.com
2. Wikipedia.com
3. Almarmi.comUr.wikihia.net
4. Ur.wiktionary.org
5. Jamiatri.dh.org
6. Jang.com
7. Dunia.com.pk